

Posted On Kitab Nagri

www.kitabnagri.com



کتاب نگری

www.kitabnagri.com

Posted On Kitab Nagri

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

تو جانے نا

از-ارفہ اعجاز

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن سے نکاح کرنے کی؟ شرم نہیں آئی تمہیں جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کیا کیوں؟" وہ سر جھکائے کھڑا تھا سامنے والا شخص اس کا گریبان پکڑے اسے جھنجھوڑ رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ کھڑا وجود بیزاری سے سب کچھ دیکھ رہا تھا "میں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں تمہاری غداری کی سزا صرف اور صرف موت ہے" اس شخص نے پسٹل نکال کے اس کے سر پہ تانتے ہوئے کہا تھا "رک جاؤ" اس سے پہلے کے وہ گولی چلاتا پیچھے سے آتی آواز پہ ٹریگر پہ دباؤ ڈالنے سے پہلے ہی اس کی انگلی رکی تھی یہ آواز اس شخص کے باپ کی تھی "نکاح تو ان لوگوں نے کر ہی لیا ہے پیچھے کیا بچتا ہے اسے اس کے ساتھ رخصت کر دو گھر کی بات گھر میں ہی رہ جانے دو باہر کسی کو پتہ چلا تو جگ ہنسائی ہماری ہی ہوگی جو مرضی کر لو ایسی باتیں کہاں چھپی رہ سکتی ہیں بھلا" ان کی باتیں سن کے وہ شرمندگی سے زمین میں گر گیا تھا وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا مگر ہائے رے یہ مجبوریاں انسان سے کیا کیا کروا جاتی ہیں "یہ کیا کہہ رہیں آپ بابا" اس شخص نے تمللاتے ہوئے کہا تھا "ٹھیک کہہ رہا ہوں میں جاؤ اور سارے جا کر تیار پائیاں کرو ٹھیک اک ہفتے کے بعد اس کی رخصتی ہوگی اور پھر اس کے بعد اس کا ہمارے

Posted On Kitab Nagri

ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا" انہوں نے اپنا فیصلہ سنایا تھا اور سب کو وہاں سے ہٹنے کا کہا تھا وہ بھی سرخ چہرہ لیے وہاں سے ہٹ گیا تھا اور جس کی آفر کو قبول کیے یہ سب کیا تھا وہ بغیر کسی بات کو سر پہ سوار کیے اطمینان سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی

"سائیں یہ اس سیزن کا سارا حساب کتاب ہے کتنی لاگت لگی ہے کتنے کی گندم بکی ہے ساری کٹوتیاں کرنے کے بعد کتنا منافع ہوا ہے سب اس میں درج ہے" زعیم نے اکرجسٹر چوہدری حشمت صاحب کے سامنے رکھتے اس میں درج تفصیلات سے انہیں آگاہ کیا تھا "زعیم پتر کتنی دفعہ تجھے کہا ہے مجھے تجھ پہ پورا بھروسہ ہے تم اک ایماندار باپ کے ایماندار بیٹے ہو کبھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتے اس لیے یہ سب مجھے مت دکھایا کرو" چوہدری حشمت نے اسے خفگی سے گھورا تھا "سائیں یہ تو آپ کا پیار ہے لیکن یہ سب کچھ بتانا اور دکھانا میرا فرض ہے جیسے ہم اپنے ہر گناہ و ثواب کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہ ہوتے ویسے ہی اگر کسی کی امانت آپ کے پاس ہو آپ اس کے لیے بھی اسے جواب دہ ہوتے ہیں یہ سب کچھ میرے پاس امانت ہے اس لیے میں آپ کو پیل پیل کی خبر دیتا ہوں" اس نے سنجیدگی سے اپنا موقف ان کے سامنے رکھا تھا "یہ جو تیرے فلسفے ہیں یہ میری سمجھ سے بالاتر ہیں اس لیے انہیں میرے سامنے نہ جھاڑا کر" ان کے جھلا کے کہنے پہ وہ مسکرایا تھا "احواد (سیاہ آنکھوں والی) کی چھٹی کا ٹائم ہونے والا ہے تو اسے لینے نہیں گیا؟" چوہدری حشمت نے گھڑی پہ ٹائم دیکھتے اس سے پوچھا تھا "جی سائیں بس جانے ہی والا تھا یہ آپ کو حساب دکھانا تھا تو بس اسی لیے ابھی تک نکلا نہیں" اس نے بتایا تھا "اب جاؤ یہ رجسٹر میرے پاس رکھ جا بعد میں آکر لے لینا میری دھی انتظار کر رہی ہو گی جا جلدی جا" حشمت صاحب کی

Posted On Kitab Nagri

فکر مندی پہ وہ مسکرایا تھا بے ساختہ اسے کے ذہن میں اپنی بہن کا خیال آیا تو وہ مسکرایا تھا وہ خود بھی اپنی بہن کے معاملے میں اتنا ہی حساس تھا جتنا کہ چوہدری حشمت اپنی بیٹی کے لیے وہ جلدی سے ڈیرے سے نکلا تھا اس کا رخ حویلی کی طرف تھا ڈیرے سے حویلی کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا حویلی پہنچ کے گاڑی نکال کے گاؤں کے خارجی رستے کی طرف گاڑی موڑ کے اس نے گاڑی فل سپیڈ پہ چھوڑ دی تھی احواد کو یونیورسٹی سے لانے اور لے جانے کی ذمہ داری زعیم کی ہی تھی بلکہ حویلی کسی بھی عورت کو کہیں جانا ہوتا تو زعیم ہی لے کر جاتا تھا گاؤں سے شہر کا رستہ آدھے گھنٹے کا تھا جسے پندرہ منٹ میں طے کرتے وہ شہر پہنچا تھا اور مزید دس منٹ یونی پہنچنے تک لگ گئے تھے وہ یونی پہنچا تو بلیک چادر میں لیٹی احواد اسے گیٹ پہ ہی کھڑی نظر آگئی تھی اس نے پچارواں کے پاس جا کر جھٹکے سے روکی تھی احواد گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے گاڑی میں بیٹھی تھی اور اک دھماکے سے اس نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا جو اس کے غصے میں ہونے کی علامت تھی کیونکہ وہ دس منٹ لیٹ تھا زعیم نے بس سرسری سے نگاہ اس پہ ڈالی تھی اسے اس کی یہ حرکت زہر سے بھی زیادہ بری لگی تھی لیکن بولا کچھ نہیں تھا اور گاڑی سٹارٹ کے ریورس کی تھی اور واپس گاؤں کے رستے پہ ڈال دی تھی "مسٹر زعیم اکرم کیا تمہیں میری یونی ٹائمنگ کا پتہ نہیں ہے؟" جب زعیم نے اس کی حرکت کانوٹس نہ لیا تو اس نے چیختے ہوئے پوچھا تھا غصے اور گرمی میں کھڑا رہنے کی وجہ سے اس کا سفید چہرہ اس وقت سرخیاں چھلکا رہا تھا "چوہدری صاحب سے کام تھا اسی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہوں" زعیم نے اپنی نظریں سڑک پہ ہی مرکوز رکھے جواب دیا تھا "ہاں بابا سائیں کے لیے تو ہر شے مجھ سے زیادہ اہم ہے" اس کی بات پہ زعیم نے افسوس سے اس ناشکری لڑکی کو دیکھا تھا جس سے ہر کوئی اپنی جان سے بڑھ کے پیار کرتا تھا لیکن اسے پہچان اور قدر ہی نہیں تھا پھر اس نے سر جھٹکتے اپنی ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کی تھی تا کہ جلد سے جلد گاؤں پہنچ سکے کیونکہ کوئی بعید نہیں تھا وہ پھر سے شروع ہو جاتی اور اس میں اس لڑکی کو برداشت

Posted On Kitab Nagri

کرنے کی زرا بھی ہمت نہیں تھی چوہدری حشمت اپنے گاؤں کے رئیس اور سربراہ تھے ان کی تین اولادیں بڑا بیٹا سلیمان چوہدری اور اس سے چھوٹا زین چوہدری اور سب سے چھوٹی بیٹی احواد چوہدری ان کے چھوٹے بھائی کے چوہدری شجاعت کے بھی دو بیٹے تھے بڑا وقاص چوہدری اور چھوٹا وقار چوہدری احواد کی نسبت وقاص سے بچپن سے ہی طے تھی لیکن وہ اسے کوئی اتنا خاص پسند نہیں کرتی تھی دونوں بھائی رہتے بھی علیحدہ تھے اور ان کی زمینیں بھی علیحدہ علیحدہ تھیں چوہدری شجاعت کی زمینیں ان کے بیٹے سنبھالتے تھے کیونکہ پڑھائی سے عدم دلچسپی کی وجہ سے وہ جلد ہی سکول سے اٹھ گئے تھے جبکہ چوہدری حشمت کی زمینیں زعیم سنبھالتا تھا سب چوہدری حشمت کی حویلی کو بڑی حویلی اور چوہدری شجاعت کی حویلی کو چھوٹی حویلی کہتے تھے چھوٹے وقار کی شادی ہو چکی تھی جبکہ وقاص اس لیے لٹکا ہوا تھا کیونکہ احواد مان نہیں رہی تھی ابھی شادی کے لیے وقاص اک نمبر کامینہ انسان تھا تقریباً وہ ہر روز شراب اور شباب کی محفل میں پایا جاتا تھا فحلال اس کے گھر والے اس بات سے انجان تھے چوہدری شجاعت کتنی مرتبہ لفظوں ہی لفظوں میں چوہدری حشمت کو کہہ چکے تھے کہ لڑکی ذات کو اتنا سر نہیں چڑھاتے لیکن چوہدری حشمت ہمیشہ خوبصورتی سے ان کی بات کو نظر انداز کر جاتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اک ناک دن تو اس کی شادی وقاص کے ساتھ ہونی ہی تھی کہاں تک بھاگ سکتی تھی اس لیے وہ ابھی تک چپ تھے احواد اکلوتی ہونے کی وجہ سے گھر بھر کی لاڈلی تھی لیکن پھر بھی حویلی اسے قید خانہ لگتی تھی لیکن لاڈ بھی بس گھر کی حد تک ہی اس کے پورے ہوتے تھے جب وہ سکول سٹوڈنٹ تھی ان کا ٹرپ جارہا تھا لاہور لیکن گھر سے اجازت نہ ملنے پہ سب دل مسوس کے رہ گئی تھی یہ سلسلہ یہی نہیں رکاتا تھا بلکہ سکول کالج کا کوئی بھی فنکشن ہوتا اسے جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی اور یہ باتیں اسے مزید سب سے متنفر کر رہی تھیں جب یونیورسٹی جانے کی بات آئی تب بھی گھر سے انکار ہی سننے کو ملا لیکن وہ اپنی بات پہ اڑ گئی کہ جب سلیمان اور زین یونیورسٹی جاسکتے ہیں

Posted On Kitab Nagri

تو وہ کیوں نہیں اس کی بھوک ہڑتال اور اس کے آنسوؤں نے بالآخر حشمت صاحب کو موم کر ہی دیا تھا اور انہوں نے دل پہ پتھر رکھتے اسے اجازت دے دی تھی اس نے تو پوری کوشش کی تھی کہ اسے ہاسٹل رہنے کی اجازت مل جائے تاکہ وہ زیادہ نہیں تو کچھ تو زندگی کے مزے حاصل کر سکے لیکن یہاں اس کی دال نہ گلی کیونکہ حشمت صاحب نے اجازت ہی اسی بنیاد پہ دی تھی کہ وہ روز آیا جائے کرے گی ورنہ یونی جانے کی اجازت ہی کینسل ہو جائے گی چار و ناچار احواد کو ماننا ہی پڑا تھا اس لانے اور لے جانے کی ذمہ داری حشمت صاحب نے زعیم کو دی تھی جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ قابل بھروسہ انسان تھا حشمت صاحب کے دونوں بیٹے تعلیم مکمل کرنے کے بعد شہر میں ہی رہتے تھے اور وہی نوکری کرتے تھے زمینوں کا حساب کتاب چونکہ چوہدری حشمت سے خود نہیں ہوتا تھا اس لیے انہوں نے زعیم کو رکھا ہوا تھا زعیم کے والد پہلے ان کے ہاں کام کرتے تھے زعیم نے ابھی انٹر ہی کیا تھا کہ اس کے والد چل بسے وہ جیسے تیسے اسے پڑھا رہے تھے اور گھر کا خرچ چلا رہے تھے ان کی وفات کے بعد ماں اور بہن کی ذمہ داری زعیم کے کندھوں پہ آگئی تھی وہ کام کے لیے چوہدری حشمت کے پاس آیا تو انہوں نے اس کچھ معلومات لینے کے بعد اسے اپنی زمینوں کے حساب کتاب کے لیے رکھ لیا تھا اور اس کی وہ تنخواہ دیتے تھے آہستہ آہستہ وہ ان کے بہت نزدیک ہو گیا تھا اور وہ ان کے لیے سب سے بھروسے مند تھا حویلی کے اندر کسی ملازم کو رسائی حاصل نہیں تھی لیکن زعیم جاسکتا تھا چوہدرائیں اور احواد کو اگر کہی لے کر جانا ہوتا تو وہی لے کر جاتا چوہدری اور چوہدرائیں کے لیے وہ ان کا بیٹا تھا انہوں نے کبھی اسے ملازم نہیں سمجھا تھا حویلی میں صرف احواد کو ہی اس سے چڑھتی تھی کیونکہ اسے ہر جگہ اس کا دم چھلانا کر بھیج دیا جاتا تھا بقول اس کے گھر میں روک ٹوک کے لیے کیا لوگ کم تھے جو وہ ہر جگہ کہتا تھا یہ ناکر وہ نہ کرو جبکہ سب گھر والے اس کی سوچ سے انجان تھے اب یہ اونٹ جانے کس کروٹ بیٹھنا تھا

Posted On Kitab Nagri

پجوار حویلی میں آکر رک کی تو وہ گاڑی سے نکل کے بد تمیزی سے دروازہ بند کرتی اندر چلی گئی تھی زعیم نے لب بھیج کے اس کی پشت کو گھورا تھا یہ لڑکی کچھ زیادہ ہی چوہدری صاحب نے سر پہ چڑھائی ہوئی تھی اس کے پیچھے زعیم بھی اندر گیا تھا اسے پتہ تھا کہ چوہدری صاحب حویلی آچکے ہوں گے اس لیے وہ ان سے رجسٹر لے کر گھر جانے کا ارادہ رکھتا تھا تاکہ دوپہر کا کھانا گھر جا کر کھا سکے اماں اور چھوٹی اس کے انتظار میں بیٹھی ہوں گی اس کی عادت تھی کہ وہ دوپہر کا کھانا گھر جا کر ہی کھاتا تھا "بابا سائیں یہ کیسا ڈرائیور رکھا ہوا ہے آپ نے آپ کو پتہ ہے اس کی وجہ سے مجھے پورے دس منٹ دھوپ میں کھڑا رہنا پڑا ہے" اس نے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ احواد کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی اور اک ناگواری کی لہر اس کے پورے جسم میں سرایت کر گئی تھی "احواد تم دن بادن بد تمیز ہوتی جا رہی ہو کیا ہم تمہیں اس لیے یونیورسٹی بھیجتے ہیں کہ تم چھوٹے بڑے کی تمیز بھول جاؤ اور وہ ڈرائیور یا ملازم نہیں ہے بلکہ میرے لیے میرے بیٹوں کی طرح ہے وہ" چوہدری صاحب کی بات پہ جہاں احواد کا غصے سے چہرہ سرخ پڑا تھا وہی زعیم کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی تھی "وہی تو آپ کا بیٹا ہے میں کچھ نہیں لگتی آپ کی" بد تمیزی سے کہتی وہ دوڑ کے اپنے روم میں چلی گئی تھی "سائیں وہ رجسٹر چاہیے تاکہ باقی رجسٹرز کے ساتھ رکھ کے میں کھانا کھانے گھر جا سکوں" زعیم کی آواز پہ چوہدری اور چوہدرائیں نے چونک کے اسے دیکھا تھا پھر چوہدری صاحب نے پھیکا سا مسکراتے اسے رجسٹر تھمایا تھا جسے لے کر زعیم حویلی سے نکل آیا اس کا رخ ڈیرے کی طرف تھا وہاں موجود بیٹھک میں موجود اک تجوری پڑی تھی جس پہ فصل کے متعلق تمام ریکارڈ پڑا ہوا تھا جس کو زعیم نے فنگر پرنٹ لگوا یا ہوا تھا وہ فنگر تھے اک اس کا اور اک چوہدری صاحب کا ان دونوں کے علاوہ وہ کوئی

Posted On Kitab Nagri

بھی نہیں کھول سکتا تھا جسٹروہاں رکھنے کے بعد اس نے اپنا رخ گھر کی طرف کیا تھا گھر پہنچ کے صحن میں لگے بیسن سے منہ ہاتھ دھوتے وہ اندر گیا تو اماں برآمدے میں دسترخوان لگائے بیٹھی اس کا ہی انتظار کر رہی تھیں وہ انہیں دیکھ کر مسکرایا تھا آتے ہی اس نے سلام کیا تھا اور اماں اور انوشہ دونوں کے سر پہ بھوسہ دیا تھا اماں بے ساختہ مسکرائی تھیں اس کی عادت تھی وہ چاہے گھر سے پانچ منٹ کے لیے ہی کیوں نہ باہر جاتا واپس پہ وہ ایسے ہی کرتا تھا شاید اپنے والد کی وفات کے بہت حساس ہو چکا تھا اور چاہتا تھا ان دونوں کو بالکل یہ محسوس نہ ہو کہ وہ ان کی طرح ان دونوں کا خیال نہیں رکھتا "آج میرا بیٹا تھوڑی دیر سے آیا ہے؟" اماں نے لہجے میں دنیا جہان کی محبت سموئے پوچھا تھا "ہاں وہ بس پہلے چوہدری جی سے تھوڑا کام تھا اس وجہ شہر جانے کے لیے تھوڑا لیٹ ہو گیا اب احوال بی بی کو گھر چھوڑ کے سیدھا یہی آیا ہوں" زعیم نے انہیں جواب سنتے انوشہ کو دیکھا تھا خلاف معمول چپ تھی "خیر تو ہے میرا بچہ چپ کیوں ہے؟" اسے کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے زعیم نے پوچھا تھا "اماں آپ سے زیادہ پیار کرتی ہیں مجھ سے نہیں" انوشہ نے نروٹھے پن سے کہا تو اماں نے اسے گھورا تھا جبکہ زعیم ہلکا سا مسکرایا تھا "تو کیا ہوا میں ہوں نا اپنے بچے کے لیے میں اماں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں اپنے بچے کو" زعیم کی بات پہ وہ کھلکھلا کے ہنس دی تھی وہ کوئی بچی نہیں تھی تھرڈ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی (کالج گاؤں میں ہی تھا) لیکن زعیم اسے بالکل بچوں کی طرح ہی ٹریٹ کرتا تھا وہ پوری کوشش کرتا تھا کہ اپنی باپ کی کمی کو پورا کر سکے جو کبھی زندگی میں ختم نہیں ہو سکتی تھی لیکن کم ضرور ہو سکتی تھی "کالج کیسا جا رہا ہے تمہارا؟" پلیٹ میں سالن ڈالتے اس نے انوشہ سے پوچھا تھا "اے ون" اس نے چمکتے ہوئے جواب دیا پھر کھانا کھانے کے بعد زعیم دوبارہ ڈیرے چلا گیا تھا جہاں بہت سا کام اس کا منتظر تھا اب اس نے رات کو ہی واپس آنا تھا جب زعیم نے زمینوں کا سارا کام سنبھالا تھا تب چوہدری حشمت نے اسے کہا تھا کہ وہ اگر چاہے تو وہ اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کر سکتا ہے لیکن اس نے انکار کر دیا

Posted On Kitab Nagri

تھا کیونکہ گھر کے حالات ایسے تھے کہ وہ فوراً نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ احسان لینا چاہتا تھا چوہدری حشمت نے بھی زیادہ اسرار نہیں کیا تھا انہیں پتہ تھا وہ بہت خوددار انسان ہے نہیں مانے گا لیکن اب وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اپنی بہن کو پڑھارہا تھا گاؤں میں کالج بھی چوہدری صاحب نے احواد کے لیے بنوایا تھا اور اس کے لیے جتنے پیڑا نہیں بیلنے پڑے تھے وہ وہی جانتے تھے لیکن انٹر کے بعد احواد نے یونی جانے کی ضد شروع کر دی جس کے سامنے چوہدری صاحب کو گٹھنے ٹیکنے ہی پڑے تھے لیکن اس کے ذریعے باقی گاؤں کی لڑکیوں کا بھلا ہو ہی گیا تھا احواد نہ سہی گاؤں کی بہت سے لڑکیاں وہاں تعلیم حاصل کر رہی تھیں انوشہ بھی ان میں سے اک تھی

رات کو احواد حویلی کے صحن میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی کہ اچانک وقاص وہاں آیا تھا چوہدری حشمت ڈیرے پہ تھے اور چوہدرائے کچن میں موجود تھیں وقاص کو دیکھتے احواد کا حلق تک کڑوا ہوا تھا "ہائے احواد یہاں اکیلی بیٹھی کیا کر رہی ہو؟" وقاص اس کے سامنے ہمیشہ ماڈرن بننے کی کوشش کرتا تھا "صحن میں اُگی گھاس کھود رہی ہوں آجاؤ تم بھی کھود لو" اس کے بے تکے سوال کا جواب اس نے جل بھن کے دیا تھا وہ اسے ہمیشہ سے تم کہہ کر ہی مخاطب کرتی تھی کیونکہ وہ اسے اتنی بھی عزت کے لائق نہیں سمجھتی تھی کہ اسے آپ کہا جائے "ہاہاہاہاواؤ نائس جوک" وقاص کو غصہ تو بہت آیا لیکن بظاہر اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا "تم سے کس نے کہا یہ جوک تھا؟ کبھی سے بھی تمہیں میرے چہرے پہ مسکراہٹ یا ہنسی نظر آرہی ہے جس سے تمہیں لگا کہ میں نے بہت ہی کوئی مست جوک مارا ہے؟" اس کے سنجیدگی سے پوچھی گئی بات کا وقاص کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اس لیے آئیں بائیں شائیں کرنے لگا تھا "اچھا یہ چھوڑو بتاؤ کیا پڑھ رہی ہو؟" اس نے بات بد لنی چاہی تھی "کیوں! تم نے بھی

Posted On Kitab Nagri

پڑھنی ہے؟ "احواد نے الٹا اسی سے سوال کیا تھا "ہاں پڑلوں گا اس میں اتنی بڑی کون سی بات ہے" اس نے خود کو بہادر ظاہر کیا تھا حالانکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ احواد کی زبان کھینچ لے جو قینچی کی طرح چلتی ہے "لو پڑو پھر" اس نے کتاب وقاص کی طرف بڑھائی تھی جسے دیکھ کے وقاص کے طوطے اڑے تھے کیونکہ وہ کوئی انگلش ناول تھا اگر اردو کی کتاب ہوتی پھر بھی اس کی کوئی عزت رہ جانی تھی انگلش کی تو اسے اے بی سی نہیں آتی تھی "تم مجھے دے دو میں گھر جا کر پڑھ لوں گا" اس نے اپنا بھرم رکھنا چاہا تھا "نہیں ابھی پڑھو اور اونچی آواز میں پڑھنا تاکہ مجھے بھی تو پتہ چلے میرے ہونے والے شوہر کی انگلش کیسی ہے؟" احواد صحیح اس کی عزت کا فالودہ بنانے پہ تلی ہوئی تھی "کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی؟" حشمت صاحب کی آواز آج سے پہلے وقاص کو کبھی اتنی میٹھی نہیں لگی تھی جتنی اب لگ رہی تھی وہ ابھی باہر سے آئے تھے اور ان دونوں کو صحن میں بیٹھے دیکھ کر ان کی طرف بڑھے تھے ان کی آواز سن کے وہ دونوں اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے تھے "کچھ خاص نہیں تایا سائیں بس ویسے ہی" وقاص زبردستی مسکرایا تھا "ہاں بابا سائیں کچھ خاص نہیں میں بس وقاص کو بتا رہی تھی کہ تعلیم کی کیا اہمیت ہے کیوں وقاص؟" اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر وقاص سلگ اٹھا تھا لیکن فلحال وہ کرکچھ نہیں سکتا تھا "جی جی" اس نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی تھی "وقاص یہ میری بک مجھے واپس کر دو وہ کیا ہے نہ کہ تم چاہ کے بھی اس کا اک لفظ نہیں پڑھ سکتے" اس کے ہاتھ سے بک لیتے اس پہ طنز کے تیر برسوں کے وہ وہاں سے چلی گئی تھی پیچھے وقاص کا چہرہ اہانت کے احساس سے بالکل سرخ پڑ گیا تھا حشمت صاحب کو بھی احواد کی یہ حرکت ناگوار گزری تھی "وقاص بیٹا تم برا مت منانا بچی ہے اور نا سمجھ ہے وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گی" حشمت صاحب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے بمشکل اپنا غصہ دباتے سر ہلایا تھا "جو کچھ کرنا ہے احواد بی بی کر لو ابھی شادی کے بعد ہر شے کا بدلہ نہ لیا تو میرا نام بھی وقاص چوہدری نہیں" وقاص نے بھرپور نفرت سے

Posted On Kitab Nagri

سوچا تھا "آجاؤ اندر چلتے ہیں کھانا ہماری طرف سے کھا کے جانا" حشمت صاحب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے اندر لے کر جانا چاہا تھا "نہیں تایا سائیں مجھے بہت ضروری کام ہے پھر کبھی کھانا کھاؤں گا ابھی چلتا ہوں" انہیں کہہ کر وہ بغیر ان کی سنے وہاں سے چلا گیا تھا حشمت صاحب نے تاسف سے اس کی پشت دیکھی تھی اور خود بھی اندر کی طرف بڑھ گئے تھے ان کو آتا دیکھ کر چوہدرائیں نے جلدی سے کچن میں موجود ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگا دیا تھا حشمت صاحب ہاتھ دھو کے ٹیبل پہ آئے تھے تھوڑی دیر تک احواد بھی آگئی تھی پھر سب نے کھانا شروع کیا تھا "احواد تمہیں وقاص کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا جانتی ہو اسے برا لگا ہوگا" کھانا کھاتے ہوئے اچانک حشمت صاحب بولے تھے احواد نے پلیٹ سے سر اٹھا کے انہیں دیکھا تھا "بابا سائیں ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے جو اسے برا لگا اور ویسے بھی میں جو کہا ہے سچ ہی کہا ہے" احواد نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے "تعلیم انسان کو شعور دیتی ہے نا کے جہالت کے اندھیروں میں اور میں دیکھ رہا ہوں جب سے تمہیں یہ شہر کی ہوا لگی ہے تم دن بدن بد تمیز ہوتی جا رہی ہو لیکن یہ بات مت بھولو کہ اگر میں تمہیں آزادی دے سکتا ہوں تو چھین بھی سکتا ہوں" حشمت نے اسے بہت کچھ باور کروانا چاہا تھا "بابا سائیں آپ کو مجھ سے زیادہ اپنا بھتیجا عزیز ہے؟" اس نے منہ کی طرف بڑھتا نوالا واپس رکھتے دبے دبے غصے سے پوچھا تھا "نہیں مجھے تم سے اور زعیم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے حتیٰ کہ میرے بیٹے بھی نہیں لیکن جو غلط ہے وہ غلط ہے میں کبھی غلط کو صحیح نہیں کہوں گا چاہے پھر وہ غلط کہنے والی میری اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو" ان کے لہجے کی سختی میں زرا برابر فرق نہیں پڑا تھا "زعیم زعیم تنگ آگئی ہوں میں اس زعیم سے وہ بس اک ملازم ہے اور میں آپ کی بیٹی لیکن آپ ہمیشہ اسے مجھ پہ فوقیت دیتے ہیں" زعیم کے زکر نے جلتی پہ تیل کا کام کیا تھا اور اس کا ذہن وقاص سے ہٹ کے زعیم کی طرف مڑ گیا تھا اور اونچی آواز میں چیختی روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی "آپ اسے کھانا تو کھالینے دیتے بھوکی ہی اٹھ کے چلی گئی"

Posted On Kitab Nagri

چوہدرائُن نے تاسف سے اس کی پلیٹ دیکھی تھی "نیک بخت چھوڑو اسے تم خود کھانا کھاؤ اس کا دماغ فلحال جگہ پہ نہیں ہے جب ہوگا تو وہ خود ہی کھالے گی" چوہدری حشمت نے انہیں کھانا کھانے کا کہا تھا کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو جانتے تھے تھوڑی دیر تک اس نے خود ہی ٹھیک ہو جانا تھا

وقاص وہاں سے غصے سے سیدھا اپنے ڈیرے آیا تھا اور اپنے مخصوص کمرے میں آتے ہی اس نے کمرے کی ہر شے تہس نہس کر دی تھی اور الماری سے اک شراب کی بوتل نکالتے اس نے منہ سے لگائی تھی "سالی سمجھتی کیا ہے خود کو اس نے میری بے عزتی کی وقاص چوہدری کی "آدھی شراب کی بوتل پینے کے بعد وہ چیخا تھا اور دوبارہ بوتل منہ سے لگائی تھی "اک دفعہ میری دسترس میں آجاؤ تم ایسی اکڑ نکالو گاتمہاری کہ ساری زندگی یاد رکھو گی" اس نے شراب پیتے نفرت سے سوچا تھا اچانک ہی اسے ہر طرف احواد کا عکس نظر آنے لگا جو اس پہ ہنس رہا تھا اس نے آنکھیں مسل کے دیکھا تھا لیکن وہ عکس ویسے ہی ہنس رہا تھا جس سے اس کے طیش میں اضافہ ہو رہا تھا "سالی مجھ پہ ہنسے گی جان سے مار دوں گا میں تجھے" اس کے عکس کو شراب کی خالی بوتل مارتے وہ چیخا تھا لیکن اس سے بھی عکس غائب نہ ہوا تو باقی کی بوتلیں بھی وہ اٹھا کے اس کے عکس کو مارنے لگا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا باہر اس کے وفادار ملازم کو بھی اس کے پیچنے اور بوتلیں ٹوٹنے کی آواز آرہی تھی لیکن وہ اس کی اجازت کے بغیر اندر جانے کا مجاز نہیں تھا اس لیے وہ باہر ہی کھڑے رہ کے اندر ہوتی توڑ پھوڑ کی آوازیں سنتا رہا تھا یہ اس کا سپیشل روم تھا جو ہمیشہ لاک رہتا تھا جہاں جانے کی اجازت صرف وقاص اور اس کے وفادار ملازم کو تھی باقی کوئی بھی اس کمرے میں نہیں جاسکتا تھا اس لیے کسی کو نہیں پتہ تھا کہ اس کمرے میں کیا ہے اور کیوں ہمیشہ بند رہتا ہے

Posted On Kitab Nagri

کل رات سے احواد کا موڈ بری طرح آف تھا صبح یونی بھی وہ بغیر ناشتے کے آگئی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پہ موجود زعیم کو دیکھ کر اس کا موڈ خراب ہوا تھا اور پھر پورا دن خراب ہی رہا تھا آج اس کی لاسٹ کلاس فری تھی تو کینیٹین آگئی تھی باہر اس لیے نہیں گئی کہ اسے یقین تھا زعیم ابھی آیا نہیں ہو گا وہ بھوکے پیٹ کی دہائیاں سنتے چاٹ اور کوک سے انصاف کرنے میں مصروف تھی جب کوئی اس کے ٹیبل پہ آکر بیٹھا تھا اچھی طرح جانتی تھی کہ کون ہے اس لیے بغیر سراٹھائے وہ پلیٹ پہ جھکی رہی تھی آنے والے نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا جو ہمیشہ کی طرح بلیک چادر میں تھی وہ چادر اوڑھتی تھی لیکن چہرہ نہیں ڈھانپتی تھی مرچوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کی رنگت سرخ پڑ چکی تھی لیکن وہ پھر بھی مسلسل چھاٹ کھائے جا رہی تھی "آج کس نے کیا کہہ دیا ملکہ عالیہ کو جو اتنا ظلم کیا جا رہا ہے خود پہ" احواد کا سرخ چہرہ دیکھ کر اس نے پوچھا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ احواد ویسے تو تیکھی چیزیں کھاتی نہیں تھی لیکن اگر کسی پہ غصہ ہو تو وہ تیکھی چیزیں کھا کر اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتی تھی یہ بھی اس کی عجیب عادت تھی لیکن یہ بات وہ اسے کہہ نہیں سکتا تھا "فائز تم اپنا منہ بند رکھو ورنہ یہ چارٹ کی پلیٹ میں تمہاری آنکھوں کی زینت بنا دوں گی" اس کا لہجہ اس کے شدید غصے میں ہونے کا پتہ دے رہا تھا "اچھا اب بتا بھی دو نہ کیا بات ہے؟" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فائز نے پھر پوچھا تھا "ہونا کیا ہے بس بابا سائیں کے ہر وقت زعیم زعیم کی گردان سے تنگ آچکی ہوں میں جہاں بھی جاؤ وہ ساتھ میں دم چھلا بن کے گھوم رہا ہوتا ہے" احواد نے شدید غصے سے کہا تھا لیکن جگہ کا لحاظ کرتے آواز دھیمی ہی رکھی تھی "تم اسے اتنا سر پہ سوار ہی کیوں کر رہی ہو؟ بس انکو رکرو یا وہ تمہاری جگہ کبھی نہیں لے سکتا" فائز نے ٹھنڈے لہجے میں اسے سمجھانا چاہا تھا فائز اس کا کلاس

Posted On Kitab Nagri

فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا اچھا دوست بھی تھا شاید دوست سے کچھ آگے ہی اس دوستی کی شروعات فائز کی طرف سے ہی ہوئی تھی اسے احواد کا چادر میں لپٹے رہنا اور سب سے لیاد یا انداز بہت بھایا تھا پہلے تو احواد نے اسے بہت نظر انداز کیا تھا پھر آہستہ آہستہ ان کی دوستی ہو ہی گئی تھی اور وہ حویلی کی ساری فرسٹریشن اس کے سامنے نکالنے لگی تھی شاید اسے لگا تھا کہ وہ اسے حویلی سے نکالنے زریعہ بن سکتا ہے بس وہ اسی لیے اس سے مانوس ہوئی تھی لیکن اللہ بہتر جاننے والا تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے "جس طرح بابا سائیں اور اماں سائیں اسے امپورٹنس دیتے ہیں مجھے لگتا ہے کہ نہ اک دن وہ میری جگہ بھی لے لے گا" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا جیسے اس کے دانتوں کے بیچ میں زعمیم کی گردن ہو "ہا ہا ہا ہا ہا بس کرو خوا مخواہ میں اس سے جیلس ہونا" فائز نے ہنستے ہوئے کہا تھا لیکن اس کی گھورتی نظریں خود پہ محسوس کرتے چپ کر گیا تھا "اچھا ٹھیک ہے پھر تم یہاں بیٹھ کے جلو بھنو اب کوئی کام نہیں میں تو چلا گھر" فائز شرارت سے کہتا چمیر سے اٹھ گیا تھا "چلو میں بھی چلتی ہوں وہ مسٹر زعمیم بھی آنے والا ہو گا" احواد نے اپنا بیگ اٹھایا اور اس کے ساتھ ہولی تھی دونوں ہنستے مسکراتے باتیں کرتے ہوئے باہر آئے تھے فائز اسے بائے بول کے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا تھا اور احواد نے مسکراتے ہوئے نظر اٹھا کے سامنے دیکھا تھا اور اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی کیونکہ سامنے ہی ان کی بلیک پجار و کھڑی تھی جس میں یقیناً زعمیم بھی موجود تھا جو یقیناً آج جلدی آگیا تھا اسے اک لمحے کے لیے پریشانی ہوئی تھی لیکن اگلے لمحے ہی وہ ہوتا کون تھا سوچ کے خود کو تسلی دی تھی اور دھیمے قدموں سے گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی گاڑی میں بیٹھتے اس نے چور نظروں سے زعمیم کو دیکھا تھا جو گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا "وہ لڑکا کون تھا؟" زعمیم کو چپ دیکھ کر اس نے اطمینان سے ابھی ونڈو سے باہر دیکھنا شروع کیا ہی تھا کہ اس کی سرد آواز احواد کے کانوں سے ٹکرائی تھی "تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟" احواد کے بد تمیزی سے کہنے پہ زعمیم نے بیک ویو مرر سے اسے گھورا تھا "احواد بی بی آپ اپنے

Posted On Kitab Nagri

گھرانے کو اچھی طرح جانتی ہیں اس طرح کی دوستیاں آپ کو زیب نہیں دیتیں اور یہ آپ کی اور آپ کے دوست کی جان کے لیے خطرہ بھی بن سکتی ہیں "زعیم نے اسے وارنگ دیتے بہت کچھ سمجھانا چاہا تھا "تم ہماری حویلی کے ملازم ہو وہی بن کے رہو تو اچھا ہے میرا باپ بننے کی ضرورت نہیں ہے؟" احواد کی بات پہ زعیم کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا اور اس نے اک جھٹکے سے گاڑی روکی تھی جھٹکے سے گاڑی رکنے کی وجہ سے احواد آگے کی طرف لڑھکی تھی سنبھل کے بیٹھتے جوں ہی اس نے نظریں اٹھا کے سامنے دیکھا تو آنکھیں زعیم کی سرخ آنکھوں سے ٹکرائی تھیں احواد اک لمحے کو ڈری تھی لیکن خود کو مضبوط بنائے بیٹھی رہی تھی "مس احواد چوہدری آپ اپنی زبان کو قابو میں رکھا کریں ورنہ کسی نہ کسی دن یہ زبان آپ کو کہی کا نہیں چھوڑے گی" زعیم نے سرد لہجے میں کہا تھا اور دوبارہ گاڑی سٹارٹ کرتے فل سپیڈ پہ چھوڑ دی گاؤں پہنچنے تک گاڑی ہواؤں سے باتیں کرتی رہی تھی حویلی پہنچتے ہی احواد نے سکون کا سانس لیا تھا ورنہ جس طرح وہ ڈرائیونگ کر رہا تھا احواد کو لگا نہیں تھا کہ وہ صحیح سلامت گھر آئے گی

Kitab Nagri اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

Posted On Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

حشمت صاحب کو یہی لگا تھا کہ وہ تھوڑی دیر تک ٹھیک ہو جائے گی لیکن وہ کھانے کے ٹیبل سے اٹھنے کے بعد اپنے کمرے میں ہی بند رہی تھی صبح ناشتے کے ٹیبل پہ بھی نہیں آئی تھی اور انہیں اللہ حافظ کہے بغیر ہی یونیورسٹی چلی گئی تھی جب وہ یونیورسٹی سے واپس آئی تھی تب بھی وہ گھر نہیں تھے ان کے کچھ جاننے والے آئے تھے اور وہ سارا دن انہی کے ساتھ بزی رہی تھا اور اب شام میں گھر آئے تھے اور وہ انہیں اپنی محسوس جگہ یعنی صحن میں پڑی لکڑی کے ٹیبل اور کرسیوں میں سے اک کرسی پہ بیٹھی ہوئی تھی وہ اسے دیکھ کر اس کی طرف بڑھے تھے جبکہ وہ انہیں دیکھ کر بھی انجان بن کے بیٹھی رہی تھی حشمت صاحب نفی میں سر ہلاتے اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھے تھے وہ اچھے سے اس کی ناراضگی سمجھ رہے تھے "ناراض ہے میرا بچہ اپنے بابا سائیں سے؟" انہوں نے پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے پوچھا تھا "آپ کو کیا فرق پڑھتا ہے میری ناراضگی سے آپ کے پاس ہے نا وہ زعمیم تو میری ناراضگی کہاں محسوس ہوگی" اس نے کتاب پہ نظرین جمائے ہی کہا تھا "ارے میرے بچے وہ میرے لیے

Posted On Kitab Nagri

میرے بیٹوں جیسا ہے اور تم میری سگی بیٹی تو یقیناً میں تم سے ہی زیادہ پیار کرتا ہوں " انہوں نے اس کے بالوں کو تھپکتے کہا تھا اور وہ سچ کہہ رہے تھے زعیم ان کے لیے بیٹوں جیسا تھا اور وہ اپنے بیٹوں سے زیادہ اسے پیار کرتے تھے لیکن احواد سے زیادہ وہ کسی کو بھی پیار نہیں کرتے تھے زعیم کو بھی نہیں " آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ " کتاب سے نظریں ہٹا کے اس نے مشکوک لہجے میں پوچھا تو حشمت صاحب نے اثبات میں سر ہلایا تھا وہ خوشی سے چیختی ان سے لپٹ گئی تھی " بابا سائیں آپ سے اک بات پوچھوں؟ " اس کے دماغ میں زعیم کی بات کھٹک رہی تھی اس کی بات کی صداقت جاننے کے لیے اس نے ڈرتے ڈرتے چوہدری حشمت سے پوچھا تھا " اگر میں وقاص سے شادی نہ کرنا چاہوں تو؟ " اس نے آنکھیں بند کر کے جلدی سے سوال کیا تھا حشمت صاحب نے چونک کے اسے دیکھا تھا " تو پھر بھی تمہیں اس سے ہی شادی کرنی ہوگی میرے پیار کا یہ مطلب نہیں کہ تمہاری ہر ناجائز خواہش بھی پوری کروں " انہوں نے بظاہر تو دھیمے لہجے میں کہا تھا لیکن ان کے لہجے میں چھپی سختی احواد نے شدت سے محسوس کی تھی اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی گیٹ پہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا دونوں کی نظریں گیٹ کی طرف گئی تھیں جہاں سے اک کرولا اندر داخل ہو رہی تھی اسے دیکھ کر دونوں کے چہروں پہ مسکراہٹ آئی تھی کیونکہ اس کا گھر بڑا سپوت گھر تشریف لایا تھا لیکن اس کے ساتھ اترتی کسی لڑکی کو دیکھ کر دونوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی اور انہوں نے اک دوسرے کو دیکھا تھا اتنے میں چوہدرائیں بھی باہر آچکی تھیں انہوں نے بھی یقیناً ہارن کی آواز سنی تھی چوہدری حشمت اور احواد کی طرح وہ بھی حیرانگی سے سلیمان چوہدری کے ساتھ اک لڑکی کو آتا دیکھ رہے تھے ان دونوں کا رخ ان تینوں کی طرف ہی تھا سلیمان نے ان کے پاس پہنچتے ہی سلام کیا تھا لیکن وہ سلام کا جواب دینے کی بجائے وہ تینوں اس لڑکی کو دیکھے جارہے تھے وہ لڑکی پہلے ہی گھبرائے ہوئی تھی اور ان کے مسلسل دیکھنے کے مزید گھبراتی سلیمان چوہدری کے پیچھے ہوئی تھی " یہ لڑکی کون ہے اور تمہارے ساتھ کیوں ہے؟ " حشمت

Posted On Kitab Nagri

صاحب نے کچھ اور بولے بناڈا ریکٹ سب کے ذہنوں میں مچلتا سوال پوچھا تھا "آپ کی بہو اور میری بیوی ہے اور کیوں ساتھ ہے تو بیوی ہمیشہ شوہر کے ساتھ ہی رہتی ہے" اس نے وہاں کھڑے تینوں لوگوں کے سروں پہ بمب پھوڑا تھا سب کی بے یقینی سے پھیلی نظریں اس پہ جمی ہوئی تھیں

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" تھوڑی دیر کے سکتے کے بعد حشمت صاحب غرائے تھے "میں سچ کہہ رہا ہوں یہ آپ کی بہو اور میری بیوی غزل سلیمان چوہدری ہے" ان کی غراہٹ سن کے بھی سلیمان کے لہجے کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا "اپنے خاندان کی روایات کو جانتے بوجھتے تم شادی کر آئے اور ماں باپ کو پوچھنا تو کیا بتانا بھی گورا نہیں کیا" حشمت صاحب دبے دبے لہجے میں چلائے تھے "میرا ایسا کوئی ادارہ نہیں تھا میرے لیے آپ لوگوں کی اجازت بہت معنی رکھتی ہے لیکن حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ آپ لوگوں کو کال کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملا" سلیمان نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تھی "دیکھیں آپ انہیں کچھ مت کہیں ان کا کوئی قصور نہیں ہے بس میری منحوسیت کا سایہ ان پہ پڑ گیا ہے" حشمت صاحب کے کچھ بولنے سے پہلے غزل کے کانپتی آواز میں کہا تھا سب نے چونک کے اسے دیکھا تھا "غزل آپ چپ رہیں میں کر رہا ہوں نہ بات" سلیمان چوہدری نے سختی سے اسے ٹوکا تھا "تمیز سے" حشمت صاحب نے اسے گھورا تھا بے شک ابھی اس کی پوزیشن کلیر نہیں ہوئی تھی لیکن وہ بیٹیوں سے بہت پیار کرتے تھے وہ اس مقلولے پہ یقین رکھتے تھے کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں اگر وہ یہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ان کی بیٹی سے کوئی اونچی آواز میں یابد تمیزی سے بات کرے تو انہیں یہ بھی نہیں پسند آیا تھا کہ ان کا بیٹا کسی لڑکی سے اونچی آواز میں بات کرے کیونکہ وہ بھی کسی کی بیٹی تھی اسی لیے وہ اسے ٹوک گئے

Posted On Kitab Nagri

تھے "بابا سائیں بات دراصل یہ ہے کہ یہ محترمہ مجھے آج ہی ملی ہیں آج سے پہلے میں انہیں جانتا تک نہیں تھا آج صبح آفس جاتے ہوئے یہ محترمہ میری گاڑی کے سامنے آگئی تھی انہیں زیادہ تو چوٹیں نہیں آئی تھیں لیکن جو چوٹ ماتھے پہ لگی تھی وہ زیادہ گہری تھی اس لیے مجھے انہیں ہاسپٹل لے کر جانا پڑا جہاں یہ دو تین گھنٹے بے ہوش رہی تھیں "سلیمان چوہدری رٹو طوطے کی طرح بولے جارہا تھا جب ایکسیڈنٹ والی بات سن کے ان تینوں نے غور سے اسے دیکھا تو اس کے سر پہ واقعی ہی پٹی بندھی ہوئی تھی جو اس کے سر پہ چادر ہونے کی وجہ سے زیادہ واضح نظر نہیں آرہی تھی منہ پہ بھی کہی کہی خراشیں تھی اور ہلکی سی سو جھن بھی تھی "اللہ اللہ کر کے انہیں ہوش آیا تو ان کے گھر کا پتہ پوچھ کے انہیں گھر ڈراپ کرنے گیا تو وہاں ان کی گمشدگی کو لے کر پہلے ہی بہت ہنگامہ برپا تھا اور اوپر سے میرے ساتھ ہونے پہ ان کے کردار پہ سوال اٹھایا گیا تھا گھر سے تو کزن کو سکول چھوڑنے گئی تھی اور تین چار گھنٹوں کے بعد آاک اجنبی جوان مرد کے ساتھ رہی ماں باپ کے مرنے کے بعد وی ماموں ممانی کے در پہ پڑی تھی جو اس سے جان چھڑوانا چاہ رہے تھے انہیں موقع مل گیا اس لیے اسی وقت محلے والوں شہ اور زبردستی اکسانے پہ ان کا نکاح مجھ سے کر کے ہمیشہ کے لیے اپنی زندگیوں سے نکال پھینکا "سلیمان کے زبانی ساری کہانی سننے کے بعد انہیں اس لڑکی پہ ترس آیا تھا جواب رونے میں مصروف تھی "ظاہر سی بات ہے اب نکاح کر کے میں انہیں پھر سے دردِ بھٹکنے کے لیے چھوڑ تو سکتا نہیں تھا اس لیے اپنے ساتھ لے آیا ہوں تاکہ آپ لوگ بھی اپنی بہو سے مل سکیں ورنہ میرے لیے اس نکاح کو چھپا کے رکھنا کوئی مشکل کام نہیں تھا "ساری بات بتانے کے بعد سلیمان نے اپنی پوزیشن کلیئر کی تھی "ادھر آؤ" سلیمان کی ساری باتیں سننے کے بعد چوہدری حشمت نے اسے اپنے پاس آنے کا کہا تھا غزل نے اک نظر سلیمان کو دیکھا تھا اس کے سر ہلانے پہ وہ ڈرتے ڈرتے ان کی طرف بڑھی تھی "آج سے تم ہماری بیٹی ہو جیسا پیار ہم احواد کو کرتے ہیں ویسا ہی تمہیں کریں گے اور اگر یہ

Posted On Kitab Nagri

ناہجار تمہارے ساتھ کوئی نا انصافی کرے تو سیدھا آکر مجھے بتانا پھر دیکھنا میں اس کی کیا حالت کرتا ہوں " اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے چوہدری حشمت نے نرمی سے کہا تو وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہلاسا مسکرائی تھی " بابا سائیں اتنا پیار کبھی بیٹوں کو بھی دے دیا کریں " سلیمان چوہدری نے جل کے کہا تھا یہ واقعی ہی سچ تھا کہ انہوں نے احواد کے مقابلے میں ان دونوں کو کھینچ کے رکھا ہوا تھا اکثر وہ دونوں بھائی احواد سے بہت جیلنس ہوتے تھے " اچھا بس بس چپ رہو تم دونوں اور بچے تم ان سے ملو یہ تمہاری اماں سائیں ہیں اور یہ تمہاری بہن ہے " انہوں نے سلیمان کو گھوری سے نوازنے کے بعد اس کا تعارف ان دونوں سے کروایا تھا چوہدرائے تو بہت پیار سے اسے ملی تھیں کیونکہ انہیں حقیقتاً اس کے لیے بہت دکھ ہوا تھا اتنی پیاری بچی اور اتنے دکھ دیکھ رہی تھی جبکہ احواد کے انداز میں کچھ زیادہ جوش نہیں تھا پھر چوہدری حشمت کے کہنے پہ وہ سب اندر کی طرف بڑھ گئے تھے

زعیم رات کو گھر آیا تو ہمیشہ کی طرح اماں برآمدے میں ہی اس کی منتظر بیٹھی ہوئی تھیں انہیں دیکھ کر وہ مسکرا دیا تھا اسے معلوم تھا اگر وہ رات کے دو بجے بھی گھر آئے گا تب بھی اسے وہ یہی اپنے انتظار میں بیٹھی ملیں گی " میری پیاری اماں آپ تھکتی نہیں ہیں ایسے میرے انتظار میں بیٹھ کے؟ " انہیں اپنے حصار میں لے کر ان کا سر چومتے اس نے پوچھا تھا " مائیں اپنے بچوں کے لیے کبھی نہیں تھکتی " انہوں نے اپنی مخصوص بات دہرائی تھی زعیم روز گھر آکر یہی سوال پوچھتا تھا اور اماں روز یہی جواب دیتی تھیں ابھی وہ کوئی مزید سوال پوچھتا کہ انوشہ پانی کا گلاس لیے وہاں آئی تھی زعیم نے پانی پی کے اس کا شکریہ ادا کیا تھا اور گلاس اسے واپس دیا تھا انوشہ واپس کچن میں جانے کی بجائے وہی بیٹھ گئی تھی " بھائی آپ کو پتہ ہے اماں مجھے جلد سے جلد گھر سے نکالنے پہ تلی ہوئی ہیں " اماں سمجھ

Posted On Kitab Nagri

رہی تھیں وہ کیوں بیٹھی ہے اس سے پہلے کہ وہ اسے وہاں سے جانے کا کہتیں انوشہ نے جھٹ سے کہا تھا اس کی بات سن کے زعیم کے ماتھے پہ بل آئے تھے "کیا مطلب اس بات کا؟" وہ کچھ کچھ سمجھ گیا تھا کیا معاملہ ہے لیکن پھر بھی پوچھ لیا تھا "کچھ نہیں بس ایویں بولتی رہتی ہے اس کی عادت کا تو پتہ ہے تمہیں اور تم اٹھو کھانا گرم کے دسترخوان پہ لگاؤ بھائی تھکا ہارا آیا ہے یہ نہیں اسے کوئی چائے پانی پوچھو بیٹھ گئی ہو باتیں بھگرنے" اماں نے پہلے زعیم سے کہا پھر انوشہ کو آنکھیں دیکھا کر وہاں سے بھیجنا چاہا تھا "مجھے پتہ ہے اماں آپ کے ذہن پہ اس کی شادی ہی سوار رہتی ہے لیکن ابھی میں اس کی شادی کے حق میں بالکل نہیں ہوں پہلے اپنی تعلیم مکمل کر لے پھر سوچتے ہیں اس کے بارے میں" زعیم نے دو ٹوک لہجے میں کہا تو انوشہ تھینک یو کہتے اس سے لپٹ گئی تھی "لیکن بیٹا لڑکیاں جلد ہی اپنے گھر کی ہو جائیں تو اچھا ہوتا ہے اور پھر اس کی شادی کے بعد تمہارا بھی تھوڑا بوجھ کم ہوگا" اماں نے فکر مندی سے کہا تھا "پہلی تو بات یہ کہ اماں یہ میرے لیے بوجھ نہیں ہے میری بہن ہے اور بہنیں ہمیشہ خوش بختی کی علامت ہوتی ہیں اور رہی بات اپنے گھر کی تو یہ کونسا پرایا گھر یہ میرے بچے کا گھر ہے اور ہمیشہ اسی کا ہی رہے گا" اس کے باتیں سن کر اماں نے محبت سے اسے دیکھا تھا اور ان کے دل سے دعا نکلی تھی کہ اللہ ہر بہن کو ایسا ہی بھائی دے تاکہ کبھی کوئی بہن بے مول نہ ہو "اچھا چلیں اب میری شادی کی بات تو گئی دب تو کیوں نہ اب بھائی کی شادی کی بات چھیڑ لی جائے؟" انوشہ نے شرارت سے کہتے اماں کی توجہ اس کی شادی کی طرف مبذول کی تھی "ہاں زعیم پتر اب تو بھی کر لے شادی جب سے تمہارے ابا مرحوم کی وفات ہوئی تب سے تو ہماری فکر میں ہی گھل رہا ہے اب اپنا بھی کچھ سوچ لے" اماں کی بات سن کے وہ مسکرایا تھا "میرا سوچنے کے لیے آپ دونوں ہیں نا تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے سوچنے کی" زعیم نے سارا فیصلہ انہی پہ چھوڑا تھا "ماں صدقے جائے تو فکر نہ بہت جلد دیکھنا میں تیرے لیے بالکل تیرے جیسے لڑکی ڈھونڈوں گی" اماں نے خوشی سے نہال ہوتے اس

Posted On Kitab Nagri

کاما تھا چوما تھا "اچھا آج باتوں سے ہی پیٹ بھریں یا کھانے کو بھی کچھ ملے گا؟" زعیم کی بات سن کے انوشہ تیزی سے اٹھی تھی لیکن اک دم چکر آ جانے سے دوبارہ نیچے بیٹھ گئی تھی "کیا ہوا بچے تم ٹھیک ہو؟" اماں اور زعیم دونوں نے فکر مندی سے اسے دیکھا تھا "ہاں میں ٹھیک ہوں بس وہ آج کالج میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا دن میں بھی کھانا نہیں کھایا اور ابھی آپ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی شاید تھوڑی کمزوری ہو رہی اسی لیے چکر آ گیا" ان دونوں کو پریشان دیکھ کر اس نے تسلی دی تھی "پاگل اک لگاؤں میں تمہیں جب سارا دن کچھ نہیں کھایا تو اب تک کھالینا چاہیے تھا تمہیں کھانا میرے انتظار میں کیوں بیٹھی ہو" زعیم نے اسے ڈانٹا تھا جس کے جواب میں وہ ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی تھی اور زعیم نے بس تاسف سے اسے دیکھا تھا اور خود بھی اس کے پیچھے گیا تھا تاکہ اس کے ساتھ کھانا دسٹر خوان پہ لگوا سکے

احواد غزل کو سلیمان کے روم میں چھوڑ گئی تھی جبکہ سلیمان باہر ہی تھا احواد کے جانے کے بعد ان سب کا اصرار یہ یاد کرتے غزل کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آ گئے تھے کہاں اپنے تھے جو اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور کہاں یہ غیر جو اس کے لیے اپنوں سے بھی بھڑکے ثابت ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد سلیمان کمرے میں آیا تو غزل کو پھر سے روتا دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی "کیسی لڑکی ہیں آپ؟ جب سے مجھے ملی ہیں بس روئے ہی جا رہی ہیں کیا سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ بلکہ احواد بھی تو ہے نا وہ تو نہیں روتی بلکہ وہ تو رولانے والے کورلا دیتی ہے" سلیمان نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی اپنے سوال کا جواب بھی دے دیا تھا "اس کے پاس ہر رشتہ ہے جس کی بناء پہ وہ بہت ایسا کرتی ہے اور جن کے سر پہ ماں باپ نہ ہوں تو وہ بہادر بننے کی بجائے بزدل ہی بنتے ہیں" غزل نے

Posted On Kitab Nagri

روتے ہوئے جواب دیا تھا "اب تو آپ کو بھی مل گئے ہیں بابا سائیں اماں سائیں احواد میرا چھوٹا بھائی زین مجھے یقین ہے وہ سب آپ کی سائیڈ ہی لیا کریں گے تو اب کیوں رورہی ہیں آپ؟" سلیمان نے چہرے پہ الجھن لیے پوچھا تھا "یہ تو بس خوشی اور تشکر کے آنسو ہیں" غزل نے کہا تو سلیمان نے اک بار پھر حیرت سے اسے دیکھا تھا "بھئی عجیب ہیں آپ بھی غم ملے تب بھی رونا ہے اور خوشی ملے تب بھی "وہ بڑبڑایا تھا "اچھا چلیں آپ یہ کپڑے تو چینج کر لیں گندے ہو رہے ہیں لیکن نہایے گامت زخم خراب ہو جائے گا" سلیمان اسے کہتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا "لیکن میرے پاس تو کپڑے ہی نہیں ہیں" غزل نے دھیرے سے کہا تھا "ہاں یہ تو مجھے خیال ہی نہیں رہا اچھا آپ ٹھہریں ابھی میں آپ کو احواد کا کوئی جوڑا لادیتا ہوں کل اماں سائیں کو کہوں گا وہ آپ کے لیے کپڑے خرید لائیں گی" سلیمان اپنی بات مکمل کرتے کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور تھوڑی دیر بعد احواد کا اک سوٹ لیے کمرے میں آیا تھا غزل نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے کپڑے لیے تھے اور واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی چینج کر کے واپس آئی تو سلیمان بھی چینج کر چکا تھا اسے دیکھتے غزل بیڈ پہ بیٹھ کے انگلیاں چٹخانے لگی تھی "میں سمجھ رہا ہوں آپ کی الجھن یقیناً آپ ہمارے رشتے کو لے کر خود کو الجھا رہی ہیں" سلیمان کی آواز کمرے میں گونجی تو غزل نے سر اٹھا کے اسے دیکھا تھا "یہی سوچ رہی ہوں گی آپ کے آپ کو میرے سر پہ زبردستی مسلط کیا گیا ہے اب ناجانے اس رشتے کا مستقبل کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ تو آپ میری اک بات جان لیں کے ہم پینڈو لوگ ہیں اک دفعہ اگر کوئی ہمارے نام سے جڑ جائے تو ہم اسے بیچ چور ہے اکیلا نہیں چھوڑتے اس لیے اپنے دماغ میں چلتی فضول سوچوں کو نکال دیں" اس کی باتیں سن کے غزل کو اطمینان ہوا تھا ورنہ وہ سچ میں سوچ سوچ کے پاگل ہو جاتی کے اس رشتے کا مستقبل کیا ہوگا" لیکن فلحال اس رشتے کے تقاضوں کو نبھانے کے لیے نہ آپ تیار ہیں نہ میں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ہم اس رشتے کو تھوڑا ٹائم دیں اور جب تک آپ اور میں دل سے اس رشتے میں

Posted On Kitab Nagri

بندھ نہیں جاتے تب تک میں ہمارے درمیان کوئی تعلق استوار نہیں کروں گا" اس کے اتنے کھلم کھلا کہنے پہ غزل حیا سے سرخ ہوئی تھی "چلیں فحال باہر چلتے ہیں سب کھانے پہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے" سلیمان نے کہہ کے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے تھے غزل نے اس کی تقلید کی تھی لیکن باہر نکلنے سے پہلے بے ساختہ اس کے دل نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا

اگلے دن چوہدری حشمت کا سارا خاندان اور تقریباً پورا گاؤں بڑی حویلی میں آن وارد ہوا تھا جو بھی سنتا کہ چوہدری حشمت کے بڑے بیٹے سلیمان چوہدری نے شادی کر لی اور اس کی دلہن شہری ہے تو وہ جھٹ بڑی حویلی پہنچتا کہ شہری وہ ہٹی (دلہن) کو دیکھ سکے جیسے وہ تو کوئی آٹھواں عجوبہ ہو دلہن دیکھ کر سب کا پہلا یہی سوال ہوتا ہے کہ یوں اچانک اور بن بتائے کیسے شادی ہو گی اور سب سے پہلے یہ سوال پوچھنے والی چوہدری شجاعت کی بیگم تھیں جو چوہدرائیں اور ان کے بچوں کو زیادہ پسند نہیں کرتی تھیں کیونکہ ہر کوئی ان کے دونوں کا موازنہ چوہدرائیں کے تینوں بچوں کے ساتھ کرتا تھا اور وہ اس چیز سے خار کھاتی تھیں سب کو یہی بتایا گیا تھا کہ غزل کے بابا کی پہلے ہی وفات ہو چکی تھی اور اک ماں تھیں جن کی خواہش پہ نکاح کیا گیا تھا اور اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہی تھیں زعیم کو بھی اس بات کی خبر صبح ہی ہوئی تھی جب وہ احواد کو یونی کے لیے لینے آیا تھا تب چوہدری حشمت نے آج اس کی چھٹی کا بتایا اور ساتھ ہی چھٹی کی وجہ بتائی تھی زعیم انہیں مبارکباد دے کر ڈیرے چلا گیا تھا ویسے بھی کل ان کے درمیان ہوئی تلخ کلامی کے بعد زعیم کا بھی دل نہیں کر رہا تھا اس کی شکل دیکھنے کا کم از کم اک دن تو اس کی یہ خواہش پوری ہو رہی تھی "ویسے بھر جائی لگتا ہے بہو میں نخرہ بہت کب سے ہم بیٹھے ہیں مجال ہے جو کوئی بات

Posted On Kitab Nagri

کی ہو اس نے؟ "جب اور کچھ نہ سو جھا تو بیگم شجاعت نے اک نیا اعتراض کیا تھا "ارے چچی سب میری اور آپ کی طرح تھوڑی ہوتے ہیں کچھ لوگ بھابھی کی طرح خاموش طبع کے ہوتے ہیں" چوہدرائُن نے کے بولنے سے پہلے احواد بول اٹھی تھی اکثر اس کی زبان کے جوہر دیکھ کر چوہدرائُن اس سے کہتی تھیں کہ تم ناجانے کس پہ چلی گئی ہو تو وہ فٹ سے کہتی تھی کہ چچی پہ چلی گئی ہوں وہ بھی اگلا کا لحاظ کیے بنا جو منہ میں آتا تھا وہی بول دیتی تھیں ابھی بھی اس نے اسی بات کا حوالہ دیا تھا چوہدرائُن نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں جبکہ غزل نے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا تھا "اس کو چھوڑو تم یہ تو بس بکواس کرتی رہتی ہے اک بہو بولتی کم ہے دوسرا یہاں پہ سب اس کے لیے نئے ہیں تو بس جھجک ہے تھوڑی "بیگم شجاعت کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھتے چوہدرائُن نے بات سنبھالنی چاہی تھی جبکہ بیگم شجاعت کی چھوٹی بہو بہت خوش ہوئی تھی اسے تو وہ بولنے نہیں دیتی تھیں اور احواد کے سامنے ان کی اپنی نہیں چلتی تھی "لگتا ہے بھر جائی آپ کے، بھائی صاحب اور بھائیوں کے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے اس لیے یہ دن بدن منہ پھٹ ہوتی جا رہی ہے" بیگم شجاعت نے اسے گھوری سے نوازا تھا لیکن سامنے پرواہ کسے تھی "ارے نہیں تو چچی جان میں تو بہت معصوم ہوں لیکن پتہ نہیں کیوں جس سے بات کرتی ہوں وہ مجھے اپنے بچوں سے ملانا شروع کر دیتے ہیں" اس نے درپردہ ان کے بچوں پہ طنز کیا تھا "احواد اٹھو یہاں سے اور جاؤ کچن میں سب کے لیے چائے بنا کے لاؤ" چوہدرائُن نے غصے سے کہتے اسے وہاں سے اٹھانا چاہا تھا "ارے اماں سائیں آپ کو تو پتہ ہے پہلے یونی اور پھر گھر آ کے اسائنمنٹس میرے پاس کہاں ٹائم ہوتا گھر کے کام سیکھنے کے لیے لیکن اگر پھر بھی آپ لوگوں کو چائے پینی ہے تو میں تیار ہوں آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کا شاہکار پیلانے کے لیے جسے پینے کے بعد آپ ساری عمر بھول نہیں سکے گئی" احواد نے مسکراہٹ دباتے بیگم شجاعت کو دیکھا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی "نہیں رہنے دو تم میں نے جو تمہارے ہاتھ کی اک دفعہ چائے پی ہے وہی بہت ہے مجھے مزید کی تمنا نہیں

Posted On Kitab Nagri

ہے "اس پہلے کہ وہ کچن کی طرف بڑھتی بیگم شجاعت کے تیزی سے بولنے پہ وہر کی تھی اور اپنا پلان کامیاب ہونے پہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی تھی وہ بیگم شجاعت کے سامنے خود کو بہت زیادہ پھوہڑا اور بد تمیز ظاہر کرنے کی کوشش کرتی تھی تاکہ وہ خود ہی اس رشتے سے انکار کر دیں اور اس کی وقاص نامی بلا سے اس کی جان چھوٹ جائے" بھر جائی ہانڈی روٹی بھی سیکھائیں اسے کچھ یا ہمارے گھر آکر پڑھائی کا اچار بنا کر ہمارے سامنے رکھا کرے گی ماشاء اللہ سے میرا وقاص تو نت نئے کھانوں کا شیدائی ہے "بیگم شجاعت نے چوہدرائیں کو اپنے نایاب مشورے سے نوازا تھا "زہر نہ کھلا دوں میں آپ کے چہیتے وقاص کو نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری" "احواد دانت پیستے ہوئے بڑبڑائی تھی "جی چچی آپ بے فکر رہیں آپ کے بیٹے کو تو میں ایسے کھانے کھلاؤں گی کہ اسے میرے علاوہ کسی اور کے ہاتھ کا کھانا پسند ہی نہیں آئے گا" "احواد نے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے کہا تھا بیگم شجاعت نے مشکوک نظروں سے اس کی مسکراہٹ کو دیکھا تھا "دیکھیں گے" سر جھٹکتے انہوں نے احواد کی بات کو ہوا میں اڑایا تھا جیسے انہیں یقین ہو کے ایسا کچھ نہیں ہو گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ بس اچھے طریقے سے زبان ہی چلا سکتی تھی "چلیں دیکھ لیجیے گا مگر فلحال مجھے اسائنمنٹ بنانی ہے اس لیے اپنے کمرے میں جا رہی ہوں میں" "احواد نے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی تھی جبکہ بیگم شجاعت کی گھورتی نظروں نے اس کا دور تک پیچھا کیا تھا

احواد صبح یونیورسٹی جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھی تو زعمیم کو دیکھ کر اسے تھوڑی حیرت ہوئی تھی اسے لگا تھا اس دن کی باتوں کے بعد وہ اس ڈیوٹی کو خیر آباد کہہ دے گا لیکن وہ یہ بھول رہی تھی کہ اس کے معاملے میں چوہدری حشمت زعمیم کے علاوہ کسی پہ بھی بھروسہ نہیں کر سکتے تھے یونیورسٹی پہنچ کر فائز کو دیکھتے اسے پھر اپنی اور

Posted On Kitab Nagri

حشمت صاحب کے باتیں یاد آگئی تھیں جن سے یہ واضح تھا کہ وہ اس کی شادی وقاص کے سوا کسی سے نہیں کریں گے اس نے فائز سے بات کرنی چاہی تھی لیکن کلاسز کی وجہ سے وہ کر نہیں پائی تھی پھر فری کلاس میں وہ اسے لیے ڈیپارٹمنٹ کے بلکل الگ تھلگ گوشے میں آکر بیٹھے تھے دوست ہونے کے باوجود وہ اک دوسرے سے کم ہی بات چیت کرتے وجہ وہی تھی کہ کوئی احواد کے کریکٹر کو لے کر کوئی بات نہ کہہ دے "پرسوز عیم نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تھا" بیٹھتے ہی احواد نے کہا تھا جسے سن کے فائز کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات ابھرے تھے "پھر؟ کچھ کہا تو نہیں اس نے تمہیں؟ یا گھر جا کے تمہارے بابا سائیں کو تو نہیں بتا دیا کچھ؟" اس نے پریشانی سے پوچھا تھا "نہیں بابا سائیں کو تو اس نے کچھ نہیں کہا اگر کچھ کہا ہوتا تو وہ لازمی مجھ سے باز پرس کرتے لیکن انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا لیکن زعیم نے ضرور کہا تھا کہ یہ دوستی ہم دونوں کے لیے مہنگی ہو سکتی ہے" اس کی پہلی بات سن کے جہاں اسے تھوڑا طمینان ہوا تھا وہی آخری بات پھر پریشانی کا باعث بنی تھی "فائز کیا تم مجھ سے مح،،، میرا مطلب کیا تم مجھے لے کے سیریس ہو مطلب کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو" فائز کے کچھ بھی بولنے سے پہلے احواد بولی تھی شکل سے صاف گھبراہٹ عیاں ہو رہی تھی وہ چاہے جتنی بھی بولڈ بنتی لیکن جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی اس کا ہی اثر تھا یہ بات پوچھتے ہوئے فطری شرم و گھبراہٹ آڑے آرہی تھی لیکن پوچھنا بھی ضروری تھا تا کہ وہ اس سارے معاملے کے بارے میں کوئی حل نکال سکے "نہیں ٹائم پاس کر رہا ہوں" فائز کی بات سن کے احواد نے جھٹکے سے سراٹھا کے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا "اب ایسے آنکھیں پھاڑ کے کیا دیکھ رہی ہو جیسا بے تکا تم نے سوال پوچھا ہے ویسا ہی بے تکا میں نے جواب دیا ہے ظاہر سی بات ہے میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے کیا پڑی ہے میں ویسے ہی تمہارے ارد گرد گھومنے کی اور اگر تم سمجھ رہی ہو کہ میں بھی باقی سب لڑکوں کی طرح ٹائم پاس کروں گا اور پھر چھوڑ دوں گا تو تم غلط سمجھ رہی ہو کیونکہ میں خود دو

Posted On Kitab Nagri

بہنوں کا بھائی ہوں میں ایسا کچھ نہیں کروں گا جس کا مکافات عمل میری بہنوں کو بھگتنا پڑے "فائز کی باتوں سے وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی "مگر بابا سائیں نہیں مانیں گے" حشمت صاحب کی باتیں یاد کرتے اس نے افسردگی سے کہا تھا فائز کے کچھ بھی پوچھنے سے پہلے اس نے اپنے اور حشمت صاحب کے درمیان ہوئی باتیں اس کے گوش گزار دی تھیں "اگر تم کہو تو میں اپنے پرنٹس کے ساتھ آؤں تمہارے گھر تمہارے بابا سائیں سے بات کرنے شاید وہ مان ہی جائیں "فائز نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا "بلکل بھی نہیں ایسا کر کے تم ان کے عتاب کو دعوت دو گے اور میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تمہیں یا تمہارے پرنٹس کو کوئی تکلیف یا ذلت اٹھانی پڑے "احواد نے جھٹ اس کی بات سے انکار کیا تھا "تو کیا پھر ہمارا معاملہ ایسے ہی لٹکا رہے گا؟" فائز نے سنجیدگی سے پوچھا تھا "میں اک دفعہ پھر کسی بہانے سے بابا سائیں سے بات کرنے کی کوشش کروں گی پھر دیکھیں گے کیا کرنا ہے "احواد نے کہا تو فائز نے سر ہلایا تھا "اچھا تم کل چھٹی پہ کیوں تھی؟" فائز نے ٹاپک چینج کرتے پوچھا تھا "ہاں وہ میرے بھائی کا نکاح کر کے آئیں ہیں تو کل گھر میں سب رشتے دار جمع تھے اس لیے نہیں آ سکی تھی "احواد نے اسے نکاح کی اصل وجہ نہیں بتائی تھی بس نکاح کا بتایا تھا اور ساتھ ہی اپنی اور اپنی چچی کی گفتگو بھی سنائی تھی جسے سن کے فائز کافی دیر تک ہنستا رہا تھا "اوہ تو احواد صاحبہ شادی کے بعد وقاص صاحب کے لیے اپنے ہاتھوں سے نت نئے کھانے بنایا کریں گی اور کیا اپنے ہاتھوں سے ہی کھلایا کرو گی؟" فائز نے شرارت سے اسے چھیڑا تھا "اسے اپنے ہاتھوں سے زہر نہ کھلا دوں تاکہ اک ہی دفعہ اس سے جان چھوٹ جائے اور ساتھ تھوڑا سا تمہیں بھی کھلا دوں گی "احواد نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا اور غصے سے وہاں سے اٹھ گئی تھی پیچھے فائز کو اک بار پھر ہنسی کا دور اپڑ گیا تھا

Posted On Kitab Nagri

زعیم احواد کو یونی سے لینے آیا تھا اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی زعیم نے زن سے گاڑی گاؤں کی طرف دبگائی تھی اس نے اک نظر بھی احواد پہ ڈالنا گوارا نہیں کی تھی اسے احواد کی باتوں سے دکھ ضرور ہوا تھا لیکن پھر اس نے سوچا تو اسے احواد کی باتیں ٹھیک ہی لگی تھیں وہ ان کے گھر کا ملازم تھا اور ان کے نجی معاملات میں دخل دینے والا وہ کون ہوتا تھا احواد نے اک دو دفعہ زعیم پہ نگاہ ڈالی تھی جو لب بھینچے سڑک پہ نظریں گاڑے خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا وہ حویلی پہنچے تو حویلی کا گیٹ پہلے ہی کھلا ہوا تھا جہاں سے اک گاڑی اندر داخل ہو رہی تھی "زین بھائی" گاڑی کو پہچانتے احواد چلائی تھی اس کے چلانے پہ زعیم نے بس اک سر سری سی نظر اس پہ ڈالی تھی اور اس گاڑی کے پیچھے جا کر گاڑی پارک کی تھی گاڑی رکتے ہی احواد تیزی سے گاڑی سے نکلی تھی اور بھاگتے ہوئے جا کر زین کے گلے لگی تھی "واٹ آس پر انز آپ نے اپنے آنے کا بتایا ہی نہیں" اس نے کہا تو زین نے مسکراتے ہوئے اس کا سر چوم کے اسے پیچھے کیا تھا "میں آفس کے کام سے دو دن کے لیے آؤٹ آف سٹی گیا ہوا تھا اس لیے مجھے بھائی کے کارنامے کا پتہ نہیں چلا تھا اب پتہ چلا تو بغیر وقت ضائع کیے چھٹی لے کر یہاں پہنچ آیا کہ میں بھی بھائی کو ان کی خانہ بربادی کی مبارکباد دے سکوں" زین نے شرارت سے کہا تو احواد ہنس پڑی تھی اتنے میں زعیم بھی ان کے نزدیک آچکا تھا "السلام علیکم زعیم بھائیسیہ ہیں آپ؟" اس کے گلے لگتے زین نے پوچھا تھا اس کے انداز میں گرمجوشی تھی جسے محسوس کرتے زعیم مسکرایا تھا جبکہ احواد کے منہ کے زاویے بگڑے تھے زین اس کے ساتھ بہت اٹیچ تھا جب زعیم ان کے ہاں آیا تھا تو وہ سکول سٹوڈنٹ تھا ان دونوں کی آپس میں اچھی خاصی بنتی تھی اور زین اسے پیار سے زعیم بھاکہتا تھا اور شہر جانے کے بعد بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی وہ جب

Posted On Kitab Nagri

بھی زعیم سے ملتا تھا گرمجوشی اور محبت سے ہی ملتا تھا "وعلیکم السلام اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں تم سناؤ" زعیم نے سنجیدگی اور محبت سے جواب دیا تھا "میں بھی فرسٹ کلاس" زین نے پیچھے ہوتے جواب دیا تھا "اس چوہیا کو یونی لانے اور لے جانے کی ابھی تک آپ کی ہی ڈیوٹی ہے؟" شرارت سے احواد کو دیکھتے اس نے زعیم سے پوچھا تھا جس نے بس سر ہلایا تھا جبکہ احواد نے اسے گھورا تھا "کیا زعیم بھائی آپ ابھی تک کھڑوس کے کھڑوس ہی ہیں پتہ نہیں کب ہماری بھابی ملیں گی دعا کروں گا کہ وہ تو تھوڑی نٹ کھٹ ہوں تاکہ آپ کا بھی یہ کھڑوس پن زرا کم ہو" زعیم کے بس سر ہلانے پہ زین نے جھلا کے کہا تھا "تم فضول بکواس مت کرو اور اندر جاؤ میں بھی ڈیرے جارہا ہوں" زعیم نے اسے آنکھیں دیکھاتے کہا تھا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ زین بھی ہنستے ہوئے احواد کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گیا تھا "السلام علیکم ایوری ون" حویلی کے وسیع برآمدے میں اس وقت سلیمان، غزل، چوہدری حشمت اور چوہدرائیں بیٹھے ہوئے تھے زین کی آواز سن کر سب نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا تھا اور سب باری باری اٹھ کے اسے ملے تھے "تم نے آنے کا بتایا نہیں تھا" سلیمان نے اس کی اچانک آمد کے بارے میں پوچھا تھا "میں نے کہا بھائی نے شادی کا سرپرائز دیا ہے میں سب کو اپنی شکل مبارک دکھا کے سرپرائز دے دیتا ہوں" اس نے شرارت سے کہا تو سب ہنس دیے تھے اور غزل جھینپ گئی تھی "بکواس نہ کر" سلیمان نے اسے گھورا تھا "ویسے بھابی دو دن ہو گئے آپ کو اس چوہیا کی صحبت میں رہتے ہوئے ابھی تک آپ بولنا نہیں سیکھیں؟ اس کی بک بک کے سامنے تو مردے بھی بولنے لگ جاتے ہیں آپ تو پھر انسان ہیں" زین نے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا تھا لیکن آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں "زین بھائی آپ کی ہونے والی بیوی ہوگی چوہیا خبردار جو مجھے چوہیا بولا تو" احواد نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا تھا "ارے میری بیوی تو بالکل غزل بھابی جیسی معصوم ہوگی اور تمہارا دلہا ہوگا چوہا کیونکہ چوہیا کا دلہا چوہا ہی ہوتا ہے ویسے آپس کی بات ہے وقاص لگتا بھی

Posted On Kitab Nagri

چوہا ہے "اونچی آواز میں کہتے آخر میں اس نے بلکل دھیمی آواز میں احواد کے کان میں کہا تھا اونچی آواز میں کہنے پہ اسے چوہدری حشمت سے جوتے بھی پڑ سکتے تھے کہہ کے وہ وہاں رکا نہیں تھا بلکہ اس نے دوڑ لگادی تھی اور احواد چیختے اس کے پیچھے بھاگی تھی غزل آنکھیں پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی اس کے لیے یہ سب کچھ نیا تھا جبکہ ان تینوں کے لیے یہ سب معمول کی بات تھی اس لیے وہ نارمل بیٹھے ہوئے تھے

چوہدری حشمت ڈیرے سے حویلی جانے کا سوچ ہی رہے تھے کہ چوہدری شجاعت کی آمد پہ انہیں رکنا پڑا تھا اور ساتھ ہی ان کا ماتھا ٹھنکا تھا کیونکہ وہ ان کے ڈیرے بہت کم آتے تھے سلیمان کی شادی کی خبر سن کے بھی وہ کچھ نہیں بولے تھے حالانکہ چوہدری حشمت ان سے اچھے خاصے اختلاف کی امید رکھ رہے تھے انہیں چوہدری حشمت کا اپنے بچوں کا اتنا پڑھانا اچھا نہیں لگتا تھا اکثر وہ کہتے بھی تھے کہ یہ پڑھائی تمہارے بچوں کا دماغ خراب کر دے گی اور وہ باغی ہو جائیں گے اور پھر تم بیٹھ کے ہاتھ ملتے رہنا لیکن چوہدری حشمت ان کی باتوں کان نہیں دھرتے اور یہی بات انہیں غصہ دلاتی تھی لیکن کہہ کچھ نہیں سکتے تھے کیونکہ چوہدری حشمت ان کے بڑے بھائی ہیں سب سے زیادہ اختلاف تو انہیں زعیم کے زمینیں سنبھالنے اور احواد کو لانے اور لے جانے پہ تھا جب زعیم نے سب کچھ سنبھالا تھا تب چوہدری شجاعت نے کہا تھا کہ وقاص کر لے گا سب آخر بڑی حویلی کا ہونے والا اکلوتا داماد تھا لیکن یہاں بھی چوہدری حشمت نے سہولت سے انکار کر دیا تھا پھر احواد جب یونی جوائن کی تب بھی چوہدری شجاعت نے اعتراض اٹھایا تھا کہ وہ نہیں چاہتے ان کی ہونے والی بہو شہر جا کر لڑکوں کے درمیان رہ کے پڑھے تب چوہدری حشمت نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا وہ ان کی بیٹی ہے اور ابھی ان کے گھر ہی ہے اس لیے وہ اس

Posted On Kitab Nagri

کی کوئی خواہش رد نہیں کر سکتے چوہدری شجاعت نے احواد کو لانے اور لے جانے کی ذمہ داری وقاص کو سونپنی چاہی تھی لیکن چوہدری حشمت نے ٹال دیا تھا ان سب باتوں کو لے کر چوہدری شجاعت کے دل میں ان کے لیے تھوڑی کدوت بھی تھی لیکن یہ سب باتیں وہ زبان پہ لانے سے قاصر تھے "آؤ شجاعت آج یہاں کیسے آنا ہوا؟" چوہدری حشمت نے ان کو اشارے سے اپنے سامنے پڑی چار پائی پہ بیٹھنے کا کہا تھا "بس کچھ باتیں میرے دماغ میں چل رہی ہیں جن پہ میں آپ کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتا ہوں بس اس لیے یہاں آیا ہوں" چوہدری شجاعت نے کیا کہنا تھا حشمت صاحب اچھی طرح سمجھ رہے تھے "سائیں مداخلت کے لیے معافی لیکن وہ ٹریکٹر میں کچھ خرابی ہو گئی ہے جس کی مرمت کے لیے مزارع کو پیسے دینے تھے اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں" چوہدری حشمت کے کچھ کہنے سے پہلے زعیم وہاں آیا تھا چوہدری حشمت نے اس کی بات سن کے اسے پیسے تھمائے جنہیں لے کر زعیم وہاں سے چلا گیا تھا اس دوران چوہدری شجاعت اسے کینہ تو ز نظروں سے گھورتے رہے تھے زعیم انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا "ہاں بولو شجاعت کیا کہہ رہے تھے" زعیم کے جانے کے بعد چوہدری حشمت دوبارہ چوہدری شجاعت کی طرف متوجہ ہوئے تھے "بھائی صاحب کیا ہے اس لڑکے میں جو آپ کو یہ اتنا پسند ہے؟" چوہدری شجاعت کی اپنی توجہ ہٹ کے اب زعیم پہ ہو چکی تھی "سترہ اٹھارہ سال کا تھا جب اس کا باپ اسے چھوڑ کے چلا گیا تھا تب یہ کام کے لیے میرے پاس آیا تھا میرے بیٹے تو شہر میں تھے پڑھائی کی غرض سے ان کے بعد یہی تھا جو میرے ہر دکھ سکھ ہر مشکل پریشانی میں میرے ساتھ میرا بازو بن کے کھڑا رہا تھا اور مجھے سب سے زیادہ اس کی ایمانداری پسند ہے میرا سارا زمینوں کا حساب کتاب اسی کے پاس ہوتا ہے اتنے سال گزر گئے لیکن آج تک ایک روپے کا ہیر پھیر نہیں کیا اس نے مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز ہے یہ بھی" چوہدری حشمت کے لہجے میں زعیم کے لیے محبت ہی محبت تھی جسے محسوس کر کے چوہدری شجاعت نے نخوت سے سر جھٹکا تھا "چھوڑیں

Posted On Kitab Nagri

ان باتوں کو میں جو کہنے آیا ہوں وہ بات تو بیچ میں ہی رہ گئی ہے "چوہدری شجاعت نے کہا تو وہ گہری سانس بھرتے ہم تن گوش ہوئے تھے "دیکھیں بھائی صاحب آپ نے کب سے وقاص کو لٹکا کے رکھا ہوا ہے آپ نے کبھی میری کسی بات پہ دھیان نہیں دیا اور اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیا ہے آپ نے آپ کا بیٹا آپ سب کو بن بتائے شادی کر آیا ہے اور آپ نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کچھ نہیں کہا اگر ایسا ہی رہا تو آپ کے باقی دونوں بچے بھی اپنی اپنی پسند کی شادی کر آئیں گے اور آپ بس دیکھتے رہ جائیں گے "چوہدری شجاعت کی باتیں حشمت صاحب کو بری تو لگیں تھیں لیکن انہوں نے اپنے تاثرات نارمل ہی رکھے تھے "دیکھو شجاعت وہ میرے بچے ہیں اور مجھے ان پہ پورا یقین ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے ان کے باپ کا سر جھکے اور رہ گئی بات وقاص اور احواد کی شادی کی تو بس اک سال ہی بات ہے بس تھوڑی ہی پڑھائی رہ گئی ہے اس کی پھر شادی کر دیں جہاں اتنے سال انتظار کیا یہ وہاں اک سال اور کر لیں "چوہدری حشمت کی باتوں پہ چوہدری شجاعت تلملائے تھے "دیکھیں لیں بھائی صاحب اتنا مان بھی اچھا نہیں ہوتا کیونکہ اکثر جب مان ٹوٹتے ہیں تو بہت درد ہوتا ہے "چوہدری شجاعت نے معنی خیزی سے کہا تھا "چوہدری شجاعت اپنی اولاد پہ مان کر ناچا ہے اس طرح انہیں بھی کچھ کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اور والدین کو بھی دلی خوشی ملتی ہے "چوہدری حشمت بے نرمی سے کہا تھا "چلیں ٹھیک ہے پھر بھائی صاحب اک سال اور انتظار کر لیتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے "چوہدری شجاعت نے کہا تھا اور پھر تھوڑی دیر اور بیٹھنے کے بعد دونوں ڈیرے سے اٹھ گئے تھے

Posted On Kitab Nagri

زین کافی عرصے کے بعد گاؤں آیا تھا اس لیے آج اس کا ارادہ پورا گاؤں گھومنے کا تھا اسی لیے صبح سویرے ہی اپنے ساتھ اک ملازم کو لیا اور گاؤں کی سیر کو نکل گیا تھا گھومتے گھومتے صبح سے دوپہر ہو گئی تھی لیکن زین تھکنے کا نام نہیں لے رہا تھا کل اسے واپس چلے جانا تھا اس لیے وہ جانے سے پہلے اک دفعہ پورے گاؤں کی سیر کر کے جانا چاہتا تھا وہ گاؤں کی خوبصورتی کو کیمرے میں قید کرتے اپنے دھیان میں چلا رہا تھا کہ کسی سے ٹکرایا تھا اور جواباً سامنے والے کا موبائل گرا تھا اور پکی زمین پہ گرتے موبائل کی سکرین چکنا چور ہوئی تھی موبائل کے گرنے کے ساتھ ساتھ اک نسوانی چیخ بھی گونجی تھی زین نے کیمرے سے نظریں ہٹا کے سامنے دیکھا تھا جہاں کوئی اور نہیں انوشہ منہ پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے موبائل کو دیکھ رہی تھی زین نے کہی بچپن میں انوشہ کو دیکھا تھا اس لیے وہ اسے نہیں پہچانتا تھا "اندھے ہو کیا دیکھ کے نہیں چل سکتے تمہاری وجہ سے میرا فون ٹوٹ گیا میرے بھائی نے گفٹ کیا تھا مجھے" اس نے جھک کے اپنا فون اٹھایا تو اس کی حالت دیکھ کے وہ شروع ہو گئی تھی "دیکھیں میں نے جان،،،" "ہاں اب کہہ دیں میں جان بوجھ کے نہیں ٹکرایا جانتی ہوں میں تم جیسے لفنگلوں کو لڑکی دیکھی نہیں کہ ٹھکر پن جھاڑنا شروع کر دیتے ہو" اس کے وضاحت دینے کی کوشش نے جلتی پہ تیل ڈالنے کا کام کیا تھا انوشہ نے بھی پہلے زین کو نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ بھی اس بات سے انجان تھی کہ وہ کون ہے "چپ کر جاؤ لڑکی تم جانتی ہو یہ کون ہیں؟" اس کے پیچھے کھڑے ملازم نے انوشہ کو گھورتے ہوئے سخت آواز میں کہا تھا "کون ہے؟ نا عوز باللہ خدا تو نہیں ہے نہ جس کا ڈروا تم مجھے دے رہے ہو میں کسی سے نہیں ڈرتی" اس نے انگلی اٹھا کے اسے کہتے اپنی بہادری دکھائی تھی "چوہدري حشمت کے چھوٹے صاحبزادے زین چوہدري ہیں چاہیں تو تمہاری اس بد تمیزی کے لیے تمہاری،،،" ابھی وہ مزید بولتا کہ زین نے ہاتھ اٹھا کے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا تو وہ خاموش ہوا تھا "ہاں تو چھوٹے چوہدري ہی ہیں اس میں،،، کیا؟" وہ جو اپنی دھن میں بول رہی تھی کہ اچانک اس کے دماغ

Posted On Kitab Nagri

میں اس کی بات گھسی تو اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ کے زین کو دیکھا تھا جو مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا "ایم سوری چھوٹے چوہدری جی وہ بس میری زبان پھسل گئی آپ پلیز بھائی کو مت بتائیے گا کہ میں آپ سے بدتمیزی کی ورنہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے" انوشہ نے کان پکڑتے اس سے سوری کرنے کے ساتھ گزارش کی تھی زین کچھ حیرت اور کچھ دلچسپی سے اسے دیکھا تھا یعنی اسے اب بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس اپنے بھائی کی ناراضگی کو لے کر فکر مند تھی "کون ہے تمہارا بھائی؟" زین نے پوچھا تھا "زعیم اکرم حویلی کے سب سے بھروسے مند آدمی ہیں وہ" انوشہ نے گردن اکڑا کر کہا تو اس کے ہونٹ اوکی شپ میں کھلے تھے اور پھر وہ مسکرا دیا تھا "ٹھیک ہے میں نہیں بتاؤں گا لیکن فحال آپ کو دیر ہو رہی ہے اس لیے جائیں گھر" زین نے کہا تو وہ جھٹ سے گردن ہلاتی وہاں سے نود و گیارہ ہو گئی تھی جبکہ زین بس اس کی تیزی کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو
www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔
اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو
ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Posted On Kitab Nagri

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

شام کا وقت تھا غزل شدید بور ہو رہی تھی اپنی بوریٹ ختم کرنے کے لیے اس نے چوہدرائے کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹانا چاہا تھا لیکن انہیں منع کر دیا تھا کہ وہ دودن کی دلہن سے کام کرواتی اچھی لگیں گی وہاں سے نکل کے غزل باہر صحن بیس آگئی تھی جہاں پہلے سے احواد بیٹھی ہوئی تھی غزل کو تین دن ہو گئے تھے حویلی آئے لیکن وہ ابھی تک احواد کو سمجھ نہیں سکی تھی جب اس کا موڈ ہوتا تو سرسری سی بات کر لیتی تھی اور کبھی اسے منہ ہی نہیں لگاتی تھی ابھی بھی وہ احواد کے ساتھ آکر بیٹھ گئی تھی جو کوئی بک پڑھ رہی تھی غزل نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا بلکہ خاموشی سے آکر وہاں بیٹھ گئی تھی "کیا بات ہے بھابھی بندہ بات ہی کر لیتا ہے آپ تو خاموشی سے آکر بیٹھ گئی ہیں" احواد کتاب بند کرتے بولی تھی "نہیں تم اپنے موڈ کے مطابق بات کرتی ہو مجھے نہیں پتہ تھا تمہارا موڈ کیسا ہے اس لیے میں خاموشی سے بیٹھ گئی" غزل نے سادگی سے کہا تو احواد شرمندہ ہوئی تھی "ایم سوری یار بھابھی وہ بس میری عادت نہیں کسی سے جلدی گھلنے ملنے کی لیکن اب آپ تو میری بھابھی ہیں اس لیے مجھے لگتا ہے ہمیں دوستی کر لینی چاہیے" احواد نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جسے پہلے غزل نے حیرت سے دیکھا تھا اور پھر مسکرا کے تھام لیا تھا ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ کہتا کہ وقاص وہاں آن وارد ہوا تھا اسے دیکھ کے احواد کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے "بابا سائیں، سلیمان بھائی اور زین بھائی میں سے کوئی بھی گھر نہیں ہے" احواد نے اس کے

Posted On Kitab Nagri

قریب آتے ہی کہا تھا مطلب صاف تھا کہ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ" لیکن میں ان تینوں میں سے کسی سے ملنے بھی نہیں آیا میں تو بھابھی سے سلام دعا کرنے آیا تھا" وقاص نے چھپوڑے پن سے کہا تھا غزل نے حیرت سے جبکہ احواد نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا تھا" لیکن بھابھی کسی ایرے غیرے سے بات نہیں کرتیں بھابھی آپ اندر جاییں میں بھی آتی ہوں" احواد نے پہلے وقاص کو کہا پھر غزل کو اندر جانے کا کہا وہ ان دونوں کو حیرت سے دیکھتی اندر چلی گئی تھی" تم آج مجھے بتا ہی دو آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ کیوں ہر وقت یہاں ٹپک آتے ہو؟" احواد نے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے ناگواری سے پوچھا تھا" تم بھول رہی ہو یہ میرے تایا کا گھر ہے" وقاص لہجہ بہت کچھ جتنا ہوا تھا" ہاں تو جب تایا گھر ہوتے ہیں تب آیا کرو" احواد بھی بنا لحاظ کے بولی تھی وقاص کا چہرہ غصے سے لال ہوا تھا" اکڑ لو جتنا اکڑنا ہے بس کچھ عرصہ اور پھر تمہاری ایسی اکڑ نکالوں گا کہ اس لہجے میں کیا تم کسی بھی لہجے میں بات کرنے کے قابل نہیں رہو گی" وقاص نے انگلی اٹھا کے اسے دھمکی دی تھی" تو پھر تم بھی میری اک بات سن لو کان کھول کے شادی تو میں تم سے مر کے بھی نہیں کروں گی اس لیے تمہیں بھی جتنے خواب دیکھنے ہے دیکھ لو" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے احواد بے خوفی سے بولی تھی" تمہاری یہی دیدہ دلیری زہر لگتی ہے مجھے تایا سائیں نے تمہیں کچھ زیادہ ہی سر پہ چڑھایا ہوا ہے لیکن میں نے بھی تمہیں سر کے تاج سے پاؤں کی جوتی نہ بنایا تو وقاص چوہدری نام نہیں میرا" وقاص نے سلگتے لہجے میں کہا تھا" خواب اچھے ہیں تمہارے وقاص چوہدری لیکن وہ کیا ہے نہ ہر خواب کو حقیقت کا رنگ نہیں چڑھتا" احواد کے لبوں پہ اک استہزائیہ مسکراہٹ آئی تھی" تو تم بھی سن لو احواد چوہدری کے تایا سائیں تمہارے جتنے مرضی لاڈاٹھالیں لیکن شادی وہ تمہاری مجھ سے ہی کریں گے آخر زبان دی ہوئی ہے انہوں نے اور تم جانتی ہو ہمارے خاندان میں اپنی زبان سے مکر جانا کتنی توہین کی بات ہوتی ہے" اور یہاں آکر احواد بے بس ہوئی تھی اور اسے رونا بھی آیا تھا کہ یہ کیسی رسومات ہیں لڑکی کو بچپن میں

Posted On Kitab Nagri

ہی کوئی بے جان شے سمجھ کے کسی کے نام سے منسوب کر دو اور پھر وہ چاہے جیسا بھی ہو اسے قبول بھی کرنا پڑتا ہے لیکن وہ بھی احواد چوہدری تھی جس نے جھکنا تو سیکھا ہی نہیں تھا "تو پھر تم بھی جانتے ہو کہ میں بھی اسی خاندان کا حصہ ہوں میں نے کہا کہ میں تم سے شادی نہیں کروں گی تو کسی قیمت پہ نہیں کروں گی" احواد نے کہا تو وقاص نے اک زوردار قہقہہ لگایا تھا "چلو پھر دیکھتے ہیں تم مجھے ٹھکرا کر میری توہین کرو گی یا میری قید میں آکر اپنی اکڑ اور اس بے جا اعتماد سے ہاتھ دوں گی" وقاص نے اسے مسکراتے ہوئے چیلنج کیا تھا "وقاص تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" سلیمان کی آواز پہ چونک کے دونوں نے آواز کی سمت دیکھا تھا جہاں چوہدری حشمت، سلیمان اور زین کھڑے تھے اک دوسرے کو چیلنج کرنے میں وہ اتنے مصروف تھے کہ وہ ان کی آمد کو محسوس ہی نہیں کر سکے تھے "کچھ نہیں تم لوگوں کے لیے ہی آیا تھا لیکن تم گھر نہیں تھے احواد یہاں مل گئی تو اس سے حال احوال پوچھنے لگا تھا "وقاص نے نارمل انداز میں کہا تھا "وقاص بھائی جب ہم تینوں میں سے کوئی گھر نہ ہو تو آپ یہاں مت آیا کریں" زین نے سنجیدگی سے کہا تھا احواد کا چہرہ دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کوئی نہ کوئی بات ہوئی ہے دونوں کے درمیان وہ احواد سے بعد میں پوچھنے کا ارادہ رکھتا تھا "اور وہ جو تم لوگوں کا چہیتاز عیم آتا ہے وہ؟ میں تو پھر تم لوگوں کا چچا زاد ہوں وہ تو کچھ بھی نہیں لگتا" وقاص کی بات پہ ان تینوں کے چہروں پہ ناگواری پھیلی تھی جبکہ احواد وہاں سے جا چکی تھی "زعیم میری غیر موجودگی میں حویلی کے اندر کبھی نہیں آیا" چوہدری حشمت کی سخت آواز پہ وقاص کو احساس ہوا تھا وہ ان کے سامنے غلط بول گیا ہے اسے ان کا ڈر وغیرہ نہیں تھا کہ وہ ناراض ہو جائیں گے یا کچھ اور بس شادی تک وہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ ان کے دماغ میں وقاص کو لے کر کسی بھی قسم کا شک آئے شادی کے بعد وہ کھل کے ان سامنے آئے گا اور سب کو اپنی انگلیوں پہ نچائے گا "معذرت خواہ ہوں تایا سائیں غلطی سے منہ سے نکل گیا تھا" اس نے جھٹ چاپلو سی کا سہارا لیتے ان سے معذرت کی تھی جس پہ حشمت

Posted On Kitab Nagri

صاحب نے بس سر ہلایا تھا تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد وقاص وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جاتے وہ تینوں باپ بیٹا بھی برآمدے میں آگئے تھے ان کے آتے ہی دسترخوان لگادیا تھا وہ تینوں باپ بیٹے ہاتھ دھو کر دسترخوان پہ آگئے تھے "برخوردار نکاح تو کر لیا ہے اب ویسے کا کیا ارادہ ہے؟ سارے گاؤں کے لبوں پہ یہی سوال ہے ولیمہ کب ہے؟ تم اپنی رائے بتاؤ پھر اسی حساب سے کوئی تقریب رکھ لیتے ہیں" کھانا کھاتے چوہدری حشمت نے سلیمان سے پوچھا تھا "ابھی نہیں بابا سائیں اس دن بس افراتفری میں آنا پڑا اور آفس کال کر کے بہت مشکل سے دو تین دن کی چھٹی لی تھی اب واپس جاؤں گا شادی کے لیے لیولوں کا پھر آؤں گا تب ہی رکھیے گا ولیمہ ابھی تھوڑا مشکل ہے" سلیمان نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا حشمت صاحب نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا ہلکی پھلکی باتوں کے دوران سب نے کھانا کھایا تھا زین کا سارا دھیان احواد کی طرف ہی تھا جو خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی اور ایسا بہت کم ہوتا تھا پھر اس کے کھانے کے ٹیبل سے اٹھ کے اپنے کمرے میں جانے تک زین کی نظروں نے احواد کا پیچھا کیا تھا تھوڑی دیر تک زین کا ارادہ بھی اس کے پیچھے ہی جانے کا تھا اور جو بات اسے تنگ کر رہی تھی اس کا پتہ لگانا تھا

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

زین تھوڑی دیر ان سب کے ساتھ بیٹھ کے اٹھ گیا تھا اس کا رخ احواد کے کمرے کی طرف تھا زین اس کے کمرے میں داخل ہوا تو احواد نیچے کارپٹ پہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھی ہوئی تھی اس کا چہرہ اس کے گھٹنوں پہ تھا زین دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا "کیا ہوا ہماری چوہیا آج خاموش خاموش ہے" زین کے ساتھ بیٹھنے پہ بھی جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے خود ہی بات کا آغاز کیا تھا "کچھ نہیں بس ویسے ہی" احواد نے اسی

Posted On Kitab Nagri

پوزیشن میں آہستگی سے جواب دیا تھا "یہ کچھ نہیں کالولی پاپ کسی اور کو تھمانا اچھی طرح جانتا ہوں تمہیں اب سیدھی طرح بتاؤ کیا ہوا ہے "زین نے اسے گھورتے ہوا کہا تھا "وقاص نے کچھ کہا ہے؟" اس کے کچھ نہ بولا یہ زین نے اک اور سوال کیا تھا احواد نے گھٹنوں سے سر اٹھا کے اسے دیکھا تھا "بھائی اک بات تو بتائیں" احواد نے اسے جواب دینے کی بجائے سوال پوچھا تو زین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا "ماں باپ بیٹی کو اتنا پیار کیوں دیتے ہیں اتنے لاڈ کیوں دیتے ہیں جب ان کے سب سے اہم فیصلے میں ہی ان کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دینی ہوتی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ماں باپ بیٹیوں کا کوئی لاڈ نہ اٹھائیں کوئی ضد پوری نہ کریں نہ پڑھائیں لکھائیں کچھ بھی نہ کریں بس انہیں اپنی مرضی سے اپنا جیون ساتھی چننے کا حق دیں؟" اس کے سوال پہ زین کئی لمحے اسے دیکھتا رہا تھا "دیکھو احواد ماں باپ جو فیصلہ ہمارے لیے کرتے ہیں اچھا ہی کرتے ہیں وہ اپنی اولاد کا براتو نہیں نہ سوچ سکتے اور ضروری تو نہیں نہ کا کہ ہمارا پسند کیا جیون ساتھی اچھا نکلے کیا پتہ وہ جو نظر آتا ہو وہ ہو ہی نہ؟" زین نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا تھا "مانتی ہوں زین بھائی لیکن یہ بھی تو ضروری نہیں ناکہ ہر بار ماں باپ کا فیصلہ بھی درست ہو کتنے ایسے کیسز ہیں جن میں ماں باپ نے اپنی مرضی سے ہی بچوں کی شادیاں کی ہوتی ہیں لیکن طلاق ہو جاتی ہے مانتی ہوں ماں باپ اپنی طرف سے بہت اچھا فیصلہ کرتے ہیں لیکن وہ غلط ثابت ہو جاتا ہے ناتو کیا ماں باپ بچوں کی مرضی کو اہمیت نہیں دے سکتے؟" احواد کی سوالیہ نظریں اس پہ ٹکی تھیں "کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟" کچھ لمحے اسے دیکھنے کے بعد زین نے سوالیہ کیا تھا جسے پہ احواد سٹپٹائی تھی "نہیں ایسی کوئی بات نہیں لیکن میں وقاص سے شادی نہیں کرنا چاہتی وہ مجھے بالکل نہیں پسند لیکن بابا سائیں میری شادی وہی کروائیں گے مجھے پتہ کیا لگتا ہے مین قربانی کا بکرا ہوں جیسے قربانی کے بکرے کا ذبح کرنے سے پہلے اسے خوب کھلایا پلایا جاتا ہے خوب گھمایا جاتا ہے اور آخر میں اسے ذبح کر دیتے ہیں ویسے ہی میرے بھی لاڈ اٹھائے جاتے ہیں ہر خواہش پوری کی جاتی

Posted On Kitab Nagri

ہے اور آخر میں میری زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ میری مرضی کے بغیر کر دیا جائے گا تو پھر کیا فرق ہوا مجھ میں اور اس بکرے میں؟ "زین کے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا اس لیے وہ چپ تھا "بھائی پلیز آپ بابا سائیں سے بات کریں نا مجھے وقاص سے شادی نہیں کرنی" اسے چپ دیکھ کر احواد نے اس کی منت کی تھی "احواد تمہیں پتہ ہے نا ہمارے خاندان میں باہر سے بیٹی لے آتے ہیں لیکن خاندان سے باہر بیٹی بھیجی نہیں جاتی ہمارے خاندان میں کوئی دور پار کا رشتہ دار بھی نہیں جو تمہارے جوڑ کا ہو کہ وقاص کی بجائے تمہاری شادی اس سے کر دی جائے اور اگر ہوتا تب بھی بابا سائیں اپنے بھتیجے کو چھوڑ کے کسی غیر کو نہ چنتے اس لیے تم خود کو یوں ہلکان مت کرو اور جو بابا سائیں چاہتے ہیں اسے قبول کر لو" زین نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے کہا تھا وہ خود مجبور تھا اسے پتہ تھا اگر وہ حشمت صاحب سے کہے گا تب بھی انہوں نے اس کی بات نہیں ماننی تھی "یہی امید تھی مجھے آپ سے لیکن جو مرضی ہو جائے میں بھی وقاص سے شادی نہیں کروں گی" احواد نے اک طنز یا مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی "احواد کچھ بھی ایسا مت کرنا جس سے بابا سائیں یا ہمارا سر جھکے" زین نے اس تنبیہ کی تھی احواد نے کچھ کہنے کی بجائے سرد و بارہ گھٹنوں پہ رکھ لیا تھا جس کا مطلب تھا وہ کوئی بات نہیں کرنی چاہتی زین چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جاتے ہی احواد نے سراٹھا کے دروازے کو گھورا تھا چند ثانیے دروازے کو گھورنے کے بعد اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے شروع ہو گئے تھے جس کے باعث دروازہ دھندلا گیا تھا اس نے واپس منہ گھٹنوں میں دیا تھا اور روننا شروع کر دیا تھا "کاش مجھے زندگی میں کچھ نہ ملا ہوتا بس اپنا من پسند جیون سا تھی چننے کا حق مل جاتا" اس نے روتے ہوئے سوچا تھا ہم انسان بہت ناشکرے ہوتے ہیں جو چیز پاس ہوتی ہے اس کی ہم نے کبھی قدر نہیں کی بس یہی کہتے کاش وہ مل جاتا، کاش ایسا ہو جاتا، کاش ویسا ہو جاتا ہماری جتنی مرضی خواہشات پوری ہو جائیں لیکن کوئی نا کوئی کاش رہ ہی جاتا ہے

Posted On Kitab Nagri

زعیم رات کی بجائے آج شام کو ہی گھر آ گیا تھا وہ گھر آیا تو اماں نماز پڑھ رہی تھیں اور انوشہ چارپائی پہ بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے فون پڑا تھا انوشہ اپنی رانوں پہ دونوں کمئیاں ٹکائے اسے دیکھ رہی تھی زعیم حیرانگی سے آگے بڑھا تو موبائل کی ٹوٹی سکرین کو دیکھ کر اسے معاملہ سمجھ آیا تھا یقیناً وہ موبائل کے ٹوٹنے پہ افسردہ ہو رہی تھی زعیم نفی میں سر ہلا کے اس کے پاس جا کر بیٹھا تو انوشہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تھا "میرا بچہ موبائل ٹوٹنے کی وجہ سے ادا اس بیٹھا ہوا ہے؟" زعیم نے پیار سے پوچھا تو انوشہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا "چلو خیر ہے کچھ نہیں ہوتا ہم نیا لے لیں گے" زعیم نے اس کا سر تھپتھپایا تھا "نہیں آپ نے مجھے گفٹ کیا تھا اور میں گفٹ کی حفاظت نہیں کر سکی ٹوٹ گیا مجھ سے" انوشہ نے افسردگی سے کہا تھا "کوئی بات نہیں میرا بچہ نیا آ جائے گا" زعیم نے اس کی ادا سی کرنی چاہی تھی زعیم نے کچھ سیونگنز کر کے اسے موبائل لے کر دیا تھا جب اس نے کالج جانا سٹارٹ کیا تھا انوشہ نے خود سے نہیں مانگا تھا لیکن زعیم سمجھ سکتا تھا کہ پڑھائی سے ریلیٹیڈ اسے کچھ نہ کچھ مواد چاہیے ہو گا اس لیے اس نے اسے موبائل گفٹ کیا تھا "یہ گفٹ تھا بھائی وہ بھی آپ کا اور آپ نے درختوں سے پیسے تھوڑی توڑنے ہیں جو میں اتنی فضول خرچی کروں" انوشہ نے منہ بسورتے کہا تھا "اب میں اتنا کنگلا بھی نہیں کہ بیس تیس ہزار کا فون بھی نہ لے کے دے سکوں" زعیم نے اسے گھورا تھا "نہیں بھائی میں ایسا بھی نہیں کہا بس وہ،،،،" جب کچھ بن نہ سکا تو اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی "اچھا یہ بتاؤ موبائل گرا کہاں ہے؟ جو اتنی بری حالت ہو گئی ہے اس کی" زعیم نے موبائل کو الٹ پلٹ کے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا "وہ بھائی سچ بتا دوں ناراض تو نہیں ہوں گے؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو زعیم نے نفی میں سر ہلایا تھا اس ی طرف سے اطمینان حاصل کر کے اس نے زین

Posted On Kitab Nagri

سے ٹکرانے والا سارا واقعہ اس کے گوش گزار تھا جو بھی ہا بہر حال وہ زعیم سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتی تھی "بری بات بیٹا تم نے بد تمیزی کیوں کی؟" زعیم نے ناراضگی سے اسے دیکھا تھا "بھائی مجھے تھوڑی پتہ تھا کہ وہ چوہدری جی کے بیٹے ہیں اور ویسے بھی میں اس لیے وہ سب کہا تھا کہی اکیلی لڑکی کو دیکھ کر ہر اس کے کرنے کی کوشش نہ کرے اور وہ چوہدری جی کے بیٹے کے علاوہ بھی تو کوئی ہو سکتا تھا نا" اس نے کہا تو زعیم مسکرایا تھا "واہ میرا بچہ تو بڑا سیانا ہو گیا ہے" زعیم نے اس کا سر تھپتھپاتے کہا تو انوشہ نے فرضی کالر جھاڑے تھے "یہ کیا بھائی کب سے آیا ہوا ہے اور تم نے اسے پانی بھی نہیں پوچھا اور لے کے بیٹھ گئی اس موئے کی داستان سنانے میں تو کہتی ہوں اچھا ہی ہوا ہے جو ٹوٹ گیا ہے تو بھی سارا دن اسی میں لگی رہتی تھی" اماں نماز پڑھ کے آئیں تو انوشہ کو ہاتھ میں موبائل لیے دیکھ کر پتی تھیں "ارے اماں بس جا رہی تھی آہ" وہ تیزی سے اٹھی تھی لیکن سر میں اٹھتی درد کی شدید کی لہر کی وجہ سے وہ واپس بیٹھ گئی تھی کافی دنوں سے انوشہ کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا کہ اس کے سر میں شدید درد اٹھ رہا تھا اکثر اسے بہت کمزوری فیل ہوتی لگتا تھا ہاتھ پاؤں میں جان ہی نہ ہو اس لیے دن میں اک پینا ڈول بھی لازمی کھاتی لیکن اس نے گھر نہیں بتایا تھا کیونکہ اماں اور زعیم بہت جلدی اس کے لیے پریشان ہو جاتے تھے "کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" زعیم نے پریشانی سے پوچھا تھا اماں بھی اس کے قریب بیٹھ کے اس کے زرد چہرے کو پریشانی سے دیکھ رہی تھیں "کچھ نہیں بس سر میں تھوڑا درد ہے" اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے انہیں تسلی دینی چاہی تھی "یہ تھوڑا سا درد ہے؟ چہرہ دیکھو اپنا کیسے زرد ہو رہا ہے اس دن چکر آیا تھا آج سرد دردا گر تھوڑا بہت ہو تو چہرہ اتنا زرد نہیں ہوتا جتنا تمہارا ہوا ہے کل کالج جانے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کے چلوں گا بہت لا پر واہ ہو تم" زعیم نے اسے ڈپٹا تھا اس کی اتنی فکر مندی پہ انوشہ اور اماں دونوں مسکرائی تھیں پھر زعیم نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے کے بعد اسے سرد درد کی گولی دی تھی اور اس کے منع کرنے

Posted On Kitab Nagri

کے باوجود وہ اس کا سرد باتارہا تھا جب تک وہ سو نہیں گئی تھی اس کے سونے کے بعد اس کی پیشانی چوم کے وہ اس کے کمرے سے نکل آیا تھا اگر آپ سے کوئی اک رشتہ چھن جائے تو آپ اپنے باقی رشتوں کے لیے بہت پوزیسو ہو جاتے ہیں اور زعمیم کی بھی کچھ یہی حالت تھی ابا کی وفات کے بعد اماں اور انوشہ کی زراسی بھی طبعیت خراب ہو جائے تو اس کی جان پہ بن آتی تھی کیونکہ وہ کوئی اور رشتہ کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا

ان دنوں بھائیوں نے اکٹھے ہی شہر کے لیے نکلنا تھا اس کی تیاری کر رہے تھے دونوں سلیمان چوہدری کی پیکنگ غزل نے کر دی تھی وہ ابھی نہا کے نکلا تھا اور اب آئینے کے سامنے کھڑا بال بنارہا تھا اور غزل اسے دیکھنے میں مصروف تھی "آپ جارہے ہیں؟" غزل کے بے تکی سوال پہ سلیمان کا بالوں میں برش چلاتا ہاتھ رکا تھا اور اس نے نظر اٹھا کے غزل کو دیکھا تھا جو اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی "اگر آپ کہتی ہیں تو نہیں جاتا" اس کے چہرے پہ نظریں جمائے سلیمان نے کہا تھا "نہیں میں نے ایسا بھی نہیں کہا" غزل نے جھٹ سے کہا تھا ان دو چار دنوں میں غزل زیادہ تو نہیں لیکن تھوڑی بہت سلیمان کے ساتھ بے تکلف ہو گئی تھی اب اس کے جانے کے بعد یہاں اکیلے رہنے میں اس کا دل گھبرا رہا تھا کہ شاید سلیمان کے جانے کے بعد گھر والوں کا رویہ اس کے ساتھ بدل نہ جائے "تو پھر کیسی بات ہے؟" برش رکھ کے وہ اس کی طرف مڑا تھا "کوئی بھی نہیں ہے" اس نے تھوڑا جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا "آپ کچھ بھی فضول مت سوچیں مجھے یا میرے گھر والوں کو لے کر اگر آپ میرے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں میں لے جاتا ہوں لیکن یہاں اماں سائیں، بابا سائیں اور احواد ہیں لیکن وہاں آپ کو اکیلا رہنا پڑے گا کیونکہ میں تو پورا دن آفس ہوتا ہوں" سلیمان کچھ کچھ اس کی الجھن سمجھ رہا تھا اس

Posted On Kitab Nagri

لیے اس نے نرمی سے اسے سمجھایا تھا جس پہ غزل نے سر ہلایا تھا ریڈی ہونے کے بعد سلیمان بیگ اٹھا کے باہر آیا تھا اور اس کے پیچھے غزل بھی تھی وہ باہر آئے تو زین اور باقی گھر والے بھی کھڑے تھے شاید اسی کا انتظار کر رہے تھے "ویسے بھائی کچھ زیادہ ہی ٹائم نہیں لگادیا آپ نے تیار ہونے میں" زین نے شرارتی نظروں سے دونوں کو دیکھتے کہا تھا جس پہ سلیمان نے اسے گھوری سے نوازا تھا جبکہ غزل شرمائی تھی "بکو اس مت اور جب تیری ہوگی تو دیکھنا تیرا تق واپس شہر جانے کا دل ہی نہیں کرے گا" سلیمان نے آہستگی سے اس کے پاس جھکتے کہا تھا زین کے ذہن کے پردے پہ دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے بے یقینی سے پھیلی آنکھوں والی لڑکی کا عکس آیا تھا لیکن پھر لا حول پڑھتے اس نے سر جھٹکا تھا "جب میری باری آئے گی تب کی تب دیکھی جائے گی" زین نے بھی آہستگی سے ہی جواب دیا تھا "یہ کیا گھسّر پھسّر کر رہے ہو تم دونوں؟" حشمت صاحب کے پوچھنے پہ دونوں جھٹ سیدھے ہوئے تھے پھر سب سے ملے تھے "احواد بابا سائیں سے کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا میں نیکسٹ ٹائم آؤں گا تو خود ان سے بات کروں گا" احواد سے ملنے زین نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی اسے پکا یقین تھا کہ احواد ضرور حشمت صاحب کے سامنے کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑے گی اس لیے اس نے پہلے ہی اسے خبردار کیا تھا احواد نے زین کو دیکھتے بس سر ہلایا تھا لیکن اس کا زین کی بات ماننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا پھر سب سے ملے وہ دونوں چلے گئے تھے اور وہ سب بھی واپس حویلی کے اندر آگئے تھے وہ ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ زعیم وہاں آیا تھا وہ حویلی کے اندر بہت کم آتا تھا بس کوئی کام ہو تو آگیا یہ بات سب کو پتہ تھی اس لیے سب کی نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں "سائیں میری جگہ کام کوئی اور سنبھال لے گا جو جو ضروری کام تھا وہ میں نپٹا دیا ہے میری بہن کی طبیعت خراب ہے اس لیے مجھے اسے لے کر ہاسپٹل جانا ہے یہی بتانے آیا ہوں آپ کو" زعیم نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی "بابا سائیں مجھے شاپنگ کے لیے جانا ہے کافی عرصہ ہو گیا ہے نہیں گئی اور کچھ کتابیں بھی چاہیے اس لیے شہر جانا

Posted On Kitab Nagri

ہے "چوہدری صاحب کے کچھ بولنے سے پہلے احواد بول اٹھی تھی اسے زعیم کو نیچا دیکھانے کا موقع چاہیے ہوتا تھا اور وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی جس میں اسے نیچا دیکھانے کا چانس ہو اب بھی اس نے جان بوجھ کے شاپنگ کا نام لیا تھا "پتر تم کل جانی ابھی زعیم نے اپنی بہن کے ساتھ ہسپتال جانا ہے" چوہدری حشمت نے نرمی سے کہا تھا جبکہ زعیم نے غصے اور ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھیں "مجھے آج جانا ہے تو آج ہی جانا ہے کیونکہ کل میں یونی جانا ہے آج بھی نہیں گئی اب میں روز چھٹیاں کرنے سے تور ہی" اس کا لہجہ ضد سے بھرپور تھا "زعیم پتر تم احواد کو،،،" چوہدری صاحب نے کچھ کہنا چاہا تھا "گستاخی معاف سائیں لیکن میں احواد بی بی کو لے کر نہیں جاسکتا آپ کسی اور ڈرائیور کو بھیج دیں ساتھ مجھے اپنی بہن کو ہاسپٹل لے کر جانا ہے" ان کی بات کاٹتے وہ دو ٹوک لہجے میں بولا تھا "پتر سن تو لو تم دونوں کو لے جاؤ بیٹا کو ڈاکٹر کو دیکھا دینا اور احواد بھی شاپنگ کر آئے گی کیونکہ جانا تو تمہیں شہر ہی ہے" چوہدری حشمت نے نرمی سے کہا تھا "آپ ان سے کہیں تیار ہو جائیں تب تک میں اپنی بہن کو لے آتا ہوں" زعیم کے لیے ان کی بات ٹالنا مشکل تھا اس لیے انہیں کہہ کے وہ سرخ چہرہ لیے وہاں سے چلا گیا تھا احواد کو تھوڑا فسوس ہوا تھا کہ وہ اپنی پوری بات نہیں منوا سکی لیکن پھر بھی اپنی آدمی بات منوا کے بھی وہ اسے نیچا دیکھا چکی تھی کیونکہ انکار کرنے کے باوجود وہ اسے ساتھ لے کر جائے گا وہ بھی مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں بیگ اور چادر اور بیگ لینے چلی گئی تھی

زعیم نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہارن دیا تھا تاکہ احواد باہر آجائے جتنا اس پہ غصہ تھا وہ خود تو کبھی بھی اسے بلانے نہیں جاتا ہارن کی آواز سن کے احواد باہر آئی تھی ڈرائیور سے پہ آتے گاڑی کا دروازہ کھول کے اندر بیٹھی تھی وہاں

Posted On Kitab Nagri

پہلے ہی زعیم کے ساتھ گھبرائی ہوئی انوشہ بیٹھی تھی اس نے زعیم کو کہا تھا کہ وہ پھر کبھی چلے جائیں گے لیکن زعیم اسے زبردستی لے آیا تھا اسے پتہ تھا احواد فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے گی نہیں اور انوشہ بیک سیٹ پہ اس کے ساتھ نہیں بیٹھے گی اس لیے اس کے انوشہ کو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا لیا تھا احواد کے بیٹھتے ہی زعیم نے گاڑی سٹارٹ کرتے گیٹ سے نکالی تھی سارے رستے گاڑی میں خاموشی چھائی رہی تھی احواد اور انوشہ ونڈو سے باہر دیکھتی رہی تھیں اور زعیم کی نظریں سڑک پہ جمی تھیں یہ پہلا سفر تھا جس میں انوشہ خاموش تھی ورنہ وہ جہاں بھی زعیم کے ساتھ جاتی تھی پورا رستہ اس کا سر دماغ چاٹتی رہتی تھی اور اب خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی زعیم نے مسکرا کے انوشہ کو دیکھا تھا اور اسی وقت احواد نے بھی نظریں گھما کے گاڑی کے اندر کا جائزہ لیا تھا اور زعیم کو مسکراتے دیکھ کر اس کی آنکھیں بڑی ہوئی تھیں اس نے آج تک کبھی زعیم کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا ہمیشہ ہی وہ سنجیدہ رہتا تھا اور احواد کو دیکھ کر اس کی تیوری چڑھ جاتی تھی پھر جلد ہی اپنی حیرت پہ قابو پاتے اس نے نظریں دوبارہ ونڈو سکرین پہ جمادی تھیں تھوڑی دیر بعد گاڑی جھٹکے سے رکی تو انوشہ اور احواد نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تھا اور سامنے ہاسپٹل کی بلڈنگ کو دیکھ کر احواد کا پارہ ہائی ہوا تھا "یہاں شاپنگ کی جاتی ہے؟" احواد نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا "اگر آپ کو یاد ہو تو مجھے ہاسپٹل آنا تھا اور آپ زبردستی ساتھ ٹپک پڑھی ہیں اس لیے ہم جس کام کے لیے آئے تھے وہی کریں گے آپ نے گاڑی میں ویٹ کرنا ہے یا اندر جانا ہے یہ آپ کی مرضی ہے" زعیم نے کہا اور گاڑی سے اتر گیا اور ساتھ انوشہ بھی جبکہ وہ بھی دانت پیستے ہوئے باہر نکلی تھی اس کا کون سا دماغ خراب تھا جو وہ گرمی میں بیٹھتی اس لیے وہ بھی ساتھ اندر چلی گئی تھی ان کی باری آنے میں تھوڑا ٹائم لگا تھا انوشہ نے ڈاکٹر کو سب ڈیٹیل سے بتایا تھا جو کچھ دنوں سے اس کے ساتھ ہو رہا تھا مثلاً شدید اردرد، کمزوری، قے کا آنا، کسی کسی ٹائم لنگڑا کے چلنا ان سب کے دوران زعیم بس اسے گھورتا رہا تھا وہ اسے زبردستی لے کر آیا تھا گھر وہ بس معمولی سردرد کا کہہ رہی

Posted On Kitab Nagri

تھی اور اب ناجانے کیا کیا کہہ رہی تھی وہ گھر جا کر اس کی کلاس لینے کا ارادہ رکھتا تھا اس کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ کے دیے تھے اور پھر ان کی رپورٹس لانے کا کہا تھا پر سکرینیشن لے کر وہ لیبارٹری چلا گیا تھا ٹیسٹ کروائے تو انہوں نے رپورٹس دو گھنٹے بعد ملنے کا کہا تھا اس لے بعد پھر زعیم احواد کو شاپنگ کے لیے لے گیا تھا اس کے شاپنگ کرنے تک رپورٹس آجائیں گی احواد نے انہیں شاپنگ کے دوران اچھا خاصا تپایا تھا کبھی اک دکان میں تو کبھی دوسری دکان میں زعیم اسے اکیلا چھوڑ کے بھی نہیں جاسکتا تھا آخر چوہدری صاحب نے اسے اس کے ساتھ بھیجا تھا زعیم نے انوشہ کو بھی شاپنگ کروائی تھی جس نے بس تھوڑی سی جیولری اور اک ناول خریدا تھا اللہ اللہ کر کے اڑھائی گھنٹے بعد اس جی شاپنگ ختم ہوئی تو زعیم نے دوبارہ ہاسپٹل کی طرف گاڑی موڑی تھی ہاسپٹل آکر ان دونوں کو وزٹنگ ایریا میں بیٹھا کے خود رپورٹس لینے چلا گیا تھا رپورٹس لے کر وہ ڈاکٹر کے کیمین میں گیا تھا اور فائل انہیں تھمائی تھی ڈاکٹر نے فائل پڑھنے کے بعد ٹیبل پہ رکھی تھی اور زعیم کی طرف متوجہ ہوئے تھا "آپ کی سسٹر کی بتائی گئی وجوہات کی بنیاد میں یہ ٹیسٹ کروایا تھا اور جو میں سوچ رہا تھا وہی نکلا" ڈاکٹر کی بات پہ زعیم نے الجھ کے اسے دیکھا تھا "کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں" زعیم نے کہا تھا "دیکھیں مسٹر زعیم آپ کی بہن کو برین ٹیومر ہے" ڈاکٹر کی اطلاع اس پہ بمب بن کے گری تھی زعیم نے پھٹی پھٹی نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا تھا

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" زعیم نے بے یقینی کی کیفیت میں ڈاکٹر سے پوچھا تھا "میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں ان رپورٹس کے مطابق ابھی انیشیل سیٹیج پہ ہی ہے اور علاج کے ذریعے ختم ہو سکتا ہے" ڈاکٹر انداز تسلی دینے والا

Posted On Kitab Nagri

تھا "میسکلی جب دماغ میں ابنار مل سیلز کی نشوونما بڑھ جاتی ہے تو یہ سیل اک جگہ جمع ہو کر ٹیومر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں برین ٹیومر کی ان نشوونما کے حساب سے انہیں گریڈ زد دیے جاتے ہیں جن سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ ٹیومر کتنی تیزی سے نشوونما پاتے ہیں اور علاج کے بعد کس حد تک ٹھیک ہو جاتے ہیں ٹیومر کے چار گریڈز ہیں گریڈ ون اور ٹو نچلے درجے کے ہوتے ہیں اور گریڈ تھری اور فور زیادہ بڑھے ہوئے مرض کے لیے استعمال ہوتے ہیں"

ڈاکٹر ز عیم کو اس بیماری کے بارے میں بریفنگ دے رہا تھا "بنیادی طور پر برین ٹیومر کی دو اقسام ہیں نمبر ایک بینائن (نون کینسر) برین ٹیومر اور نمبر دو میلگنٹ (کینسر) برین ٹیومر۔ بینائن برین ٹیومر لو گریڈ میں شمار ہوتا ہے یعنی گریڈ ون اور گریڈ ٹو میں جس کا مطلب ہے کہ ٹیومر کی نشوونما سست روی سے ہوتی ہے اور علاج کے بعد یہ شاید ہی دوبارہ بنتا ہے میلگنٹ برین ٹیومر کا شمار ہائی گریڈ ٹیومر میں ہوتا ہے یعنی گریڈ تھری اور گریڈ فور میں یہ یا تو دماغ میں ہی پیدا ہوتے ہیں یا کسی اور جگہ سے پھیلکے دماغ میں آتے ہیں اور یہ ٹیومر علاج کے بعد دوبارہ پھیل جاتے ہیں "ز عیم بہت غور سے ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا "اس بیماری کی علامت بہت کامن ہیں جس کی وجہ سے لوگ زیادہ دھیان نہیں دیتے مثلاً سردرد، متلی، طبیعت کا بوجھل رہنا، یادداشت اور نظر کا کمزور ہونا، جسم میں توازن برقرار نہ رہنا یہ سب عام سی باتیں ہیں اور کبھی کبھی تو یہ علامات بھی ظاہر نہیں ہوتیں بس لاسٹ سیٹیج پہ جا کر پتہ چلتا ہے جب ٹیومر دماغ میں بری طرح اپنی جڑیں گاڑ چکا ہو "ڈاکٹر کی بات سن کے اک لمحے کو ز عیم کا دل کانپا تھا اگر انہیں بھی لاسٹ سیٹیج پہ جا کر پتہ چلتا تو؟ "آپ کی سسٹر کو پہلی قسم کا ٹیومر ہے یعنی بینائن برین ٹیومر جس میں ٹیومر کی نشوونما سست روئی سے ہوتی ہے اور یہ ہے بھی ابھی شروعات تو یہ آسانی سے ختم ہو سکتا ہے اور امید یہی ہوگی کہ دوبارہ نہیں بنے گا ٹیومر "ڈاکٹر کی بات سن کے اس کے دل کو تھوڑی تسلی ہوئی تھی "علاج کا کیا پروسیجر ہوگا؟ "ز عیم نے پوچھا تھا "سرجری ہوگی اور اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو کیمو تھراپی بھی

Posted On Kitab Nagri

ہوگی "ڈاکٹر نے بتایا تھا" اور ان سب پہ خرچا کتنا آجائے گا "زعیم نے جھجھکتے ہوئے پوچھا تھا یہ پوچھنا بھی ضروری تھا تاکہ وہ بندوبست کر سکے "سرجری اور باقی کے سارے اخراجات کو ملا کے آٹھ نولاکھ تو جائے گی بات "ڈاکٹر نے اس کے سر پہ اک اور بمب پھوڑا تھا "میں ابھی آپ کو کچھ میڈیسنز لکھ دیتا ہوں جب تک سرجری نہیں ہو جاتی تب تک یوز کریں اور جب نیکسٹ ٹائم چیک اپ کے لیے آئیں گے تو اگر آپ نے سرجری کروانی ہوئی تو سرجری کی ڈیٹ دے دیں "ڈاکٹر نے اپنے سامنے پڑے نوٹ پیڈ پہ انگلیاں چلاتے کہا تھا "بہت شکریہ " زعیم ان سے دوائیوں والا پرچہ پکڑتے کین سے باہر آ گیا تھا باہر آ کے اس نے ان دونوں کو وہی بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور خود ڈسپنسری چلا گیا تھا میڈیسنز لے کر واپس آیا اور دونوں کو ساتھ لیے پارکنگ میں آیا تھا احواد کا دل تو کر رہا تھا تنے انتظار کے بعد اسے اچھی خاصی سنائی لیکن اس کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی کو دیکھ کر ناجانے کیون چپ کر گئی تھی حویلی احواد کو چھوڑنے اور گاڑی کھڑنے کے بعد چوہدری حشمت کو بتا کے وہ گھر آ گیا تھا اس کے چہرے پہ پریشانی اور سنجیدگی کے سبب تاثرات دیکھ کر انوشہ بھی پریشان ہوئی تھی لیکن اس سے پوچھا کچھ نہیں تھا وہ گھر پہنچے تو اماں انہی کی انتظار میں بیٹھی تھیں "آگئے خیر سے تم دونوں" اماں نے ان دونوں کو آتے دیکھ کر کہا تھا لیکن ان کی نظروں سے زعیم کے چہرے پہ چھائی پریشانی چھپی نہیں رہی تھی "جاؤ میرا بچہ اپنے روم میں ریسٹ کرو" زعیم نے اسے وہاں سے بھیجنا چاہا تھا اور وہ بھی سر ہلاتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی "پتر خیر تو ہے نا تو مجھے پریشان لگ رہا ہے" اماں نے پریشانی سے پوچھا تھا "اماں ہماری انوشہ کو برین ٹیومر ہے" زعیم نے تھکے تھکے لہجے میں کہا تھا "کیا ہے؟" اماں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا "مطلب کینسر ہی سمجھ لیں" اس نے اماں کو آسان لفظوں میں سمجایا تھا اماں نے بے ساختہ منہ پہ ہاتھ رکھا تھا "ڈاکٹر کہتا ہے کہ ابھی بس شروعات ہے آپریشن کر کے نکال دیں گے پھر ٹھیک ہو جائے گی اور آپریشن پہ بھی نو سے دس لاکھ کا خرچا آجائے گا" اس نے سر جھکائے

Posted On Kitab Nagri

دھیمی آواز میں کہا تھا "یہ اتنی بڑی بیماری کیسے لگ گئی میری بچی کو اور یہ اتنے زیادہ پیسے آئیں گے کہاں سے" اماں نے رونا شروع کر دیا تھا "اماں ایسے مت کریں میری ہمت ہیں آپ دونوں اور ڈاکٹر نے کہا تو ہے آپریشن کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی اور رہی پیسوں کی بات تو اللہ ہے نا وہ کوئی نہ کوئی وسیلہ بنا ہی دے گا" زعیم نے انہیں اپنے حصار میں لے کے انہیں تسلی دی تھی لیکن وہ ہنوز رو رہی تھیں "اماں روئیں مت ابھی تو انوشہ کو بھی بتانا ہے اس کی بیماری کے بارے میں اور اسے مضبوط بنانا ہے اگر آپ بھی ہمت ہار جائیں گی تو میں کیسے دونوں کو سنبھالوں گا" اس نے بے بسی سے کہا تو اماں نے جھٹ سے آنسو صاف کیے تھے زعیم مسکرا دیا تھا ان کو کھانا لگانے کا بول کے خود سوچوں کے بھنور میں ڈوب گیا تھا

چودھرائن اور غزل کچن میں تھیں اور احواد اپنی مخصوص جگہ پہ کرسی پہ دونوں پاؤں اوپر کر کے گھٹنوں پہ چہرہ ٹکائے بیٹھی چودھری حشمت کا انتظار کر رہی تھی آج اس نے ٹھان لیا تھا کہ وہ آریا پار کر کے رہے گی چودھری حشمت گھر آئے تو وہ ہمیشہ کی طرح کتاب پڑھنے کی بجائے گھٹنوں پہ چہرہ ٹکائے بیٹھی تھی وہ تشویش سے آگے بڑھے تھے کیونکہ وہ ایسے نہیں بیٹھتی تھی بلکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھ رہی ہوتی تھی "کیا بات ہے میرے پتر کی طبیعت ٹھیک ہے؟" اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے چودھری صاحب نے تشویش سے پوچھا تھا ان کی آواز سن کے احواد نے جھٹ سے سر چہرہ گھٹنوں سے اٹھایا تھا "ہاں طبیعت ٹھیک ہے آپ بیٹھے نا" احواد نے کرسی پہ سیدھے ہو کے بیٹھتے انہیں بھی بیٹھنے کا کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے تھے "بابا سائیں آپ سے اک بات پوچھوں؟" ان کے بیٹھنے کے بعد احواد نے پوچھا تھا آج اس کے لہجے میں کوئی ڈر نہیں تھا بلکہ خطرناک حد تک سنجیدگی تھی

Posted On Kitab Nagri

"پوچھو" انہوں نے کہنے کے ساتھ سر بھی ہلایا تھا "آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟" احواد کے پوچھنے پہ انہوں نے حیرت سے اس کی شکل دیکھی تھی "کتنا دفعہ بتا چکا ہوں تم مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیاری ہو تو بار بار اک ہی سوال پوچھنے کا مقصد؟" انہوں نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا تھا "کیا فائدہ اتنی محبت کا جب میں نے اپنی اگلی ساری زندگی خود پہ جبر کر کے گزارنی ہے" اک طنز یا مسکراہٹ لیے وہ بولی تھی "کیا مطلب ہے اس بات کا؟" انہوں نے سنا سمجھی سے احواد کو دیکھا تھا "مطلب تو صاف اور سیدھا ہے جسے آپ سمجھنے کے باوجود سمجھنا نہیں چاہ رہے" اس کی بات پہ چودھری حشمت نے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا تھا جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں کہ وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہی ہے "احواد جو بات ہے کھل کے کرو یوں پہلیاں مت بھجواؤ" انہوں نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا "توسیدھی بات یہ ہے کہ مجھے وقاص سے شادی نہیں کرنی وہ مجھے نہیں پسند" چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد بالآخر اس نے کہہ ہی دیا تھا "تو کون پسند ہے؟" چودھری حشمت سے احواد کو اس سوال کی توقع بالکل بھی نہیں تھی اس لیے اس نے حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا تھا "یوں آنکھیں پھاڑ کے مجھے مت دیکھو اگر وقاص نہیں پسند تو کون پسند ہے وہ بتا دو تاکہ میں اس کا نام و نشان اس صفحہ ہستی سے مٹا سکوں" ان کے لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی ان کی بات سن کے احواد کو تو گویا کرنٹ لگا تھا "بابا سائیں" بے یقینی کی کیفیت میں وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی "احواد پترا اگر میں تمہاری محبت میں خاندان کی مخالفت مول لے سکتا ہوں تو خاندان کی عزت و ناموس کے لیے تمہاری آزادی چھین بھی سکتا ہوں اس لیے چادر دیکھو کے پاؤں پھیلاؤ یہی اچھا ہو گا تمہارے لیے" چودھری حشمت نے اٹل لہجے میں کہا تھا "اگر یہی سب کرنا تھا تو میرے اتنے لاڈ کیوں اٹھائے اتنا شعور کیوں دلوا یا کہ کون صحیح ہے کون غلط اگر میں اپنی اوقات میں رہتی تو آج یہ سب آپ کے سامنے نہ کہہ رہی ہوتی بھیڑ بکریوں کی طرح آپ کے ہر فیصلے پہ سر جھکا دیتی یا پھر آپ مجھے کوئی لاڈ نہ دیتے میری

Posted On Kitab Nagri

کوئی بات نہ مانتے بس اک یہ مان لیتے "احواد اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی لیکن وہ اس کی سنے بغیر اندر چلے گئے تھے اور وہ کتنے لمحے ان کی پشت دیکھتی رہی تھی "بابا سائیں میں بھی آپ کی ہی بیٹی ہوں میں کیوں کسی کے گلے کا طوق بنوں؟ اور کیسے اس شخص کا ساتھ قبول کر لوں جسے عورت کی عزت تک کرنا نہیں آتی ہے بس سب کے سامنے ڈھونگ رچتا ہے اچھائی کا جو مرضی ہو جائے شادی تو بھی اس سے نہیں کروں گی" اس نے پھر کے سوچا تھا اور اٹھ کے کمرے میں بند ہو گئی تھی کھانے کے بلوائے پہ بھی اس نے بھوک نہیں ہے کہہ کے انکار کر دیا تھا

اگلے دن آف موڈ کے ساتھ بغیر ناشتہ کیے وہ یونی جانے کے لیے تیار تھی چودھری حشمت نے بھی اس پہ کوئی دھیان نہیں دیا تھا وہ غصہ سے پورچ میں آئی تھی زعیم گاڑی کی دوسری طرف کسی سے موبائل پہ بات کر رہا تھا اس لیے وہ اس کا وہاں آنا محسوس نہ کر سکا "یار انوشہ کو برین ٹیو مر نکلا ہے اور ڈاکٹر نے کہا ہے سرجری ہوگی اور سارے علاج پہ کم از کم آٹھ نولاکھ تک خرچ آجائے گا" وہ جو اسے گاڑی ان لاک کرنے کا بولنے ہی لگی تھی اس کی بات سن کے اس نے منہ بند کیا تھا "نہیں یار میری ساری سیونگزملا کے بھی بس ایک لاکھ تک ہی پیسے بنتے ہیں یا اس سے بھی کم سوچ رہا ہوں چودھری جی مانگ لوں لیکن میری انا، عزت نفس اور خودداری مجھے اجازت نہیں دیتی کل سے میں خود کو بے بسی کی انتہا پہ محسوس کر رہا ہوں" دوسری طرف سے ناجانے کیا کہا گیا تھا کہ اس نے افسردگی سے جواب دیا تھا اس کی بات سن کے احواد کی آنکھیں جانے کس خیال سے چمکی تھیں زعیم نے اک دو اور بات کر کے کال کٹ کی تھی اور مڑا تھا اسے گاڑی کی دوسری طرف کوئی ہیولا نظر آیا تھا تھوڑا سا آگے ہوا تو احواد کو دیکھ کے ٹھٹھکا تھا لیکن پھر سر جھٹکتے گاڑی ان لاک کی تھی اور خود جا کر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا احواد

Posted On Kitab Nagri

کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھالی تھی "تمہاری پرابلم کا اک سلوشن ہے میرے پاس" زعیم جو اپنے دھیان میں ڈرائیو کر رہا تھا اس نے چونک کے بیک ویو مرر سے احواد کو دیکھا تھا "میں سمجھا نہیں آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" زعیم نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا تھا "سیدھی سی بات ہے نا سمجھنے والا کیا ہے اس میں تمہیں اپنی بہن کے علاج کے لیے پیسے چاہیے ہیں نا تو میرے پاس تمہاری اس پرابلم کا سلوشن ہے" احواد نے کہا تو زعیم نے اسے گھوری سے نوازا تھا "شرم نہیں آئی آپ کو میری باتیں سنتے ہوئے" زعیم نے سخت لہجے میں کہا تھا "میں نے جان بوجھ کے تھوڑی سنی تھیں میں جب آئی تھی تو تم کال پہ بات کر رہے تھے تو میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا اب میں کان بند کر کے تو وہاں کھڑی نہیں ہو سکتی تھی" احواد نے کندھے اچکائے تھے "خیر اسے چھوڑو تمہیں پیسے چاہیے میں تمہیں دوں گی تمہیں کسی کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلانے پڑیں گے لیکن بدلے میں تمہیں میرا کام کرنا ہوگا" اس کی باتیں سن کے زعیم کا پاؤں بے ساختہ بریک پہ گیا تھا "کیا ہوا گاڑی کیوں روک دی؟" احواد نے اس سے پوچھا تھا جو حیرت سے گردن موڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا "لیکن آپ مجھے پیسے کیوں دیں گی" زعیم کے چہرے پہ الجھن تھی "کہا تو ہے بدلے میں تمہیں بھی میرا کام کرنا پڑے گا" احواد نے اسے گھورا تھا "کیسا کام؟" زعیم پورے کا پورا ایک سیٹ کی طرف مڑا تھا "میں تمہیں تمہاری بہن کے علاج کے لیے پیسے دوں گی بدلے میں تمہیں مجھ سے نکاح کرنا پڑے گا یہ ہی سمجھ لو اک کنٹریکٹ ہو گا یہ" احواد نے اتنی بڑی بات آسانی سے بول دی تھی لیکن زعیم کی ذات جھٹکوں کی زد میں آگئی تھی "آپ ہوش میں تو ہیں آپ کو پتا ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" اس جھٹکے سے تھوڑا سنبھلتے زعیم غرایا تھا "ہاں اچھی طرح جانتی ہوں کیا کہہ رہی ہوں اور پورے ہوش و حواس میں بھی ہوں تمہیں اپنی بہن کے علاج کے لیے پیسے چاہیے وہ میں دوں گی اور بدلے میں تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہوگا اور یہ بس اک کنٹریکٹ میرج ہو گی تمہارا مجھ پہ کوئی حق نہیں ہوگا اور نہ

Posted On Kitab Nagri

ہی ہم میں کوئی ہز بینڈوائف والا کوئی ریلیشن ہو گا بابا سائیں میری شادی زبردستی وقاص سے کروانا چاہتے ہیں لیکن میں ایسا بالکل نہیں چاہتی کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں اگر میں اس سے نکاح کر بھی لوں تو بابا سائیں اسے مروادیں گے لیکن وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں اس لیے تمہیں کچھ نہیں کہیں گے میں کچھ عرصہ تمہارے گھر رہوں گی جب مجھے لگا کہ اب میں اس کے ساتھ جاسکتی ہوں تو تم مجھے طلاق دے دینا "زعیم ساکت سا بیٹھا اس کی باتیں سن رہا تھا اس کے چپ ہونے پہ بھی وہ کچھ نہیں بولا تھا "دیکھو تمہیں بھی ضرورت ہے پیسوں اور مجھے تمہاری مدد کی تو کیوں نہ اک دوسرے کی مدد کر دیں اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں کہاں سے تمہیں پیسے دوں گی تو میں تمہیں بتا دوں میرا اپنا اکاؤنٹ ہے جس میں بابا سائیں کے علاوہ میرے دونوں بھائی بھی وقتاً فوقتاً پیسے جمع کرواتے رہتے ہیں جتنے تمہیں چاہیے اس سے کچھ زیادہ ہی ہوں گے میرے اکاؤنٹ میں "اس نے مزید کہا تو اس کا سکتہ ٹوٹا تھا "آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں "زعیم نے سخت لہجے میں کہا اور سیدھا ہو کے گاڑی سٹارٹ کر کے فل سپیڈ پہ چھوڑ دی تھی "دیکھو تم خود کہہ رہے تھے تمہاری خودداری اجازت نہیں دیتی تمہیں کہ تم مانگو تو یہاں تمہیں بن مانگے ہی مل رہے ہیں اگر تمہیں زیادہ اکورڈ لگ رہا ہے تو تم چاہو تو بعد میں مجھے واپس بھی کر دینا جب میں تم سے علیحدگی اختیار کروں گی بے شک تھوڑے تھوڑے کر کے لوٹا دینا "احواد نے کہا تو زعیماً کچھ بھی نہیں بولا تھا بس خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا تھا سٹیرنگ پہ اس کی پکڑ اس قدر مضبوط تھی کہ اس کے ہاتھوں کی رگیں صاف نظر آرہی تھیں دماغ کی رگ بھی پھولی ہوئی تھی اس کی خاموشی کو دیکھ کر احواد بھی مزید کچھ نہیں بولی تھی "یونی سے واپسی تک تمہارے پاس ٹائم ہے تم اچھے سے سوچ لو کیا کرنا ہے واپسی پہ دوبارہ پوچھوں گی اگر تمہارا جواب ہاں ہو تو کورٹ میرج کر جائیں گے یہی سے اگر نہ ہو تو تمہاری مرضی "یونی کے آگے گاڑی جھٹکے سے رکی تو احواد فیصلہ اس پہ چھوڑتے گاڑی سے نکل گئی تھی

Posted On Kitab Nagri

احواد نے یونی آنے کے بعد بس اک ہی کلاس لی تھی باقی سب بنک کر کے وہ گراؤنڈ کے بلکل سنسان کونے میں بیٹھ گئی تھی کہنے کو تو وہ اسے بہت دلیری سے آفر کر آئی تھی لیکن حقیقتاً اب اسے ڈر لگ رہا تھا کہ وہ کہی بابا سائیں کو ہی نہ جا کر بتادے اور وہ آج ہی اس کا نکاح و قاص سے کروادیں گے وہ انہی سوچوں میں گم بیٹھی ہوئی تھی کہ فائز اسے ڈھونڈتا وہاں آیا تھا "کیا بات ہے یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ کوئی کلاس بھی اٹینڈ نہیں کی؟" فائز نے اس کے سامنے بیٹھتے پوچھا تو وہ چونک کے اپنے خیالات سے نکلی تھی "کیا ہوا ہے؟" فائز نے اس کا چوکنا محسوس کر کے پوچھا تھا اس کے پوچھنے پہ احواد نے کچھ لمحے اسے دیکھنے بعد گہرا سانس بھرا تھا اور پھر آہستگی سے اسے پہلے اپنی اور چودھری حشمت پھر اپنی اور زعیم کی ساری باتیں اس کے گوش گزار ی تھیں جنہیں سن کے فائز نے حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھا تھا "یہ کیا کہہ رہی ہو تم احواد؟" بمشکل حیرت سے نکلتے فائز نے کہا تھا "جو تم سن رہے ہو" اس نے شان بے نیازی سے اسے دیکھا تھا "احواد یہ کوئی حل نہیں ہے مسئلے کا تم اس طرح نہیں کر سکتی میں اپنے والدین کے ساتھ آؤں گا تمہارے گھر کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا بس تم یہ بیوقوفی مت کرو" فائز نے اسے اس کے ارادوں سے باز رکھنا چاہا تھا "نہیں میں سوچ چکی ہوں مجھے جو کرنا ہے اگر تم آؤ گے تو بابا سائیں کسی قیمت پہ راضی نہیں ہوں گے الٹا تمہاری جان لے لیں گے اور میرا نکاح و قاص کے ساتھ کر دیں گے جبکہ زعیم کو وہ اپنے بیٹوں کی طرح چاہتے ہیں اسے کچھ نہیں کہیں گے" احواد اپنے فیصلے پہ قائم تھی "اور بابا سائیں زعیم پہ آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتے ہیں مجھ سے بھی آگے رکھتے ہیں اچھا ہے نازعیم بھی ان کی نظروں سے گرے گا" احواد کی بات پہ فائز نے افسوس سے اسے دیکھا تھا "یہ تم اچھا نہیں کر رہی اپنے ساتھ ساتھ تم زعیم کی زندگی بھی

Posted On Kitab Nagri

برباد کر رہی ہو کیا گرینیٹی ہے تمہارے بابا سائیں اسے کچھ نہیں کہیں گے اور زعمیم کو ان کی نظروں سے گرا کے تمہیں کیا ملے گا؟ "فائز کسی بھی طرح جو وہ کرنے جا رہی تھی اس سے روکنا چاہتا تھا" سکون ملے گا جو اس کی وجہ سے کتنے سالوں سے برباد ہے جب دیکھو زعمیم زعمیم کرتے رہتے ہیں "وہ نخوت زدہ لہجے میں بولی تھی" اور یہی زعمیم نام کی مالاً تم ہمیشہ کے لیے اپنے گلے میں ڈالنی والی ہو "فائز نے ٹیڑھی نظروں سے اسے دیکھا تھا "ساری زندگی کے لیے کیوں؟ مجھے یقین ہے نکاح کا پتہ چلتے بابا سائیں اس سے اور مجھ سے ناطہ توڑ لیں گے اور جب مجھے لگے گا کہ ان کی توجہ ہم پہ سے ہٹ گئی ہے تو میں زعمیم سے طلاق لے لوں گی اور تم سے شادی کر لوں گی" احواد نے اسے اپنی پلاننگ بتائی تھی "دیکھو احواد،،،،، "فائز نے کچھ کہنا چاہتا تھا" مجھے کچھ نہیں دیکھنا اور نہ ہی اس اس بارے میں مزید بات کرنی ہے "اس کے اٹل لہجے میں کہنے پہ فائز بھی چپ ہو گیا تھا "تم بتاؤ تمہارے گھر والے کیسے ہیں؟" احواد نے ٹاپک چینج کیا تھا "ٹھیک ہی ہیں بابا ریٹائر ہو گئے ہیں حالات مشکل ہو رہے ہیں تمہیں تو پتہ ہے یہاں بھی سکالر شپ پہ پڑھ رہا ہوں مجھے لگتا ہے جو سیکنڈ ہینڈ گاڑی ہے ہمارے پاس وہ بھی بیچنی پڑے گی" فائز نے سر جھکائے گھاس کو نوچتے جواب دیا تھا "تم ٹینشن مت لو اتنے ذہین ہو تم تمہیں آسانی سے کوئی جاب مل جائے گی پارٹ ٹائم جاب لے لیے اپلائی کر دو ان شاء اللہ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا" احواد کو افسوس ہوا تھا اس لیے اس نے فائز کا حوصلہ بڑھانا چاہتا تھا فائز نے بھی پھیکا سا مسکراتے سر ہلایا تھا

زعمیم احواد کے گاڑی سے نکلتے ہی گاڑی کو فل سپیڈ پہ چھوڑتے وہاں سے نکل گیا تھا اور اک سنسان جگہ پہ جا کر اس نے گاڑی روکی تھی اور بے بسی سے اپنا سر سٹیرنگ پہ رکھ دیا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے کیا کرنا چاہیے کیا

Posted On Kitab Nagri

نہیں کرنا چاہیے "اس میں حرج ہی کیا ہے کنٹریکٹ میرج ہی تو کرنی ہے کر لیتا ہوں اگر اپنی بہن کی زندگی بچانے کے لیے اتنی قربانی دینی پڑے تو میں دے تو سکتا ہی ہوں" سٹیئرنگ پہ ہی سر رکھے کھڑکھی سے باہر دیکھتے وہ بڑبڑایا تھا "لیکن وہ چودھری صاحب کی عزت ہے اور انہوں نے ان کا رشتہ بھی طے کیا ہوا ہے اگر میں ایسا کچھ کر لیا تو ان کے بھائی اور خاندان کے سامنے ان کی کیا عزت رہ جائے گی" سراپراٹھاتے اس نے بے بسی سے بالوں میں انگلیاں پھنسائی تھیں "تو پھر کیا علاج کے لیے اتنی بڑی رقم تم مانگ لو گے چودھری صاحب سے؟" دماغ نے اک اور سوال اٹھایا تھا جس کا جواب یقیناً نہ تھا خود دار لوگوں کا یہ بڑا مسئلہ کے انہیں اپنی مجبوری میں بھی کسی سے مانگنا اچھا نہیں لگتا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا نا ان کے لیے موت کے مترادف ہوتا ہے زعیم نے تب بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا تھا جب ابا کے مرنے کے بعد گھر میں کئی کئی دن فاقے ہوئے تھے اب کیسے اس کی خودداری گوارا کر لیتی "تو جو تم احوادبی بی سے لو گے اس کے لیے تمہاری عزت نفس اور خودداری کو کچھ نہیں ہو گا؟" اس وقت زعیم کے دل اور دماغ میں شدید قسم کی جنگ چل رہی تھی "وہ تو تمہیں خود دے رہی ہیں اور بدلے میں تم نے بھی تو ان کے کام آنا ہے تو پھر کیسی شرمندگی" دل کے مقابلے میں دماغ نے اک اور جواز پیش کیا تھا "لیکن پھر بھی ان پیسوں پہ تمہارا کوئی حق نہیں تو کیسے لے سکتے ہو تم؟" دل نے اک اور دلیل دی تھی "تو ٹھیک ہے پھر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہن کو موت کے منہ میں جاتے دیکھنا" ان ساری باتوں سے تنگ آ کر زعیم نے دونوں ہاتھ کانوں پہ رکھے تھے "یا اللہ میں بہت مشکل میں ہوں میری مدد فرما تو تو کہتا ہے نا اگر میرے بندے کو چھوٹی سی چھوٹی شے بھی چاہیے ہو تو وہ مجھ سے مانگے میں دوں گا تو میں مانگ رہا ہوں میری مدد فرما میرے مالک میری مدد فرما میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہن کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا" اس نے واپس سر سٹیئرنگ پہ رکھ کے اپنے رب کو پکارا تھا تھوڑی دیر اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد اس نے دوبارہ گاڑی سٹارٹ

Posted On Kitab Nagri

کی اور گاؤں کے رستے ہو لیے تھے لیکن اس کے دل و دماغ میں اک جنگ ہنوز جاری تھی جسے وہ پورا زور لگا کے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا حویلی گاڑی کھڑی کر کے وہ ڈیرے آیا تھا "کیا بات ہے زعیم پتر آج تھوڑا لیٹ آیا؟" وہ ڈیرے آیا تو چودھری حشمت نے پوچھا تھا "ہاں وہ بس رستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی اسی لیے لیٹ ہو گیا" زعیم نے نظریں چراتے کہا تھا جھوٹ بولنا وہ بھی ان سے جنہیں آپ پہ حد سے زیادہ یقین کرتے ہوں کتنا مشکل ہوتا ہے یہ کوئی اس وقت زعیم اکرم سے پوچھتا پھر احواد کو یونی سے لینے جانے تک دل و دماغ کی جنگ میں الجھا رہا تھا گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے جنہیں بمشکل وہ سٹیئرنگ پہ جمارہا تھا اس کے یونی پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ہی احواد آکر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی "کیا سوچا پھر تم نے؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی احواد نے اس سے پوچھا تھا جس کے جواب میں زعیم چپ ہی رہا تھا لیکن ابھی تک گاڑی سٹارٹ نہیں کی تھی "مجھے منظور ہے آپ کی آفر" کافی دیر کی خاموشی کے بعد زعیم کی سپاٹ آواز گونجی تھی اک بھائی ہار گیا تھا اپنی بہن کی زندگی بچانے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا تھا اس کے ہامی بھر لینے پہ احواد مسکرائی تھی جیسے اسے امید ہو کے زعیم کا یہی جواب ہو گا "او کے پھر گاڑی گاؤں کی بجائے کورٹ کی طرف موڑ لو" احواد کے لہجے میں خوشی اور مغروریت تھی کہ وہ پیسے کے زور پہ کچھ بھی کر سکتی تھی زعیم نے اپنی نم اور سرخ آنکھیں اٹھا کر مرر سے اسے گھورا تھا "اور جو کورٹ میرج کی ریکوئرمنٹ ہے کہ دو گواہ لازمی ہونے چاہیے وہ کہاں سے آئیں گے؟" زعیم کی آواز کسی بھی تاثر سے پاک تھی اس کی بات سن کے احواد نے سر پہ ہاتھ مارا تھا اور اسے ویٹ کرنے کا کہہ خود گاڑی سے نکل گئی تھی فائر بھی یونی ہی تھا اس نے جا کر ساری بات اسے بتائی پہلے تو فائز نے اسے باز رکھنا چاہا تھا لیکن پھر اس کی ضد کے آگے ہار مان کے گواہ بننے کے لیے مان گیا تھا اور ساتھ ہی اپنی اک قابل بھروسہ دوست جو کہ کلاس فیلو بھی تھی اسے منایا تھا فائز اور اس لڑکی نے فائز کی گاڑی میں ہی جانا تھا ان کے مان

Posted On Kitab Nagri

جانے کے بعد احواد بھی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی تھی "میرے دو دوست آرہے ہیں تو چلو وہ ہمارے پیچھے ہی ہیں" احواد نے کہا تو زعیم نے بغیر کچھ کہے گاڑی سٹارٹ کر گئے آگے بڑھائی تھی اس کا انداز بالکل سرد و سپاٹ تھا اور احواد سے تو اپنی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی کہ اس کی جان اب وقاص سے چھوٹ جائے گی اور وہ حویلی سے نکل کے اپنی مرضی کی زندگی گزارے گی لیکن اس کے دماغ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنے باپ کا مان توڑ رہی تھی باپ جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں لیکن سیٹیاں ہمیشہ باپ کا مان ہوتی ہیں ان کی پگڑی کا اونچا شملہ ہوتی ہیں لیکن ابھی وہ یہ بات سوچنے سے قاصر تھی لیکن اسے اس بات احساس اک ناک دن ضرور ہوگا لیکن کون جانے وہ دن کب آئے گا کورٹ کی عمارت کے سامنے زعیم نے اک جھٹکے سے گاڑی روکی تھی اور اپنی سرخ نظریں اٹھا کے اس عمارت کو دیکھا تھا اس کا دل کیا وہ یہاں سے غائب ہو جائے لیکن اپنی بے بسی اور مجبوری کا خیال آتے وہ گاڑی سے اتر گیا تھا ان کے پیچھے والی گاڑی سے فائز لوگ بھی نکلے تھے فائز نے اک نظر زعیم کو دیکھا تھا اونچا لمبا قد چوڑے شانے گندمی رنگت گھنے بال ماتھے پہ پڑے ہوئے تھے سیاہ آنکھیں اور گندمی چہرہ بالکل سپاٹ تھا گھسنی مونچھوں اور داڑھی کے درمیان لب سختی سے بھیجنے ہوئے تھے اسے دیکھ کر فائز کو نا جانے کیوں اس سے جیلسی ہوئی تھی کورٹ میرج کے لیے سب سے ضروری چیز سی این آئی سی نمبر ہوتا ہے شادی والے جوڑے کا بھی اور گواہوں کا بھی اور ان چاروں کے پاس اپنے اپنے آئی کارڈ موجود تھے پھر بغیر وقت ضائع کیے وہ چاروں کورٹ کے اندر چلے گئے تھے اپنے مطلوبہ وکیل کے پاس پہنچتے انہوں نے وہاں آنے کی وجہ بتائی تھی وکیل کے مشکوک نظروں سے گھورنے پہ انہوں نے بتایا تھا کہ گھر والے نہیں مان رہے اس لیے کورٹ میرج کر رہے ہیں خیر وکیل کو اس بات سے کیا مطلب تھا دونوں اٹھا رہے تھے اس لیے ان کی کورٹ میرج میں کوئی ایشو نہیں تھا وکیل نے ان دونوں کے سامنے میرج سرٹیفکیٹ رکھا تھا جو نکاح رجسٹرار سے رجسٹرڈ تھے

Posted On Kitab Nagri

احواد نے تو جھٹ سے سائن کر دیے تھے لیکن اک لمحے کو زعیم کے ہاتھ کانپے تھے اور چودھری حشمت اور چودھرائن کے چہرے اس کے سامنے آئے تھے لیکن اگلے ہی لمحے انوشہ کا چہرہ سامنے آیا تھا اور اس نے ناچاہتے ہوئے بھی سائن کر دیے تھے ان دونوں کے بعد فائز اور اس لڑکی نے گواہوں کے خانے میں سائن کیے تھے "مبارک ہو اب آپ دونوں لیگلی ہز بینڈ اینڈ وائف ہیں" ان چاروں کے سائن کرنے کے بعد وکیل نے انہیں مبارکباد دی جس کے جواب میں زعیم نے مسکرا کر بھی ضروری نہ سمجھا اور وکیل کو کورٹ میرج کی جو فیس ہوتی ہے وہ ادا کر کے (جو وہ آتے ہوئے لے کر آیا تھا) وہاں سے نکل گیا تھا اس کی اس حرکت پہ احواد نے اس کی پشت کو گھورا تھا اور پھر ان دونوں کا شکریہ ادا کر کے ان کو بھیجنے کے بعد احواد بھی گاڑی میں آگئی تھی اس کے کہنے پہ زعیم نے اب گاڑی بنک کی طرف موڑی تھی احواد کے سارے کارڈ اور چیک بک ہمیشہ اس کے بیگ میں ہی ہوتے تھے اسے امید تھی کہ اس کے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم موجود ہوگی کیونکہ وہ تینوں اس کے اکاؤنٹ میں رقم جمع کرواتے تھے لیکن یوز اس نے کبھی نہیں کی تھی شاپنگ ہمیشہ وہ چودھری حشمت سے پیسے لے کے ہی کرتی تھی اور اس کی توقع کے عین مطابق اس کے اکاؤنٹ میں اتنے پیسے تھے کہ زعیم کو پیسے دینے کے بعد بھی پیچھے کافی پیسے تھے کنٹرکٹ کے مطابق احواد نے کورٹ میرج کرتے ہی اسے دس لاکھ دیے تھے اور انہیں لیتے ہوئے زعیم کا دل کر رہا تھا دھاڑیں مار مار کے روئے اس کی آنکھیں خطرناک حد تک سرخ ہو چکی تھیں اور احواد اپنی خوشی میں یہ سب کچھ محسوس نہیں کر رہی تھی "ابھی آپ پلیر اس شادی کے بارے میں کسی کو بھی کچھ مت کہیے گا اک دفعہ میری بہن کا آپریشن ہو جائے تو پھر بے شک بتا دیجیے گا کیونکہ اس کے آپریشن کے دوران میں کسی قسم کی کوئی ٹینشن انورڈ نہیں کر سکتا" حویلی کے ڈرائیوے پہ گاڑی روکتے زعیم نے اس سے التجا کی تھی احواد

Posted On Kitab Nagri

نے اک لمحے کو رک کے اسے دیکھا تھا اور اثبات میں سر ہلاتی گاڑی سے نکل گئی تھی اس کے نکلنے اک گہرا سانس
ہوا کے سپرد کرتے زعمیم نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا تھا

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

Posted On Kitab Nagri

زعیم گھر آیا تو معمول کے مطابق دسترخوان لگائے اماں اور انوشہ اسی کے انتظار میں تھیں جو اپنی روٹین سے کافی لیٹ آیا تھا اور اب ان دونوں کو سلام کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا اماں اور انوشہ نے حیرانگی سے پہلے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر اک دوسرے کو دیکھا تھا ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ بس سلام کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ جائے لیکن وہ اپنی حیرانگی میں اس کے ہاتھ میں موجود چھوٹا سا تھیلا نہیں دیکھ سکی تھیں زعیم باہر آیا تو دونوں حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھیں "کیا ہوا آپ دونوں مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" زعیم نے ان کے پاس بیٹھتے پوچھا تھا "بھائی آج آپ نے ہمیشہ کی طرح اپنے ساتھ لگا کے سر نہیں چوما بس سلام کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے" انوشہ نے منہ پھلائے کہا تھا "ارے میرا بچہ ادھر آؤ ابھی میں اپنے بچے کا سر چوم لیتا ہوں" زعیم نے کہنے کے ساتھ ہی اسے اپنے حصار میں لے کر اس کا سر چوما تھا "آپ گھر آتے ہی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے" اس نے اک اور شکایت لگائی تھی "وہ تو میں پیسے رکھنے گیا تھا" اس نے کہا تو اماں اور انوشہ دونوں نے چونک کے اسے دیکھا تھا اماں تو جانتی تھیں کہ اسے کس سلسلے میں پیسے چاہیے تھے اور وہ سوچ رہی تھیں کہ پیسوں کا انتظام کہاں سے ہوا ہے "لیکن پتر پیسوں کا انتظام کہاں سے ہوا؟" اماں کی بات سن کے انوشہ نے حیرانگی سے دونوں کو دیکھا تھا "بس ہو گیا ہے" اس نے انہیں ٹالا تھا "بھائی کیسے پیسے؟ اور آپ کو کیوں چاہیے ہیں پیسے؟" انوشہ کے سوال پہ دونوں نے اسے دیکھا تھا اسے ابھی اپنی بیماری کے بارے میں نہیں پتہ تھا "وہ اس دن ہم ڈاکٹر کے پاس گئے تھے نا تو وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کہ بہن کو چھوٹی سی بیماری ہے اس لیے اک بالکل چھوٹی سی سرجری کی ضرورت ہے جس کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی بس اس کے لیے پیسے چاہیے تھے" اسے بچوں کی طرح بہلاتے زعیم نے کہا تھا "کونسی بیماری اور بھائی مجھے سرجری نہیں کروانی" اس کے چہرے پہ ڈر واضح تھا "بیماری چھوٹی سی ہے نا اسے چھوڑو اور میرا بچہ سرجری سے ڈرنا نہیں ہے میں ہوں نا اپنے بچے کے ساتھ" زعیم

Posted On Kitab Nagri

نے اس کا ڈر دور کرنا چاہا تھا "لیکن بھائی،،،" اس نے کچھ کہنا چاہا تھا "کیا تمہیں اپنے بھائی پہ بھروسہ نہیں ہے؟" اس کی بات کاٹ کے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے زعیم نے پوچھا تھا "نہیں بھائی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے" وہ جلدی سے بولی تھی "تو پھر میرا بچہ اپنے بھائی پہ یقین رکھو کچھ بھی نہیں ہوگا اک بالکل چھوٹی سی سر جری ہوگی لیکن میں اور اماں ہیں نہ اپنے بچے کے ساتھ اور سب سے بڑھ کے اللہ ہے نا اس لیے میرا بچہ ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے" زعیم نے کہا تو انوشہ نے سر ہلادیا تھا لیکن ڈر اس کے چہرے پہ ابھی بھی موجود تھا زعیم اماں کی کھوجتی نظریں خود پہ اچھی طرح محسوس کر رہا تھا لیکن وہ حقیقت انہیں بتا نہیں سکتا تھا اس لیے دونوں کا دھیان بٹانے کے لیے اس نے دونوں کو کھانے کی طرف متوجہ کیا تھا

احواد گاڑی سے اتر کر سیدھا اپنے روم میں گئی تھی اس نے شکر کیا تھا کہ کوئی اسے رستے میں نہیں ملا کیونکہ اس کے چہرے پہ چھائی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی کمرے میں آتے ہی بیگ اور چادر بیڈ پہ پھینک کے وہ خود بھی بیڈ پہ ڈھیر ہو گئی تھی "شکر ہے اک مسئلہ تو حل ہوا" گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے احواد بڑبڑائی تھی "ویسے یہ خبر سن کے بابا سائیں کا کیاری ایکشن ہوگا؟" اس کے ذہن میں سوال اٹھا تھا اور چہرے پہ تھوڑی پریشانی بھی چھائی تھی "فلحال بابا سائیں کو تو چھوڑتے ہیں زیادہ مزا تو تب آئے گا جب وقاص کو یہ پتہ چلے گا کہ میرا نکاح کسی اور سے ہو گیا ہے" وقاص کے بارے میں سوچتے وہ بے ساختہ کھلکھلائی تھی "کیا بات ہے یہ میری بیٹی اکیلے ہی کیوں ہنسی جا رہی ہے؟" چودھرائن کی آواز سن کے وہ تیزی سے سیدھی ہوئی تھی "ارے اماں سائیں؟ آپ کیوں آئیں مجھے بلا لیتیں" اس نے انہیں بیڈ پہ بیٹھاتے کہا تھا "ارے نہیں میں بس دیکھنے آئی تھی کہ تم آئی ہو

Posted On Kitab Nagri

یہاں نہیں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی آج تم لیٹ آئی ہو خیریت؟" انہوں نے اس کے بال سنواریے
محبت سے پوچھا تھا "ہاں وہ بس آج اک کلاس ایکسٹرا تھی بس اسی لیے لیٹ ہو گئی" احواد نے نظریں چرائی تھیں
کیسے بتاتی انہیں کہ آپ کی بیٹی کسی کی مجبوری کا سودا کر کے آئی ہے "چلو کوئی بات نہیں تم فریش ہو جاؤ میں کھانا
لگواتی ہوں" چودھرائن نے وہاں سے اٹھنا چاہا تھا "نہیں اماں سائیں ابھی میرا موڈ نہیں ہے ابھی آپ کچھ دیر
میرے پاس بیٹھیں" انہیں اٹھنے سے منع کرتے وہ ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گئی تو چودھرائن مسکرائی تھیں
"جب سے آپ کی بہو آئی ہے آپ کے پاس بیٹی کے لیے ٹائم ہی نہیں ہے" احواد نے ان کا ہاتھ پکڑ کے انگلیوں
کے ساتھ کھیلے شرارت سے کہا تھا "چل ہٹ وہ بہو نہیں ہے تمہاری طرح وہ بھی میری بیٹی ہے" احواد کو
گھورتے انہوں نے اسے ہلکی سی چپٹ لگائی تو وہ کھلکھلا کے ہنس دی تھی چودھرائن کو وہ ہنستے ہوئے اتنی پیاری
لگ رہی تھی کہ انہوں نے بے ساختہ اپنی نظریں اس پر سے ہٹائی تھیں کہ کہی اسے ان کی نظر نہ لگ جائے اور
ساتھ ہی دعا بھی کی تھی کہ اللہ اسے ہر بری نظر سے دور رکھے "ویسے میں تو سارا دن آپ کے کان کھاتی رہتی
ہوں آپ کی دوسری بیٹی بھی کیا ایسے ہی کرتی ہے؟" اس نے ہنوز شرارتی لہجے میں کہا تھا "نہیں بلکہ وہ تو بالکل
پر سکون بچی ہے اس نے بچپن سے ہی جھڑکیاں اور کوسنے ہی سنے ہیں تو وہ مجھ سے بھی بات کرتے ہوئے احتیاط
کرتی یے کہ کہی مجھے کچھ برا نہ لگ جائے میں تو کافی دفعہ اسے ٹوک چکی ہوں کہ وہ کوئی بھی بات ہو بلا جھجک کہے
لیکن آہستہ آہستہ ہی ٹھیک ہو گی اب وہ" اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے وہ بول رہی تھیں احواد نے بس سر ہلادیا
تھا "احواد اک بات پوچھوں؟" تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد انہوں نے کہا تھا "ارے اماں سائیں آپ پوچھ
کیوں رہی ہیں آپ کو حق ہے ہزاروں سوال پوچھنے کا" اپنے ہاتھ میں موجود ان کا ہاتھ چومتے احواد نے کہا تھا "آج
تم مجھے بہت خوش لگ رہی ہو ایسی خوشی جو تمہارے چہرے پہ چمک بن کے دکھ رہی ہے ایسی کونسی خوشی ہے اپنی

Posted On Kitab Nagri

اماں سائیں کو بھی تق بتاؤ "ان کی بات سن کے احواد جھٹ سے اٹھ کے بیٹھی تھی" نہیں اماں سائیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے بھلا مجھے ایسی کونسی خوشی ملنی تھی جو میرے چہرے پہ چمکے "احواد نے اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتے انہیں ٹالا تھا "اور مجھے بھوک لگ رہی ہے آپ کھانا لگوائیں میں منہ ہاتھ دھو کے ابھی آئی "ان کی کوئی بھی بات سنے بغیر اپنی ہانک کے وہ واش روم چلی گئی تھی چودھرائن کچھ پل اس کی پشت کو پر سوچ نظروں سے دیکھا تھا پھر سر جھٹکتے وہاں سے اٹھ گئی تھیں "یا اللہ کیا واقعی ہی میں اتنی خوش ہوں کے میرے چہرے سے سب صاف عیاں ہو رہا ہے؟" واش روم میں شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے اس نے اپنے چہرے کا جائزہ لیا تھا لیکن اسے ایسا کچھ نظر نہ آیا تو کندھے اچکاتے ہاتھ منہ دھوتے باہر آگئی تھی

ڈاکٹر نے انوشہ کی سرجری کی ڈیٹ دے دی تھی اس کو لاتعداد تسلیاں دینے کے بعد بھی زعیم اس کے ڈر کو ختم نہیں کر پار ہا تھا وہ کتنی دفعہ اسے کہہ چکی تھی کہ وہ یہ سرجری نہیں کرواتے میڈیسنز کھا ہی وہ ٹھیک ہو جائے گی لیکن زعیم کے سامنے اس کی اک نہیں چل رہی تھی ہاسپٹل جانے سے پہلے وہ حشمت صاحب کے پاس آیا تھا یہ بتانے کے وہ اپنی بہن کی سرجری کے لیے شہر جا رہا ہے اس لیے کچھ دن اس کی جگہ کوئی اور کام سنبھالے گا وہ پہلے ڈیرے گیا تھا وہاں چودھری حشمت نہ ملے تو وہ حویلی آیا تھا جو وہ بالکل بھی آنا نہیں چاہتا تھا اس کا ابھی تک احواد سے سامنا نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ اس دن سے چھٹیوں پہ تھی اور نہ ہی وہ اس کا سامنا کرنا چاہتا تھا لیکن بری قسمت اسے حویلی جانا پڑا تھا اور اس سے بری قسمت کے سب کے ساتھ وہاں احواد بھی بیٹھی ہوئی تھی زعیم نے اپنی نظریں جھکا کے ہی رکھی تھیں تاکہ وہ احواد کو نہ دیکھ سکے "خیر ہے زعیم پتر یہاں کیسے آنا ہوا؟" چودھری حشمت

Posted On Kitab Nagri

کے پر شفقت لہجے کو سن کر زعیم کے اندر بے چینی پھیلی تھی "وہ میری بہن کو برین ٹیمر مرہے آپ کینسر ہی سمجھ لیں اس کا آپریشن ہے اس کے لیے شہر جا رہے ہیں کچھ دن لگ جائیں گے بس یہی بتانے آیا تھا آپکو کے آپ اتنے دن کسی اور کے حوالے کر دیں انتظامات "اس نے سر جھکائے ہی جواب دیا تھا "اوہو تم نے پہلے نہیں بتایا کہ سیٹیا کو ایسی کوئی بیماری ہے "چودھری حشمت کے لہجے میں ہلکا سا افسوس تھا "بس ہمیں بھی کچھ دن پہلے ہی پتہ چلا ہے اور اب آپریشن کے لیے جانا ہے آپ بس دعا کرے گا "زعیم نے اک دفعہ بھی نظریں نہیں اٹھائی تھیں چودھری حشمت جانتے تھے کہ علاج بہت مہنگا ہو گا اور وہ فکر مند بھی ہوئے تھے کہ جانے اس کے پاس علاج کے لیے رقم بھی ہوگی یا نہیں اک دفعہ تو ان کے دل میں آیا کہ اسے کہہ دیں کہ اگر اسے پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ ان سے لے سکتا ہے لیکن پھر خود داری کا سوچتے انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر لیا تھا اگر وہ آپریشن کے لیے لے کر جا رہا تھا اپنی بہن کو تو یقیناً اس نے پیسوں کا انتظام بھی کر لیا ہو گا "چلو اللہ پاک سیٹیا کو صحت اور تندرستی دے اور اگر کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو ضرور بتانا "چودھری حشمت نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے جو کہنا چاہا تھا زعیم اچھی طرح سمجھ رہا تھا زعیم سر اٹھا کے پھیکا سا مسکرایا تھا "نہیں بس آپ دعا کر دیں یہی بہت ہے "زعیم نے کہا تو احواد نے بغور زعیم کا جائزہ لیا تھا جو نظریں جھکائے ہوا تھا اسے دیکھ کر احواد کے لبوں پہ اک طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی "کیا طاقت ہے پیسے میں اس میں کچھ بھی خریداجا سکتا ہے کسی کی خود داری بھی "زعیم کو دیکھتے اس نے سوچا تھا اور پھر سر جھٹک دیا تھا لیکن شاید وہ یہ بھول رہی تھی جس پیسے پہ وہ اتنا گھمنڈ کر رہی تھی وہ اس کا نہیں اس کے باپ کا تھا جس باپ کی حکم عدولی کرتے آزادی کی زندگی گزارنے کے سنہرے سپنے سجائے کسی کی مجبوری سے کھیل گئی تھی "چلیں میں اب چلتا ہوں آپ سب دعا کرے گا میری بہن کے لیے اللہ حافظ " احواد کی نظریں وہ خود پہ اچھی طرح محسوس کر رہا تھا اس سے مزید وہاں کھڑا نہ رہا گیا تو انہیں اللہ حافظ کہتے وہاں

Posted On Kitab Nagri

سے چلا گیا تھا "بزدل کہی کا" احواد اس کی تیزی سے جانے پہ اک دفعہ پھر بڑبڑائی تھی ز عیم گھر آیا تو اماں اور انوشہ جانے کے لیے تیار بیٹھی تھیں لیکن انوشہ کی شکل سے لگ رہا تھا وہ ابھی رو دے گی ز عیم جا کے اس کے پاس بیٹھا تھا "کیا بات ہے میرا بچہ پریشان لگ رہا ہے؟" ز عیم نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا "بھائی ہم یہ سرجری رہنے دیتے ہیں نا" اس نے ز عیم کو دیکھتے آس سے کہا تھا "میرا پیارا بچہ تم سمجھ کیوں نہیں رہی یہ ضروری ہے نامیڈلسن سے یہ دوبارہ بھی بن سکتا ہے لیکن سرجری کے بعد قوی امید ہے کہ یہ دوبارہ نہیں بنے گا" ز عیم نے اسے پیار سے سمجھایا تھا "مگر بھائی میرا دل نہیں مان رہا" اس نے منہ بسورا تھا "فضول سوچوں کو دماغ میں جگہ مت دو میں بھی کپڑے بدل کے آتا ہوں پھر چلتے ہیں" اسے گھوری سے نوازاتے ز عیم وہاں سے اٹھ گیا تھا اور پیچھے بس وہ منہ بسورتی رہ گئی تھی وہ اتنی ڈرپوک تھی کہ انجیکشن سے ڈر جائے اور کہاں سرجری اس لیے اسے بہت زیادہ ڈر لگ رہا تھا

احواد شام کو بیٹھی بورہور ہی تھی کچھ بھی نہیں تھا اس کے پاس کرنے کو معمول کے مطابق چودھرائن اور غزل کچن میں تھیں اور وہ تو کچن میں جانا اپنی توہین سمجھتی تھی چودھرائن لاکھ اسے ڈانٹتی ڈپٹی لیکن اس پہ اثر نہیں ہوتا تھا ابھی وہ بیٹھی منہ کے مختلف زاویے بنا رہی تھی کہ وقاص کو آتے دیکھ کراک شیطانی مسکراہٹ اس کے چہرے پہ چمکی تھی "ہائے ڈیر کزن کیسے ہو؟" جب وقاص اس کے نزدیک آیا تو اس نے چہرے پہ اک مسکراہٹ سجائے پوچھا تھا وقاص کے لیے تو یہ مقام حیرت تھا کہ احواد اس سے مسکرا کے بات کر رہی ہے "خیر تو ہے؟ آج سورج مغرب سے تو نہیں نکلا جو تم مجھ سے مسکرا کے بات کر رہی ہو" اس نے اپنی حیرت کو زبان پہ لایا تھا "نہیں

Posted On Kitab Nagri

میں نے سوچا دودن کی زندگی کیا اسے لڑ جھگڑ کے گزارنا جب یہ مسکرا کے بھی گزر سکتی ہے "احواد اس کی حیرت سے خوب لطف اندوز ہوئی تھی "مجھے لگتا ہے میں خواب دیکھ رہا ہوں" وقاص ابھی بھی بے یقینی کی کیفیت میں تھا اس کی بات پہ احواد کھل کے مسکرائی تھی "کیا پتہ واقعی ہی تم کسی خواب میں ہو جو جلد ہی اک جھٹکے سے ٹوٹ جائے" تھوڑا سا اس کی طرف جھکتے احواد نے معنی خیزی انداز میں کہا تھا "کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟" اس کی بات پہ وقاص نے الجھ کے اسے دیکھا تھا "ارے چھوڑو مطلب کو مطلب میں کیا رکھا ہے فلحال جو چل رہا ہے اسے چلنے دو" احواد نے کہا تو وقاص نے بھی کندھے اچکائے تھے "ویسے اس کا پاپلٹ کا کیا راز ہے؟" وقاص کا لہجہ تجسس سے بھرپور تھا "ویٹ مائی ڈیر کزن ویٹ جلد ہی پتہ چل جائے گا وہ کیا کہتے ہیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے" احواد نے مبہم سے انداز میں کہا تھا جس سے وقاص اک دفعہ پھر الجھا تھا "عجیب لڑکی ہو تم کل تک کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی اور آج اتنا میٹھا انداز کچھ ہضم نہیں ہو رہا" وقاص سے صبر نہیں ہو رہا تھا وہ وجہ جاننا چاہ رہا تھا کہ آخر اچانک احواد کو ہوا کیا ہے "ارے میں نے کہا نہ بہت جلد ہضم ہو گا اور ایسا ہضم ہو گا کہ زندگی بھر یاد رکھو خیر چھوڑو ان باتوں کو تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں" اسے مزید الجھا کے احواد کچن کی طرف بڑھ گئی تھی "کوئی تو گڑ بڑ ہے اس کے انداز اور اس کی باتوں میں کوئی تو راز ہے جلد ہی پتہ لگانا پڑے گا اس پہلے کے پانی سر سے گزر جائے" وقاص بڑبڑایا تھا یہ جانے بغیر پانی سر سے گزر چکا تھا "اماں سائیں آپ کا بھتیجا اور ہونے والا داماد آیا ہے اس کے لیے چائے بنادیں" احواد نے کچن میں داخل ہوتے ہانک لگائی تھی چودھرائن نے حیرت سے پلٹتے اسے دیکھا تھا "کون آیا ہے؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا تھا "آپ کا بھتیجا پلس ہونے والا داماد" احواد نے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے کہا تھا چودھرائن کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا کہ کہاں وقاص کو دیکھتے ہی وہاں سے نودو گیارہ ہونے والی احواد اس کے لیے چائے لینے آئی تھی کچھ دنوں سے انہیں اس کے تیور کچھ

Posted On Kitab Nagri

بدلے بدلے لگ رہے تھے اور اب تو انہیں یقین ہو گیا تھا کوئی تو بات ہے جو احواد ان سے چھپا رہی ہے "اچھا اماں سائیں آپ چائے بھجواد بھیجے گا میں وقاص کے پاس ہی بیٹھی ہوں" اس کی بات سن کے چودھرائن کی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں احواد باہر آ کے وقاص کے ساتھ باتیں کرنے لگی تھیں جو اس کی اتنی خوش اخلاقی پہ حیران کم اور پریشان زیادہ ہو رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے رویے کے پیچھے چھپی وجہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا

ان تینوں کو ہاسپٹل آئے پانچ سے چھ گھنٹے ہو چکے تھے تھوڑی دیر تک انوشہ کی سرجری تھی سرجری سے پہلے پانچ چھ گھنٹے کچھ بھی نہیں کھانا ہوتا اس لیے ابھی تک سرجری شروع نہیں کی گئی تھی ہاسپٹل کے مخصوص لباس میں انوشہ منہ پھلا کے بیٹھی ہوئی تھی وہی ضد کے اسے سرجری نہیں کروانی "بھائی دیکھیں نا وہ ڈاکٹر بھی سرجری نہیں کرنا چاہتے اس لیے تو ابھی تک آ نہیں رہے ہم گھر چلتے ہیں" اس نے اپنی بات دہرائی تھی "انوشہ" زعیم نے بس ناراضگی سے اس کا نام پکارا تھا اس کی ناراضگی محسوس کر کے انوشہ پھر سے منہ پھلا کے بیٹھ گئی تھی "ایکسیوزمی آپ کو ڈاکٹر اپنے کیمین میں بلا رہے ہیں" مزید کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی وہاں اک نرس آئی تھی اور زعیم کو ڈاکٹر کا پیغام دیا تھا "اماں آپ اس کے پاس ہی رہیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں" اماں کو کہہ کے وہ روم سے نکل گیا تھا "آئیے مسٹر زعیم بیٹھیے" ناک کر کے وہ ڈاکٹر کے کیمین میں داخل ہوا تو ڈاکٹر نے اسے بیٹھنے کا کہا تھا "بات دراصل یہ ہے کہ ہمیں آپ سے ان پیپرز پہ سائن چاہیے" ڈاکٹر نے اک فائل زعیم کی طرف بڑھائی تھی "کیسے پیپرز ہیں یہ؟" زعیم نے فائل پکڑتے ہوئے پوچھا تھا "بعض اوقات سرجری کے دوران پیشینہ کی

Posted On Kitab Nagri

میموری لاس ہو جاتی ہے اس کے سو میں سے دس فیصد چانس ہوتے ہیں اس لیے رولز کے مطابق ہمیں آپ سے ان سپر زپہ سائن چاہیے کہ اگر سرجری کے بعد پیشینٹ کی میموری لاس ہو جاتی ہے تو ہاسپٹل والے اس کے ذمے دار نہیں ہیں "ڈاکٹر زعمیم کی پریشانی میں اور اضافہ کیا تھا" دیکھیں مسٹر زعمیم ضروری نہیں کہ لازمی ہی ان کی میموری لاس ہو بس کچھ چانسز ہیں اس بات کہ ہم انسان بس کوشش اور دعا کر سکتے ہیں باقی سب تو اللہ کے ہاتھ میں ہے نا وہ چاہے تو شفا دے سکتا ہے ہم کوشش کرتے ہیں اور آپ دعا کریں "اس کی پریشان شکل دیکھ کر ڈاکٹر نے اسے تسلی دی تھی زعمیم نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے پین لے کر فائل پہ سائن کرتے فائل واپس ڈاکٹر تھائی تھی "آپ اس طرح مایوس مت ہوں بس اللہ سے دعا کریں بے شک وہ بہت رحیم ہے" زعمیم وہاں سے جانے لگا تو اس کے چہرے پہ چھائی مایوسی دیکھ کر ڈاکٹر نے اک بار پھر اسے دعا کی تلقین کی تھی ڈاکٹر کی بات سن کے زعمیم نے سر ہلایا تھا اور کبین سے نکل گیا تھا واپس روم میں آیا تو اماں اور انوشہ دونوں کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں گویا جاننا چاہ رہی تھیں کہ ڈاکٹر نے کیا کہا ہے "ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اپنی پاگل بہن کو تیار رکھیں ہم بس سرجری کے لیے اسے لے کے جانے لگے ہیں" ان کی نظروں کا مطلب سمجھتے زعمیم نے انوشہ کو اپنے حصار میں لیتے تھوڑی شرارت سے کہا تھا جس پہ انوشہ نے بس ناراض نظروں سے اسے دیکھا تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتے وہاں ڈاکٹر اور نرس آئے تھے کہ سرجری کا ٹائم ہو گیا ہے اور اسے اوٹی پی میں شفٹ کیا تھا اماں نے آیت الکرسی پڑھ کے اس پہ پھونکتے اسے اللہ کے سپرد کیا تھا اوٹی پی کا دروازہ بند ہوتے ہی اماں تسبیح لے کر بیٹھ گئی تھیں اور زعمیم نے یہاں سے وہاں چکر لگانے شروع کر دیے تھے اس سرجری میں تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے پکے لگتے ہیں کیونکہ دماغ کی سرجری بہت ہی حساس سرجری ہوتی ہے جس میں زرا سی بھی جلد بازی یا غلطی سے پیشینٹ کی نظر، یادداشت یا زندگی کچھ بھی جاسکتا ہے اس لیے اس سرجری میں کافی ٹائم لگ جاتا ہے یہ پانچ چھ گھنٹے

Posted On Kitab Nagri

زعیم اور اماں کے سولی پہ لٹکتے ہوئے گزر رہے تھے اماں کے لب مسلسل ہل رہے تھے اور مسلسل تسبیح کے دانے گر رہے تھے جبکہ زعیم کبھی کرسی پہ بیٹھ جاتا تو کبھی اٹھ کے ادھر ادھر چکر لگانے لگ جاتا لیکن اس کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی جب ٹانگیں شدید تھک گئیں تو وہ کرسی پہ دیوار سے سرٹکا کے بیٹھ گیا تھا "یا اللہ تو رحمان ہے تو رحیم ہے میرے مالک مجھ گنہگار پہ اپنا رحم کرم فرما یا اللہ تو کبھی کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا رشتوں کے نام پہ میرے پاس بس میری ماں اور بہن ہیں اک سب سے قریبی رشتہ پہلے کھو چکا ہوں مزید نہیں کچھ کھو سکتا میرے مالک تو مجھے اس آزمائش سے بچانا میرے مالک اپنا خاص رحم کرم کرنا اس مشکل کی گھڑی میں ہمیں اکیلا مت چھوڑنا میرے رب "آنکھیں بند کیے وہ اپنے رب سے ہم کلام تھا اتنے میں اوٹی پی کا دروازہ کھلا تھا اماں اور زعیم دونوں تیزی سے اٹھ کے دروازے کی طرف آئے تھے جہاں سے ڈاکٹر نکل رہے تھے "سرجری کامیاب رہی ہے اور اس سرجری کا کوئی سائیڈ ایفیکٹ ہوا ہے یا نہیں یہ تو جب پیشینہ کو ہوش آئے گا تبھی پتہ چلے گا" ڈاکٹر کی بات سن کے دونوں نے اطمینان کا سانس لیا تھا تھوڑی دیر بعد انوشہ کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا اسے اک نظر دیکھنے کے بعد اماں کو اس کے پاس بیٹھاتے زعیم خود ہاسپٹل سے ملحق مسجد میں چلا گیا تھا اپنے رب کا شکر ادا کرنے جس نے اس آزمائش میں نہیں ڈالا تھا زعیم واپس آیا تو ابھی تک انوشہ کو ہوش نہیں آیا تھا زعیم کو پریشانی ہوئی تھی لیکن ڈاکٹر نے تسلی دی کہ ہو جاتا ہے اتنی میجر سرجری کے بعد اکثر ہوش آنے میں ٹائم لگتا ہے تھوڑی دیر لے مزید انتظار کے بعد بالآخر اسے ہوش آ ہی گیا تھا "اماں" اس کی ہلکی سی آواز میں اماں اور زعیم دونوں اس کے ارد گرد بیٹھے تھے "انوشہ" زعیم نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے پکارا تھا "بھائی" اسے دیکھتے انوشہ نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی تھی اس کے بھائی کہنے پہ زعیم نے سکھ کا سانس لیا تھا ورنہ اسے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہی اس کی یادداشت نہ چلی گئی ہو زعیم ڈاکٹر کو بلا کے لایا تھا جس نے اس کا پراپر چیک اپ کرنے کے بعد سب

Posted On Kitab Nagri

اوکے ہونے کا اشارہ دیا تھا کہ اس کی نظر یا یادداشت پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا برین ٹیومر کی سرجری کے بعد اکثر مائیکریشن، کم سنائی دینا یاد بارہ ٹیومر بننے جیسے مسائل درپیش ہوتے تھے اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ ہی پتہ چلنا تھا کہ ایسا کچھ ہوتا ہے یا نہیں فلحال تو وہ بالکل ٹھیک تھی یہی زعیم کے لیے بہت بڑی خوشی تھی

زعیم کی غیر موجودگی میں چودھری حشمت کو اس بات کا اندازہ ہوا تھا کہ وہ ان کے لیے کتنا ضروری ہو چکا ہے اس کے بغیر انہیں ہر چیز درہم برہم لگ رہی تھی وہ ہر کام اپنی نگرانی میں کرواتا تھا اور اب وہ نہیں تھا تو حشمت صاحب کو لگ رہا تھا کہ کوئی بھی اچھا کام نہیں کر رہا "نیک بخت ایک ہی دن ہوا ہے زعیم کے بغیر اور ایسا لگ رہا ہے صدیاں گزر گئی ہیں اسے دیکھے بغیر" چودھری حشمت نے چودھرائن کو کہا تھا وہ دونوں اس وقت برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے "ہاں اتنے سالوں سے ہمارے ساتھ ہے اب تو وہ ہماری زندگیوں کا ضروری حصہ ہے تو اس کی غیر موجودگی محسوس تو ہو گی ہی نا" چودھرائن نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی غزل کے ساتھ اس طرف آتی احواد نے ان کی بات سن کے ناک کے نتھے پھلائے تھے "اس کی بہن کا آپریشن ہو گیا یا نہیں؟" چودھرائن نے یاد آنے پہ پوچھا تھا "ہاں اس کا فون آیا تھا کہ ہو گیا ہے آپریشن لیکن کچھ دن وہ رہیں گے ہسپتال ہی اس لیے میں سوچ رہا تھا کہ ہم آج جا کر عیادت کر آتے ہیں" چودھری حشمت نے پر سوچ لہجے میں کہا تو چودھرائن نے ارہلا کے ان کی بات کی تائید کی تھی "کیا ضرورت ہے شہر جانے کی جب یہاں آئے تو جب کر عیادت کر آئیے گا" قریب پہنچتے احواد نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا "نہیں ایسے برا لگتا ہے ہمارے ہر کام کے لیے وہ دل و جان سے حاضر ہوتا ہے اور اب اس کی بہن کی عیادت کے لیے ہم شہر بھی نہیں جاسکتے" چودھری حشمت نے

Posted On Kitab Nagri

اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے نرمی سے کہا تھا "ہاں تو ان کاموں کی تنخواہ لیتا ہے وہ کون سا فری میں کرتا ہے" احواد کی بات سن کے چودھری حشمت اور چودھرائن نے اسے گھورا تھا "تنخواہ وہ صرف زمینوں کی حساب کتاب کی دیکھ بھال کی لیتا ہے باقی کاموں کی نہیں اس لیے دوبارہ میں تمہارے منہ سے یہ بات نہ سنوں" چودھری حشمت نے سختی سے اسے کہا تھا "بس تھوڑے ہی دن ہیں اس کے بعد مجھے پورا یقین ہے آپ اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے" احواد نے دانت پیس کے سوچتے بس سر ہلایا تھا ابھی وہ بیٹھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ گیٹ پہ کسی کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا اور تھوڑی ہی دیر بعد زین اور سلیمان وہاں آئے تھے انہیں دیکھ کر وہاں بیٹھے سب لوگوں کے چہروں پہ حیرت چھائی تھی کیونکہ ان دونوں نے اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی گھر وہ سب کی حیرت کو انجوائے کرتے آگے بڑھے تھے اور سب سے ملے تھے "یوں اچانک آگئے اور بتایا بھی نہیں آنے کا" سب دوبارہ بیٹھ گئے تو چودھری حشمت نے پوچھا تھا "وہ کیا ہے ناکہ بھائی نے سوچا کہی میرے بابا سائیں کا میرے ولیمے کا خواب پرانا نہ ہو جائے اور وہ میرا ولیمہ کینسل نہ کر دیں میں اس سے پہلے ہی گاؤں پہنچ جاؤں اور اپنے ولیمے کی بریانی خود بھی کھاؤں اور باقی سب کو بھی کھلاؤں" زین نے شرارت سے کہا تو سب ہنس دیے تھے "ایسی کوئی بات نہیں بابا کام اتنا نہیں تھا اور آپ نے ولیمے کا بھی کہا تھا تو بس اس لیے چھٹیاں لے کر آ گیا" سلیمان نے اسے گھورتے وضاحت کی تھی "چلو یہ بھی اچھا کیا کل ہم زعمیم کی بہن کی عیادت کو چلیں گے اور پرسوں سے تیاریاں شروع کر دیں گے اور جلد ہی ولیمہ بھی کر لیں گے" چودھری حشمت نے جھٹ سے پروگرام ترتیب دے دیا تھا "زعمیم بھائی بہن کو کیا ہوا؟" زین نے اچھنبے سے پوچھا تھا "برین ٹیو مر تھا اس کی سرجری ہوئی ہے" حشمت صاحب کی بجائے جواب احواد نے دیا تھا زین کو حیرت ہوئی تھی اس دن جب ملا تھا تب تو وہ ٹھیک تھی لیکن پھر سر جھٹک گیا تھا اور اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ اپنے کمرے میں جا کر فریش ہو جائے اس کے

Posted On Kitab Nagri

ساتھ ہی سلیمان بھی اٹھ گیا تھا "جاؤ غزل بیٹا تم بھی جاؤ دیکھو کہی سلیمان کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے" ان کے جاتے چودھرائن نے اسے بھی سلیمان کے پیچھا بھیجا تھا غزل روم میں آئی تو وہ بیڈ پہ آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا غزل وہی کشمکش میں کھڑی ہو گئی کہ اسے مخاطب کیسے کرے "یقین کریں میں آدم خور تو بالکل بھی نہیں ہوں جو آپ کو کھا جاؤں گا اس لیے یہ گھبرا نا بند کریں" سلیمان نے اس کی موجودگی کمرے میں محسوس کر لی تھی لیکن پھر بھی آنکھیں بند کیے اس کے بولنے کا منتظر تھا لیکن جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے آنکھیں کھولی تو اسے انگلیاں چٹختے دیکھ کر اس نے ہلکا سا طنز کیا تھا "نہیں وہ بس میں" اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا کہے "آفرین ہے بھئی آپ پہ اچھا خاصہ فرینک ہو چکی تھیں آپ جب میں گیا تھا اب پھر وہی پہ کھڑی ہیں جہاں پہ پہلے دن تھیں" اٹھ کے بیٹھتے سلیمان نے جھلا کے کہا تو غزل شرمندہ ہو گئی تھی "ادھر آئیں آپ" اسے وہی کھڑے دیکھ کر سلیمان نے گہرا سانس بھرتے اسے اپنے پاس بلایا تھا غزل چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے بیڈ پہ اس سے تھوڑے فاصلے پہ جا کر ٹک گئی تھی "دیکھیں غزل ہمارا ساتھ زندگی بھر کا ہے آپ میری شریک حیات ہیں اور میرا شہر سے گاؤں اور گاؤں سے شہر ایسے آنا جانا لگا رہے گا تو کیا جب بھی میں آؤں گا تو آپ ایسے کنفیوز ہو کے میرا استقبال کیا کریں گی؟" سلیمان کے پوچھنے پہ وہ مزید شرمندہ ہوئی تھی اور نفی میں گردن ہلائی تھی "تو پھر یہ گھبرا نا چھوڑ دیں اور اک اچھی بیوی کی طرح شوہر کا استقبال کیا کریں" اس کے ہاتھ پکڑتے سلیمان نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گئی تھی "اچھا ویسے مجھے مس کیا تھا؟" ہلکا سا اس کی طرف جھکتے سلیمان نے پوچھا تھا "میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں آپ فریش ہو جائیں" تیزی سے اس کے ہاتھوں سے ہاتھ نکال کے غزل بولتے ہوئے اٹھ گئی تھی سلیمان نے اسے دیکھتے بس نفی میں سر ہلایا تھا کہ اس کا کچھ نہیں کو سکتا

Posted On Kitab Nagri

"بھائی مجھے نہیں پینا یہ سوپ" انوشہ نے بسورتی آواز میں کہا تھا "انوشہ کیوں ضد کر رہی ہو پینا تو پڑے گا نا اگر نہیں پیو گی تو ٹھیک کیسے ہو گی اور اگر ٹھیک نہیں ہو گی تو گھر کیسے جاؤ گی" زعیم نے اسے گھر جانے کا لالچ دیا تھا کیونکہ جب سے اسے ہوش آیا تھا وہ بس گھر جانے کی ہی ضد لگائے بیٹھی تھی "بھائی آپ کو پتہ ہے نا سرجری سے پہلے بھی کچھ نہیں کھایا تھا پھر سرجری اور اب جب سے ہوش آیا بس جو س پلائے جارہے اب سوپ لے آئے بھوک لگی ہے مجھے" اس نے ناراضگی سے زعیم کو دیکھا تھا "ہاں تو سرجری کے بعد ہیلتھی چیزیں کھاتے ہیں نا تا کہ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں اور دوبارہ سے اپنی روٹین پہ آسکیں" زعیم نے اسے بہلایا تھا پھر کچھ اور منتوں کے بعد اس نے پی ہی لیا تھا اماں مسکراتے ہوئے انہیں دیکھتی رہی تھیں زعیم کے ہوتے ہوئے انہیں کبھی انوشہ کے ساتھ سرکھپانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ وہ خود ہی اسے مینڈل کر لیتا تھا زعیم اسے سوپ پلا کے ہٹا ہی تھا کہ دروازے کھول کے کوئی اندر داخل ہوا تھا تینوں کی نظریں دروازے کی طرف اٹھی تھیں اور اندر داخل ہوتے چودھری حشمت چودھرائن اور زین کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر تینوں کو حیرت ہوئی تھی "سائیں آپ" زعیم جلدی سے ان کی طرف بڑھا تھا "ہاں بھئی میں کیوں ہم نہیں آسکتے سیٹیا کی عیادت کے لیے؟" زعیم سے بغلگیر ہوتے چودھری حشمت نے کہا تھا "ارے نہیں میں ایسا تو کچھ نہیں کہا" زعیم تیزی سے بولا تو وہ ہنس دیے تھے اماں چودھرائن سے ملی تھیں اور پھر زین کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا "کیس ہو بیٹی کہی درد وغیرہ تو نہیں ہے؟" چودھری حشمت نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا پھر چودھرائن نے بھی اس سے حال احوال دریافت کیا تھا "کیسی ہیں آپ؟" چودھرائن کے بعد زین نے بھی پوچھا تھا سب کی

Posted On Kitab Nagri

موجودگی میں زین کا اسے مخاطب کرنا انوشہ کو تھوڑا عجیب لگا تھا اس لیے کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے بس سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا تھا اس کے گریز پہ زین مسکرا دیا تھا "بھئی سیٹیا جلدی صحتیاب ہو کے گاؤں واپس آؤ سلیمان کا ولیمہ ہے اور سارے انتظامات زعیم کو ہی دیکھنے ہیں" چودھری حشمت نے کہا تو سب مسکرا دیے تھے "نہ کریں سائیں وہ پہلے ہی بڑی مشکلوں سے یہاں ٹکی ہوئی ہے یہ ناہود و بارہ ضد شروع کر لے پھر مجھ سے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا" زعیم نے بیچارگی سے کہا تھا "نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے" انوشہ منمنائی تھی اور ساتھ ہی زعیم کو اک گھوری سے نوازا تھا پھر کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اٹھ گئے تھے کیونکہ انہیں شاپنگ کے لیے بھی جانا تھا چودھری حشمت نے جاتے ہوئے انوشہ کو کچھ پیسے تھمائے تھے زعیم نے انکار کرنا چاہا تھا لیکن حشمت صاحب نے اسے یہ کہہ کہ 'میں اپنی بیٹی کو دے رہا ہوں تمہیں نہیں' اچپ کر دیا تھا پھر زعیم سے بھی مزید کچھ نہ کہا گیا تھا

انوشہ کو اک ہفتہ ہاسپٹل رکھنے کے بعد چھٹی دے دی گئی تھی اور یہ اس اک ہفتے میں انوشہ نے زعیم کو ٹف ٹائم دیا ہر بات پہ ضد وہ اک جگہ ٹک کے بیٹھنے والی لڑکی نہیں تھا اور اب مسلسل بیڈ پہ لیٹے رہنے نے اسے چڑچڑی بنا دیا تھا اور زعیم کے صبر و تحمل کو اس نے اچھی طرح ٹیسٹ کیا تھا ان کے گھر آنے کے بعد چودھری حشمت کے کہنے پہ چودھرائن دوبارہ ان کے گھر آئی تھیں عیادت کے لیے اس دفعہ ان کے ساتھ احواد بھی تھی پہلے تو احواد نے انکار کرنا چاہا تھا لیکن پھر جانے کیا سوچ کے رضامند ہو گئی تھی ان کو اپنے گھر میں دیکھ کر اماں تو پھولے نہیں سمار ہی تھیں ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان کے گھر میں جو کچھ بھی ہے ان کے سامنے رکھ دیں ان کے گھر آتے احواد

Posted On Kitab Nagri

نے اک نظر پورے گھر پہ دوڑائی تھی ان کا گھر زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن بہت چھوٹا بھی نہیں تھا گیٹ سے اندر داخل ہوتے تھوڑا آگے واش روم تھا درمیانے سے صحن کے پیچھے برآمدہ تھا جہاں گرلز لگوائی گئی تھی برآمدے میں ترتیب سے تین سے چار کمرے تھے برآمدے کے اک کونے میں کچن تھا "گھر تو اچھا خاصہ ہے" سارے گھر پہ اک تفصیلی نظر ڈالنے کے بعد وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی اس نے اچھے طریقے سے انوشہ کا حال احوال دریافت کیا تھا اس کو بس زعیم سے مسئلہ تھا انوشہ کے ساتھ تو اس کی کوئی دشمنی نہیں تھی جو وہ اس سے سیدھے منہ بات نہ کرتی تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد احواد پور ہو گئی تھی انوشہ بھی دوائیوں کے زیر اثر سو گئی تھی ورنہ اسی سے باتیں کرتے ہوئے ٹائم پاس کر لیتی جب مزید اس سے نہ بیٹھا گیا تو کال کا بہانہ بناتی وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی کمرے سے باہر آتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا تھا ابھی وہ کچھ کرنا کا سوچتی ہی کے زعیم گرل کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا اور سامنے کھڑی احواد کو دیکھ کر وہ اک لمحے کو ٹھٹھک کے رکا تھا کیونکہ اسے لگا تھا بس چودھرائن ہی آئی ہوئی ہیں لیکن اگلے پل ہی اسے انگور کرتے سامنے کمرے میں گھس گیا تھا احواد جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اس کے اس طرح انگور کر کے جانے پہ غصے میں تملاتی بغیر کچھ سوچے سمجھے اس کے پیچھے کمرے میں گھسی تھی اسے اپنے کمرے میں آتے دیکھ کر زعیم نے گھور کے اسے دیکھا تھا "یہ لڑکی سچ میں عقل سے پیدل ہے کیوں نہیں سوچ رہی اسے میرے کمرے میں دیکھ کر اماں اور چودھرائن کیا سوچیں گی" اسے گھورتے ہوئے وہ بڑبڑایا تھا "یہ کنٹریکٹ میرج کرنے کے بعد تم نے آنکھیں زیادہ ہی ماتھے پہ نہیں رکھ لیں؟ سمجھتے کیا ہو خود کو؟" احواد نے اس کے سامنے آتے ہوئے غصے سے کہا تھا اسے گھورتی زعیم کی نظروں میں حیرت اتری تھی "میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے پوچھا تھا "تم ابھی مجھے انگور کر کے آئے ہو مجھے تم سے بات کرنی تھی لیکن تم نے مجھے دیکھ کے ایسے نظریں پھیری جیسے مجھے جانتے نہیں ہو پیسے لینے کے بعد زیادہ ہی ہواؤں میں اڑنے لگے ہو" وہ جو منہ

Posted On Kitab Nagri

میں آ رہا تھا بولتی جا رہی تھی اس کی باتوں کے ساتھ ساتھ زعیم کے چہرے کی رنگت بھی سرخ پڑتی جا رہی تھی "مجھے ہواؤں میں اڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ میں اڑ رہا ہوں لیکن آپ کو جو بھی بات کرنی ہے اس کے لیے یہ جگہ اور وقت مناسب نہیں ہے" زعیم نے خود پہ ضبط کے پہرے بیٹھاتے اسے جواب دیا تھا "مجھے تمہاری کوئی فضول وضاحت نہیں چاہیے مجھے تم بس اتنا بتا دو یہ کب تک تمہارا فیملی ڈرامہ ختم ہوگا اور تم بابا سائیں کو نکاح کا بتاؤ گے کیونکہ وہ سلیمان بھائی کے ولیمے کے ساتھ ہی میرا بھی نکاح کرنے پہ تُلے ہوئے ہیں" احواد نے نخوت سے کہا تھا "یہ میرا مسئلہ نہیں ہے کہ آپ کے بابا سائیں کیا چاہ رہے ہیں اور آپ نے کیسے انہیں روکنا ہے جب تک میری بہن کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی میں اس معاملے کو کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتا" زعیم نے دو ٹوک لہجے میں کہتے بات ختم کی تھی "ایسے کیسے نہیں سوچ سکتے تم بھول رہے ہو ہماری ڈیل ہوئی تھی کہ میں تمہیں پیسے دوں گی بدلے میں تمہیں بھی میرا کام کرنا ہوگا" احواد نے دانت پیسے تھے "تو میں کونسا مکر اہوں آپ نے کنٹریکٹ میرج کا کہا میں نے مان لیا اور اب بھی پیچھے نہیں ہٹ رہا بس کچھ اور وقت مانگ رہا ہوں اور اب سب کچھ مجھ پہ ہی مت ڈالیں خود بھی کچھ کر لیں دماغ لڑائیں اور اپنے بابا سائیں کو ان کے ارادوں سے ہٹائیں" زعیم نے کہا تو احواد نے بس اسے گھورا تھا "تم نا،،،" احواد نے دونوں ہاتھوں کے پنجے بناتے ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھائے تھے اور ساتھ ہی کچھ کہنا چاہتا تھا "میں جو بھی ہوں اس بات کو چھوڑیں اور فحال میرے کمرے سے نکلیں اگر چودھرائن یا اماں آگئیں تو آپ کو تو کچھ ہوگا نہیں مگر میں شرمندگی سے زمین میں گرٹھ جاؤں گا" اس کے ہاتھ پکڑ کے اپنے چہرے سے پیچھے کرتے زعیم نے اسے باہر کا رستہ دکھایا تھا "تم! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی؟" احواد تو اس کی باتوں پہ غصے سے پاگل ہوتے اس پہ ہی چڑھ دوڑی تھی "آہستہ بات کریں کیوں اپنے ساتھ میری عزت کا بھی جنازہ نکلوانا ہے آپ نے بلکہ آپ ایسے نہیں مانیں گی" زعیم نے کہتے ہوئے

Posted On Kitab Nagri

اس کا ہاتھ پکڑتے اسے کمرے سے باہر نکالا تھا اور دروازہ بند کرتے چٹخنی چڑھائی تھی "تمہیں تو میں دیکھ لوں گی" دروازے پہ لات مارتے اس نے غصے سے کہا تھا اور واپس انوشہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور پھر اس نے جو گھر جانے کی ضد لگائی چودھرائن اٹھتے ہی بنی تھیں اور جاتے ہوئے انہیں ویسے کی دعوت دینا نہیں بھولی تھیں

جب سے احواد ز عیم کے گھر سے آئی تھی تب سے وہ غصے سے تلملار ہی تھی اسے یہی تھا کہ اس نے ز عیم کو پیسے دے کر اس پہ بہت بڑا احسان کیا ہے اب وہ جو کہے ز عیم ویسا ہی کرے گا لیکن اس کا یوں کمرے سے نکال دینا اور اتنی باتیں سنانا اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا جتنا وہ اس بارے میں سوچتی تھی اتنا ہی اس کے غصے کے گراف میں اضافہ ہوتا تھا اسے لگا تھا وہ ز عیم کے کندھے پہ بندوق رکھ کے چلا لے گی اور اسے کچھ کرنا ہی نہیں پڑے گا لیکن ز عیم کے صاف انکار پہ اب اسے خود اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا تھا اور نہ حشمت صاحب نے سلیمان کے ویسے پہ اس کا نکاح پڑوا دینا تھا اور وہ اک تو نکاح پہ نکاح ہو جانا تھا اور دوسرا اس کے اتنا سب کچھ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہونا تھا وہ انہی سب سوچوں میں الجھی ہوئی تھی کہ وقاص کو وہاں آتے دیکھ کر اس کے منہ کے زاویے بگڑے تھے اور اس نے وہاں سے اٹھنا چاہا تھا لیکن اک دم سے اس کے دماغ کی بتی جلی تھی اور وہ اک شیطانی مسکراہٹ چہرے پہ لیے دوبارہ بیٹھ گئی تھی "ہائے وقاص کیسے ہو؟" اس کے قریب آتے احواد نے خوش اخلاقی کے سارے ریکارڈ توڑتے وقاص کو مخاطب کیا تھا "میں ٹھیک ہوں لیکن مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی" وقاص اس دن سے احواد کے یکسر بدلے لہجے کو لے کر ابھی تک کنفیوز تھا "کیوں؟ بھی میں تمہیں کیوں ٹھیک نہیں لگ رہی؟" احواد نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا تھا "کہاں تم مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھی اور کہاں اب مسکرا مسکرا کے حال احوال

Posted On Kitab Nagri

پوچھے جارہے ہیں "وقاص نے اپنے دل کی بات کو زبان پہ لایا تھا" وہ تم نے سنا تو ہو گا مصیبت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے بس وہی کر رہی ہوں "احواد دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی" وہ بس میں سوچا کہ بابا سائیں کی بات پہ پتھر پہ لکیر ہوتی ہے شادی تو میری تم سے ہی ہونی ہے چاہے ہنسی خوشی ہو یا رد دھوکے تو کیا بہتر نہیں کہ ہنسی خوشی ہی کر لوں "احواد نے چالاکی سے اسے شیشے میں اتارنا شروع کیا تھا "مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا" وقاص نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا تھا "کر لو یقین میں نے سچ میں وہی کہا ہے جو تم سن رہے ہو لیکن اک چھوٹا سا مسئلہ ہے "احواد کے کہنے پہ وقاص کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں "کیا مسئلہ ہے؟" جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے پوچھا تھا "مسئلہ یہ ہے کہ بابا سائیں چاہتے ہیں کہ سلیمان بھائی کے ولیمے پہ ہمارا نکاح ہو جائے اقرارِ خصتی پڑھائی مکمل ہوتے لیکن میرے بھائی کی شادی ہے اور میں اسے بھی صحیح طرح انجوائے نہ کروں بلکہ خود بھی دلہن کی طرح بن سنور کے بیٹھ جاؤں "احواد نے لہجے میں دنیا جہان کی اداسی سموئے کہا تھا "میں نے تو بابا سائیں کو بہت کہا ہے کہ بھائی کے ولیمے کے بعد رکھ لیں نکاح لیکن وہ مان ہی نہیں رہے "اس کے کچھ بولنے سے پہلے احواد نے مزید کہا تھا "بس اتنا سا مسئلہ ہے؟" وقاص نے ہنس کے پوچھا تھا "یہ اتنا سا نہیں ہے بابا سائیں مان ہی رہے میری بات اور یہ میرے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے "احواد نے اداسی سے کہا تھا "ارے تایا سائیں سے یہ بات منوانا میرے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے" وقاص نے جوش سے کہا تھا "کیا واقعی ہی؟" احواد نے آنکھیں پٹپٹاتے حیرت کا مظاہرہ کیا تھا "ہاں بالکل تم ٹینشن مت لوجب تم کہو گی تب ہی ہو گا نکاح" وقاص نے مسکراتے ہوئے اسے یقین دلایا تھا "تھینک یو سوچ وقاص تم نے میرا بہت برا مسئلہ حل کیا ہے تم بہت اچھے ہو" احواد خوشی سے کہتے اندر چلی گئی تھی اور وقاص اس کے آخری جملے میں قید ہو کر خوش فہمیوں کے اونچے مینار پہ جا بیٹھا تھا "واہ کیا بیوقوف بنایا مزہ آگیا" اپنے کمرے میں آتے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے احواد بیڈ پہ گری تھی کافی دیر ہنسنے کے بعد

Posted On Kitab Nagri

خود پہ کنٹرول کرتے سیدھی ہوئی تھی "اور تمہیں تو مسٹر زعیم میں دیکھنا کون چنے ناچبوائے تو میرا نام بھی احواد چودھری نہیں ہے" اپنے تصور میں زعیم کو مخاطب کرتے احواد نے اسے وارنگ دی تھی

دن تیزی سے گزر رہے تھے اور ساتھ ہی سلیمان کے ولیمے کی تیاریاں بھی زور و شور سے جاری تھیں انوشہ کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی اس لیے زعیم نے دوبارہ اپنی جگہ سنبھال لی تھی شادی کی تیاریوں کی بھی زیادہ تر ذمہ داری اسے پہ ہی تھی اور دن میں دو تین چکر گھر کے ضرور لگا کے آتا تھا زین اور سلیمان شہر گئے تھے اور ساتھ غزل بھی زین نے شادی کی آرینجمنٹس کے لیے کسی کو ہائر کرنا تھا جبکہ غزل اور سلیمان نے برائیدل ڈریس لینا تھا زعیم چودھری حشمت کے ساتھ ڈیرے پہ ہی تھا چودھری حشمت نے پیسے دینے تھے جو وہ غلطی سے حویلی ہی بھول آئے تھے انہوں نے زعیم کو حویلی بھیجا تھا کہ چودھرائن سے پیسے لے کر آئے جو انہوں نے کل انہیں پکڑائے تھے زعیم حویلی آیا تو چودھرائن صحن میں پڑے تخت پہ بیٹھیں مرچوں کا اچار ڈال تھیں زعیم نے جاکر انہیں سلام کیا تھا "سائیں کہہ رہے تھے انہوں نے جو کل آپ کو پیسے دیے تھے وہ دے دیں" سلام کے بعد زعیم نے انہیں اپنا وہاں آنے کا مقصد بتایا تھا "میں تو اچار ڈال رہی ہوں ہاتھ بھی نمک اور ہلدی کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں اچھا ٹھہرو میں احواد کو کہتی ہوں وہ دے دیتی ہوں احواد احواد" انہوں نے اسے کہتے احواد کو آوازیں دینا بھی شروع کی تھیں لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا "اک تو اس لڑکی کی مجھے سمجھ نہیں آتی بیٹھی ہوئی ہوگی کانوں میں ٹوٹیاں (ہینڈ فری) لگائے جو زعیم پتر اسے خود ہی جا کے بولو تمہیں پیسے دے دے میرے کمرے میں لا کر میں پڑے ہوئے ہیں" چودھرائن نے احواد کو کوستے زعیم سے کہا تھا "ممم___ میں جاؤں؟" اس نے

Posted On Kitab Nagri

بوکھلاتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا تھا "ہاں تم ہی جاؤ شرمانے کی کوئی بات نہیں تمہارا اپنا ہی گھر ہے ہمیں تم پہ پورا بھروسہ ہے چودھری صاحب تمہیں بیٹا کہتے ہیں اس حساب سے تم احواد کے بھائی ہی ہوئے نا اس لیے جھجھکنے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ" چودھرائُن نے تو پکڑ کے اسے احواد کا بھائی ہی بنادیا تھا "استغفر اللہ جیسے بھی ہوا نکاح ہوں تو میں ان کا شوہر ہی چودھرائُن تو نکاح کرو کروانے پہ تلی ہوئی ہیں" زعیم بڑبڑایا تھا اور ان کے مزید کچھ کہنے سے پہلے اس نے اپنے قدم اندر کی طرف بڑھائے تھے کافی عرصے سے وہ یہاں آ جا رہا تھا اس لیے اسے احواد کے کمرے کا پتہ تھا اس کے کمرے کے آگے کھڑے ہو کے اس نے گہری سانس بھری تھی اور دستک دی تھی کافی دیر دستک دینے کے بعد بھی احواد نے دروازہ نہیں کھولا تھا "انفاب کیا کروں" اپنے ماتھے کو مسلتے اس نے پریشانی سے سوچا تھا دروازہ کھولنے کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا آہستگی سے دروازہ کھولتا وہ اندر داخل ہوا تو خالی کمرہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا مایوسی سے پورے کمرے میں نظر دوڑاتے اس نے واپس مڑنا چاہا تھا اسی وقت واش روم کا دروازہ کھلا تھا اور احواد باہر آئی تھی وہ نہا کے نکلی تھی سر پہ تولیہ لپیٹا ہوا تھا جبکہ دوپٹہ ندارد تھا احواد نے اپنے کمرے میں زعیم کو دیکھتے ہلکی سی چیخ ماری تھی اور زعیم نے بھی تیزی سے اپنا رخ دروازے کی طرف تھا احواد اس کی پشت کو گھورتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی اور دوپٹہ اٹھا کے اوڑھتا تھا "یہ کیا بد تمیزی ہے؟ تم میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو اس دن مجھے تو بڑا لیکچر دیا تھا تو کیا آج کوئی کچھ نہیں سوچے گا کیا" دوپٹہ اور ہنسنے کے بعد اس کے پیچھے آ کر کھڑے ہوتے احواد چیخی تھی "مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے کمرے میں آنے کا سائیں نے پیسے لینے بھیجا تھا چودھرائُن اچار ڈال رہی تھیں انہوں نے کہا کہ آپ کو بولوں میں کافی دہر دروازہ کھٹکھٹایا لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اس لیے اندر آنا پڑا" زعیم نے سنجیدگی سے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی تھی "اب زیادہ بہانے بنانے کی ضرورت نہیں ہے اچھی طرح سمجھتی ہوں میں تم جیسے لوگوں

Posted On Kitab Nagri

کو "احواد کا لہجہ تمسخر اڑاتا ہوا تھا زعیم کا ضبط جواب دے گیا تھا وہی ہر بار کیوں اس کی جلی کٹی سنے اگر اس نے پیسے دیے تھے تو زعیم نے بھی انجام کی پروا نہ کرتے اس کی بات مانتے اس سے نکاح کیا تھا چاہے کنٹریکٹ میرج ہی سہی اور اب اس کے یہ طعنے اس کا صحیح معنوں میں دماغ خراب ہوا تھا "ہاں آیا ہوں جان بوجھ کے کیا کر لیں گی آپ؟ مت بھولیں کنٹریکٹ میرج پہ ہی سہی لیکن آپ میری لیگلی وائف ہیں اگر میں آپ کے روم میں آنا چاہوں تو آپ چاہ کے بھی نہیں روک سکتیں مجھے "اس کے دونوں بازو پکڑتے زعیم نے غرا کے کہا تھا جبکہ احواد آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی زعیم نے اک جھٹکے اس کے بازو چھوڑے تھے اور گہرے گہرے سانس بھرتے خود کو ریلیکس کیا تھا "میرا آپ سے بحث کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے مجھے پیسے لا کر دیں چودھرائن کے کمرے میں لا کر میں موجود ہیں مجھے پہلے ہی دیر ہو چکی ہے "اسے منہ کھولتے دیکھ کر زعیم نے سختی سے کہا تھا اس کی بات سن کے احواد اسے گھورتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی اور اس کے پیچھے زعیم بھی احواد نے پیسے لا کر اس کے ہاتھ پہ پٹختے تھے اس کی بد تمیزی پہ زعیم نے اسے اک دفعہ پھر گھورا مگر کچھ بولے بغیر پیسے لے کر وہاں سے نکل گیا تھا اور احواد بھی جلتی کڑھتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

احواد کو کہنے کو تو کہہ دیا تھا وقاص نے کہ وہ کر لے گا بات لیکن اس دن کے بعد اسے کوئی موقع ہی نہیں ملا تھا بات کرنے کا سب تیار یوں میں مصروف تھے لیکن اس سے پہلے کہ چودھری حشمت صاحب چودھری شجاعت کے کان میں یہ بات ڈالتے اس سے پہلے وقاص نے ان تک پہنچنا تھا کیونکہ بقول اس کے اب عزت کا سوال ہے ولیمے میں بس دو چار دن رہ گئے تھے اس لیے وقاص آج وقت نکال کے ڈیرے پہ آیا تھا تاکہ چودھری حشمت سے

Posted On Kitab Nagri

بات کر سکے اور کیسے بھی کر کے انہیں منائے وہ ڈیرے آیا تو سامنے رجسٹر رکھے ز عیم اور چودھری حشمت کچھ ڈسکس کر رہے تھے "السلام علیکم" وقاص نے ان کے قریب جاتے سلام کیا تو دونوں نے چونک کے اسے دیکھا تھا "وعلیکم السلام آؤ وقاص آؤ آج کیسے یاد آگئی اپنے تایا کی؟ ورنہ تم نے کبھی ادھر منہ بھی نہیں کیا کہ کہیں کوئی کام ہی نہ کہہ دیں تمہیں" چودھری حشمت نے سلام کا جواب دیتے ساتھ ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا "وہ بس تایا سائیں تھوڑا مصروف تھا" اس نے کھسیاتے ہوئے کہا تو چودھری حشمت نے بس سر ہلایا تھا "تایا سائیں مجھے اک ضروری بات کرنی ہے آپ سے" وقاص نے انہیں کہتے اک نظر ز عیم پہ ڈالی تھی جس کا مطلب تھا کہ تم یہاں سے جاؤ "سائیں میں بعد میں آجاؤں" انہیں کہہ کے ز عیم رجسٹر اٹھا کے وہاں سے چلا گیا تھا "ہاں بولو برخوردار کیا بات ہے؟" ز عیم کے جاتے چودھری حشمت نے اس سے پوچھا تھا "وہ تایا سائیں میں نے سنا ہے کہ سلیمان کے ولیمے پہ آپ میرا اور احواد کا نکاح کروانا چاہتے ہیں" اتنی بات بول کے وقاص چپ کر گیا تھا جبکہ چودھری حشمت تھوڑا چونکے تھے کیونکہ انہوں نے یہ بات ابھی تک اپنے بھائی سے نہیں کی تھی تو وقاص کو کیسے پتہ چلا تھا "کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" گہرا سانس بھرتے انہوں نے پوچھا تھا "نہیں مجھے اعتراض تو کوئی نہیں ہے لیکن احواد کے بھائی کی شادی ہے تو وہ اس طرح وہ اس کی شادی سے اچھی طرح لطف اندوز نہیں ہو سکے گی اس لیے آپ سلیمان کے ولیمے کے بعد رکھ لیجیے گا ہمارا نکاح" وقاص نے جھجھکتے ہوئے کہا تھا جس پہ اک دفعہ پھر چودھری حشمت چونکے تھے "تمہیں احواد نے کہا ہے مجھ سے بات کرنے کے لیے؟" اصل بات کو سمجھتے چودھری حشمت نے پوچھا تھا ان کے اس قدر درست انداز پہ وقاص کچھ لمحے خاموش رہا تھا "تو اس میں ہرج ہی کیا ہے تایا سائیں دلہن بن کے بیٹھ کے وہ اپنے بھائی کی شادی سے لطف اندوز تو نہیں نہ ہو سکتی تو کیا یہ بہتر نہیں کہ اس کے ولیمے کے بعد رکھ لیں نکاح" وقاص ہر حال میں انہیں منانا چاہتا تھا یہ جانے بغیر کے وہ خود

Posted On Kitab Nagri

اپنے پاؤں پہ کلبھاری مار رہا ہے "چلو دیکھتے ہیں" انہیں نے ہنکارا بھرتے کہا تھا "نہیں تایا سائیں بس دیکھنا نہیں عمل بھی کرنا ہے میری عزت کا سوال ہے میں اسے کہا تھا کہ میں تایا سائیں کو منالوں گا" وقاص نے بے چاری سی شکل بناتے انہیں کہا تھا جس پہ چودھری حشمت کچھ دیر اسے دیکھتے رہے تھے "وہ بات میں ویسے ہی احواد سے کہی تھی میرا اس کی پڑھائی مکمل ہونے تک اس کی شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے" چودھری حشمت کی سنجیدگی سے کہی بات پہ وقاص کھسیا ہٹ کا شکار ہوا تھا اور ساتھ ہی احواد کو بھی کو سا تھا "جی تایا سائیں" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا تھا اور بیچارہ کہہ بھی کیا سکتا تھا پھر مزید وہ وہاں نہ رہا بلکہ چودھری حشمت سے اجازت لے کر چلا گیا تھا چودھری حشمت کافی دیر اس جگہ کو دیکھتے رہے تھے جہاں سے وہ گزرا تھا انہیں امید نہیں تھی کہ احواد وقاص سے اس بارے میں کوئی بات کرے گی پھر اپنا سر جھٹکتے انہوں نے زعمیم کو بلایا تھا اور دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے شام کو وہ گھر آئے تو احواد انہیں صحن میں ہی مل گئی تھی کانوں میں ایئر پوڈز لگائے میوزک انجوائے کرتے ادھر سے ادھر مارچ کر رہی تھی حشمت صاحب اندر جانے کی بجائے اس کی طرف بڑھے تھے احواد اپنا چکر مکمل کر کے واپس مڑی تو سامنے کھڑے حشمت صاحب کو دیکھ کے جلدی سے میوزک آف کیا اور ایئر پوڈز کانوں سے نکالے تھا اور مصنوعی سا مسکرا کے انہیں دیکھا تھا "تم نے وقاص کو بھیجا تھا میرے پاس یہ کہنے کے لیے کہ ولیمے پہ تم لوگوں کا نکاح نہ کروں میں؟" چودھری حشمت نے بغیر کسی لگی لپٹی کے پوچھا تھا ان کے سوال پہ احواد چونکی تھی "یعنی پہنچ ہی گیا وہ نمونہ بابا سائیں لے کے پاس" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی "وہ بابا سائیں میں اسے کچھ کہنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اس دن میں یہاں بیٹھی رو رہی تھی وہ آیا تھا اس نے پوچھا تو میں نے بتا دیا مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ آپ کے پاس چلا جائے گا" احواد نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا تھا "باپ ہوں تمہارا میں تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں اس لیے زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے" کچھ دیر

Posted On Kitab Nagri

اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد چودھری حشمت نے سنجیدگی سے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گئے تھے "اوہو بابا سائیں نے بتایا تو ہے نہیں کہ کیا فیصلہ کیا ہے؟ چلو خیر ابھی دو تین دن ہیں خود ہی پتہ چل جائے گا" خود ہی سوال کرتے اور خود ہی اس کا جواب دیتے احواد بھی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی

باقی کے دو تین دن بہت تیزی سے گزرے تھے اور ولیمے کے دن بھی آن پہنچا تھا احواد نے چودھرائن سے پوچھا تھا نکاح کا ہے یا نہیں اور ان کا جواب نفی میں سن کے اسے تھوڑا سکون حاصل ہوا تھا لیکن جب سے اس نے نکاح کیا تھا تب سے فائز نے اپنے ساتھ ساتھ اس کا بھی سکون برباد کیا ہوا تھا پہلے نکاح کے کچھ دنوں بعد تو وہ یونی گئی نہیں تھی اور پھر جب جانا شروع کیا تو فائز کی زعمیم زعمیم کی رٹ سے وہ تنگ آگئی تھی ناجانے وہ کن تحفظات کا شکار تھا شاید نہیں یقیناً وہ رقابت کی آگ میں جل رہا تھا بے شک نکاح کنٹرکٹ پہ ہوا تھا لیکن زعمیم احواد پہ پورا حق رہتا تھا اور یہی چیز فائز کو کھٹکتی اس لیے اپنے ساتھ اس نے احواد کو بھی تنگ کر کے رکھا ہوا تھا ولیمے کا انتظام گاؤں کے باہر پنڈال میں کیا گیا تھا اس کام کے لیے شہر سے ویڈنگ پلینرز کا بلایا گیا تھا عورتوں اور مردوں کے بیٹھنے کا انتظام الگ الگ کیا گیا تھا چودھری حشمت کے بیٹے کا ولیمہ تھا اس لیے پورے گاؤں کو مدعو کیا گیا تھا اس لیے سب خوش نظر آنے کے ساتھ ساتھ چودھری حشمت کی تعریفوں کے پل بھی باندھ رہے تھے بیوٹیشن کو بھی گھر بلایا گیا تھا جس نے دلہن سمیت سب کو تیار کیا تھا غزل نے پنک شرارہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی پنک ہی کرتی پہ سکن کلر سے دیدہ زیب کام ہوا تھا پنک سادہ دوپٹہ جس کے اطراف سکن کلر کا گوٹہ لگایا گیا تھا احواد کا ارادہ زعمیم سے ساری باتیں کلئیر کرنے کا تھا اس لیے وہ چاہتی تھی کہ وہ پنڈال تک زعمیم کے ساتھ ہی جائے تاکہ وہ اس

Posted On Kitab Nagri

سے ساری بات کسیر کر لے اور وہ جلد سے جلد بابا سائیں کو یہ ساری بات بتائے اور پھر وہ جلد ہی فائز کے ساتھ چلی جائے اور اس کی یہ روز کی چک چک تو بند ہو اسی مقصد لے لیے وہ جان بوجھ کے آہستہ آہستہ تیار ہو رہی تھی کبھی کوئی بہانہ کر رہی تھی تو کبھی کوئی زین چودھری حشمت اور چودھرائن پہلے ہی پنڈال جا چکے تھے کیونکہ انہیں انتظامات بھی دیکھنے تھے اور مہمانوں کو بھی ویلکم کرنا تھا اور سلیمان خود دلہا تھا اس لیے اسے ان کی کوئی اتنی خاص ٹینشن نہیں تھی اس کی اس ٹال مٹول ہیں بالآخر سب چلے گئے تھے اور وہ اکیلی ہی حویلی میں رہ گئی تھی اپنے پلان کے مطابق انتہائی معصوم بنتے اس نے چودھری حشمت کو کال کی کہ سب اسے چھوڑ کے خود چلے گئے ہیں اور وہ اکیلی ہے حویلی میں اس کی توقع کے عین مطابق چودھری صاحب نے اسے لینے زعیم کو ہی بھیجا تھا ہارن کی آواز سنتے وہ جلدی سے باہر آئے تھی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے زعیم کی نظریں کچھ پل کے لیے اس پہ ٹھہری تھیں ریڈ اور بلیک کٹر اس کی فراک جو بلکل سادھی تھی بس گلے پہ تھوڑا سا کام ہوا تھا پہنے سر پہ آج چادر کی بجائے ریڈ اور بلیک دوپٹہ تھا میک اپ اور جیولری میں وہ معمول سے ہٹ کے بہت پیاری لگ رہی تھی اس کے گاڑی کے نزدیک آتے ہی زعیم نے بمشکل اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹائی تھیں کیونکہ وہ اچھی طرح اپنی اوقات جانتا تھا اس لیے اپنے دل میں وہ کسی خوش فہمی کو پالنا نہیں چاہتا تھا احواد کے بیٹھتے اس نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھائی تھی "آہستہ چلاؤ گاڑی کوئی پیچھے نہیں لگا ہوا مجھے تم سے بات کرنی ہے" اس کے گاڑی بگھانے پہ احواد نے اسے گھوری سے نوازا تھا "آپ کی باتیں تو کبھی ختم ہوں گی نہیں لیکن مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں اس لیے میں اپنا وقت یہاں برباد نہیں کر سکتا" زعیم نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا تھا احواد نے اپنی آنکھیں بڑی کر کے اسے دیکھا تھا "میں دیکھ رہی ہوں جب سے نکاح ہوا ہے تم کچھ زیادہ ہی بولنے لگ گئے ہو اگر کسی خوش فہمی میں ہو تو اسے اپنے دل سے نکال دو یہی بہتر ہے تمہارے لیے" احواد نے دانت پیستے کہا تھا "مجھے اپنی اوقات اچھی طرح معلوم ہے

Posted On Kitab Nagri

اس لیے میں اپنے دل میں کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کو غلطی سے بھی جگہ نہیں دوں گا" بات مکمل کرتے زعیم کے لبوں پہ اک استہزائیہ مسکان بکھری تھی "مجھے تمہارا لیکچر نہیں سننا بس اتنا بتانا ہے کہ یہ ولیمے کے فوراً بعد تم یہ نکاح والی بات بابا سائیں کو بتاؤ گے تاکہ میں بھی آگے کا کوئی لائحہ عمل طے کر سکوں" احواد کی بات پہ زعیم نے چونک کے اسے دیکھا تھا یعنی اس کے دماغ میں پھر سے کوئی کیڑا کلبلا نے لگا تھا "اگر ملکہ عالیہ کا حکم ہو تو ابھی ہی نہ بتا دوں جا کر" زعیم نے طنز کیا تھا روز کی اک ہی بات سن سن کے وہ تنگ آ گیا تھا "اس سے بہتر کیا ہو گا" اس نے لاپرواہی سے کہتے کندھے اچکائے تھے اسی وقت زعیم نے پنڈال کے سامنے گاڑی روکی تھی اور بولا کچھ نہیں تھا "یہ جو تم نکاح کے بعد کچھ زیادہ ہی چوڑے ہو گئے ہونا بس کچھ دن اور اس کے بعد پھر سے اپنی اوقات میں آؤ گے بلکہ اس سے بھی جاؤ گے" اس کے جواب نہ دینے پہ اسے دھمکی دیتے گاڑی سے اتر کے زوردار آواز میں دروازہ بند کرتے اندر چلی گئی تھی اس کے جانے کے بعد زعیم نے بھی گاڑی کی سیٹ سے سرٹکایا تھا "مجھے سائیں کی نظروں میں گرا کے اچھا نہیں کریں گی آپ" احواد کے عکس کو مخاطب کرتے وہ بڑبڑایا تھا کچھ دیر اسی پوزیشن میں بیٹھنے کے بعد وہ بھی مردوں والی سائیڈ پہ چلا گیا تھا احواد عورتوں والی سائیڈ پہ آئی تو سیٹج پہ غزل اور سلیمان بیٹھے تھے اور فوٹو شوٹ چل رہا تھا کیونکہ اس کے بعد سلیمان نے مردوں والی سائیڈ پہ جانا تھا چودھرائن احواد کو دیکھتے اس کی طرف بڑھی تھیں "تم اتنا لیٹ کیوں آئی ہو؟" اس کے قریب پہنچتے انہوں نے تھوڑے غصے سے پوچھا تھا "جو مجھے چھوڑ کے آئے ہیں ان سے پوچھیں مجھ پہ کیوں غصہ کر رہی ہیں" اس نے لاپرواہی سے کہا تو چودھرائن نے اسے گھوری سے نوازا اور اس کا ہاتھ پکڑتے سیٹج کی طرف بڑھ گئی تھیں پھر پورے فنکشن لے دوران اسے زعیم کہی نظر نہیں آیا تھا فنکشن کے ختم ہوتے وہ اپنی اماں اور انوشہ کو لے کر چلا گیا تھا اور پیچھے احواد بس پیچ و تاب کھا کے رک گئی تھی فنکشن کے دوران وقاص اک دو دفعہ عورتوں والی سائیڈ آیا تھا اور اس نے

Posted On Kitab Nagri

پوری کوشش کی تھی احواد سے بات کرنے کی مگر احواد نے اسے کوئی موقع ہی نہیں دیا تھارات کو جب سلیمان کمرے میں آیا تو غزل بیڈ پہ بیٹھی اپنے ہاتھوں کو مسل رہی تھی وہ اک گہری سانس بھرتا دروازہ بند کرتے بیڈ پہ اس کے سامنے آکر بیٹھا اور بغور اسے دیکھا تھا اسے خود کو دیکھتا پا کر غزل کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوا تھا "ہماری شادی کو کافی عرصہ ہو گیا ہے مجھے لگتا ہے میں نے اور آپ نے اس رشتے کو دل سے قبول کر لیا ہے تو ہمیں اس رشتے کو آگے بڑھانا چاہیے آپ کا کیا خیال ہے؟" سلیمان نے اس کی لرزتی پلکوں پہ نظریں جمائے کہا تھا لیکن غزل کچھ نہ بولی بس اپنے ہاتھوں کو ہی مسلتی رہی تھی "مجھے لگتا ہے آپ ابھی تک مینٹلی تیار نہیں ہیں کوئی بات نہیں میں آپ پہ کوئی زبردستی نہیں کروں گا" اس کی خاموشی کا اپنے پاس سے مطلب اخذ کرتے سلیمان نے اٹھنا چاہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے ہاتھ پہ غزل نے ہاتھ رکھا تھا سلیمان نے نظریں اٹھائیں تو سیدھی غزل کی نظروں سے ٹکرائی تھیں اور اس میں موجود رضامندی دیکھتے وہ بھرپور مسکرایا تھا "مجھے بڑے بڑے وعدے تو نہیں کرنے آتے بس یہی کہوں گا میں ہمیشہ آپ کو وہ ساری خوشیاں دوں گا جو میرے بس میں ہوں گی میں ہمیشہ آپ کا وفادار بن کے رہوں گا اور بدلے میں آپ کی وفا چاہوں گا" سلیمان نے اس کا اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیتے کہا تو غزل نے سر ہلایا تھا اور پھر وہ دونوں مسکرا دیے تھے

ولیمہ ہوئے دو دن گزر چکے تھے ہر چیز اپنے معمول پہ آچکی تھی زین اور سلیمان نے بھی اک دو دن تک چلے جانا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ چھٹیاں کر چکے تھے احواد یونی سے واپس آئی تو تھوڑی بجھی بجھی تھی زعیم نے نوٹ تو کیا تھا لیکن بولا کچھ نہیں تھا احواد کے پیچھے وہ بھی حویلی کے اندر آیا تھا کیونکہ اسے چودھری حشمت سے رجسٹر لینا تھا جو

Posted On Kitab Nagri

انہوں نے کل منگوا یا تھا وہ دونوں صحن عبور کر کے برآمدے کے پاس آئے تو وہاں موجود چودھری شجاعت کی پوری فیملی کو دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹھکے تھے احواد نے اک نظر زعمیم کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا تھا کیونکہ وہ دونوں اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ کیوں آئے ہیں برآمدے میں بیٹھے کس نفس کا دھیان ابھی ان کی طرف نہیں گیا تھا "بھائی صاحب ہم چاہتے ہیں کہ وقاص اور احواد کا نکاح کر دیا جائے اور رخصتی آپ کے کہے کے مطابق اک سال بعد کر لیں گے اس طرح ہمارے وہم بھی دور ہو جائیں گے اور آپ کو ہماری روز روز کی اک ہی بات سننی نہیں پڑے گی" چودھری شجاعت کی بات سن کے احواد نے دانت پیس کے زعمیم کو دیکھا تھا جو هنوز نظریں چرا رہا تھا "لیکن چچا سائیں لڑکی کا نکاح پہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟" چودھری شجاعت سے پہلے احواد کی آواز وہاں گونجی تھی سب نے چونک کے صدمے اور بے یقینی سے آواز کی طرف گردنیں گھمائی تھیں جہاں احواد اطمینان سے کھڑی تھی جبکہ زعمیم نے سختی سے آنکھیں میچتے آنے والے لمحوں سے بچنے کی دعا کی تھی "کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" سلیمان نے اٹھ کے ان کے پاس آتے غرا کے پوچھا تھا "جو سچ ہے وہ بتا رہی ہوں میرا نکاح ہو چکا ہے اور اب نکاح پہ نکاح تو نہیں ہو سکتا" احواد کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا "کس سے کیا ہے تم نے نکاح بتاؤ مجھے میں آج ہی تمہارے ساتھ اس کی بھی قبر کھودوں گا" سلیمان اس کے بالوں کو پکڑتے غرایا تھا باقی سب ابھی تک صدمے کی کیفیت میں بیٹھے تھے سلیمان کے بال پکڑنے پہ زین خوش میں آتا تیزی سے ان کی طرف بڑھا تھا "بھائی، بھائی کیا کر رہے ہیں چھوڑیں اس کے بال آپ بھی تو خود ہی نکاح کر کے آئے تھے اب اس طرح ری ایکٹ نہیں کر سکتے آپ اور کیا پتہ یہ سب مزاق ہو" زین نے اس کے بال چھڑواتے کہا تو سلیمان نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا "میں بتایا تھا میں نے نکاح کیوں کیا تھا لیکن پھر بھی تم نے ایسا کہا؟" اس کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی جیسے اسے زین سے اس بات کی امید نہ ہو "میں بھی وقاص سے شادی نہیں کرنا چاہتا

Posted On Kitab Nagri

تھی اس لیے کر لیا نکاح لیس میں نے بھی بتادی وجہ بات ختم "احواد نے اس کی بات پکڑتے کہا تھا اس کی بات سن کے چودھری شجاعت کی فیملی کو تپ چڑ گیا تھا "کس سے کیا ہے نکاح؟" چودھری حشمت نے سپاٹ لہجے میں پوچھا تو سب کا دھیان ان کی طرف ہوا تھا جو سرخ آنکھوں سے احواد کو ہی دیکھ رہے تھے "آپ کے لاڈلے چیتے زعیم سے" احواد نے زعیم کا بازو پکڑتے اسے آگے کرتے اک اور بمب ان کے سر پہ پھوڑا تھا اس دفعہ سب کی پھٹی پھٹی نظریں زعیم کی طرف اٹھی تھیں جو گردن اور نظریں جھکائے کھڑا تھا "دیکھ لیں بھائی صاحب اپنی اولاد اور اپنے نوکروں کو سر پہ چڑھانے کا نتیجہ ہمیشہ میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن آپ نے تو کبھی میری سنی ہی نہیں بھگتیں اب اٹھو چلو سب اب ہم مزید یہاں رہ کے اپنی بے عزتی نہیں کروا سکتے "چودھری شجاعت نے چودھری حشمت کو باتیں سنائی اور پھر اپنی فیملی کو کہا تو وہ سب جلتے بھنٹے اٹھ گئے تھے وقاص نے احواد کے پاس سے گزرتے اک گھوری سے اسے نوازا تھا بد لے میں احواد نے اک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے اسے مزید جلا یا تھا "کیوں زعیم؟" ان کے جاتے چودھری حشمت نے زعیم کو دیکھتے دکھ سے پوچھا تھا زعیم نے اپنی سرخ آنکھوں کو بند کرتے مزید گردن جھکائی تھی "تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن سے نکاح کرنے کی؟ شرم نہیں آئی تمہیں جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کیا کیوں؟" زعیم سر جھکائے کھڑا تھا سلیمان اس کا گریبان پکڑے اسے جھنجھوڑ رہا تھا جبکہ احواد بیزاری سے سب کچھ دیکھ رہی تھی "میں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں تمہاری غداری کی سزا صرف اور صرف موت ہے" سلیمان تیزی سے اندر گیا اور پسٹل لا کر اس کے سر پہ تانی تھی اس دوران باقی سب خاموش تماشا بنے بیٹھے تھے "رک جاؤ" اس سے پہلے کے وہ گولی چلاتا پیچھے سے آتی چودھری حشمت کی آواز پہ ٹریگر پہ دباؤ ڈالنے سے پہلے ہی اس کی انگلی رکی تھی "نکاح تو ان لوگوں نے کر ہی لیا ہے پیچھے کیا بچتا ہے اسے اس کے ساتھ رخصت کر دو گھر کی بات گھر میں ہی رہ جانے دو باہر کسی کو پتہ چلا تو جگ ہنسائی ہماری ہی ہوگی

Posted On Kitab Nagri

جو مرضی کر لو ایسی باتیں کہاں چھپی رہ سکتی ہیں بھلا "ان کی باتیں سن کے زعیم شرمندگی سے زمین میں گر گیا تھا وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا مگر ہائے رے یہ مجبوریاں انسان سے کیا کیا کروا جاتی ہیں" یہ کیا کہہ رہیں آپ بابا" سلیمان نے تلملاتے ہوئے کہا تھا "ٹھیک کہہ رہا ہوں میں جاؤ اور سارے جا کر تیاریوں کر وٹھیک اک ہفتے کے بعد اس کی رخصتی ہوگی اور پھر اس کے بعد اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا" انہوں نے اپنا فیصلہ سنایا تھا اور سب کو وہاں سے ہٹنے کا کہا تھا زعیم بھی سرخ چہرہ لیے وہاں سے ہٹ گیا تھا اور جس کی آفر کو قبول کیے یہ سب کیا تھا وہ بغیر کسی بات کو سر پہ سوار کیے اطمینان سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی

چودھری حشمت برآمدے سے اٹھ کے سیدھا اپنے کمرے میں آئے تھے اور آتے ہی بیڈ پہ گرنے کے انداز میں بیٹھے تھے آج جو بھی ہوا تھا وہ ان کے لیے ناقابل قبول تھا وہ احواد سے تو اس بات کی امید کر سکتے تھے جانتے تھے وہ بہت ضدی ہے لیکن زعیم سے انہیں اس بات کی امید نہیں تھا انہیں اس پہ اپنی اولاد سے زیادہ مان تھا انہیں لگتا تھا وہ کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا لیکن اب جو بات ان کے سامنے آئی تھی اس نے انہیں توڑ رکھ کے دیا تھا ان کی بیٹی اور جس شخص کو انہوں نے ہمیشہ بیٹا سمجھا تھا دونوں نے مل کے انہیں دھوکا دیا تھا وہ سردونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا انہوں نے سراٹھایا تو سامنے اپنی شریک حیات نظر آئی تھیں حشمت صاحب نے انہیں بے بسی سے دیکھا تھا "نیک بخت میرا دل دکھ رہا ہے ایسا لگ رہا ہے کہ پھٹ جائے گا آج میرے بچوں نے میرا مان توڑ دیا ہے" انہیں دیکھتے حشمت صاحب تھکے تھکے لہجے میں بولے تھے "کس چیز کی کمی ہونے دی ہے میں نے احواد کو اس کی ہر خواہش منہ سے نکلنے سے پہلے پوری کی اس کی

Posted On Kitab Nagri

خواہشات کی تکمیل میں نے اپنے بھائی بھابھی کی کتنی باتیں سنی کتنا کچھ سہا آخر میں مجھے یہ صلا ملا ہے؟ "چودھری حشمت بول رہے تھے اور چودھرائن کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ انہیں کس طرح تسلی دیں "سب سے زیادہ دکھ تو زعیم نے دیا ہے مجھے مجھے سمجھ آرہی ہے اس نے کیوں کیا ہو گا نکاح "چودھری حشمت نے کہا تو چودھرائن نے چونک کے انہیں دیکھا تھا "کیوں؟" چودھرائن کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا "کچھ دن پہلے بنک جانے کا اتفاق ہوا تو پتہ چلا کہ احواد نے اپنے اکاؤنٹ سے دس لاکھ نکلوائے ہیں "اتنا بول کے وہ پھر چپ ہو گئے تھے "کیا دس لاکھ؟ کیا کیا اس نے دس لاکھ کا اور ہمیں بتایا بھی نہیں اور نکاح اور ان پیسوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟" چودھرائن نے چہرے پہ الجھن لیے پوچھا تھا "زعیم کی بہن کا آپریشن تھا اور مجھے لگتا ہے احواد نے یہ پیسے اسے دیے ہوں گے اور نکاح کے پیچھے بھی انہی پیسوں کی کوئی سائنس ہوگی "چودھری حشمت کی بات چودھرائن کی سمجھ میں نہیں آئی تھی "یہ تو سمجھ آتا ہے کہ احواد نے پیسے اسے دیے ہوں گے لیکن پیسوں کے لیے نکاح والی بات کی سمجھ نہیں آئی "چودھرائن نے کہا تھا "چھوڑو نیک بخت سچ کب تک چھپا رہا ہے کبھی نہ کبھی تو آئے گا ہی سامنے فلحال تو میں ڈیرے جارہا ہوں وہی بلاؤں گا اسے اور سارے معاملات طے کروں گا "چودھری حشمت کہتے ہوئے بیڈ سے اٹھ گئے تھے "تو کیا اب بھی آپ اسے نوکری پہ رکھیں گے؟" چودھرائن کے سوال پہ وہ رکے تھے "میں آج سے اسے بس اک ملازم ہی سمجھا کروں گا بیٹا نہیں اور اللہ نے مجھے اس کے لیے روزی کا وسیلہ بنایا ہوا ہے اور یہ وسیلہ میں چھینوں گا نہیں "انہیں جواب دے کر چودھری حشمت وہاں سے چلے گئے تھے ان کے جاتے چودھرائن بھی اٹھی تھیں ان کا رخ احواد کے کمرے کی طرف تھا

Posted On Kitab Nagri

زعیم حویلی سے نکلتے غصے سے بھرا سیدھا گھر آیا تھا گھر پہنچتے ہی بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ اپنے کمرے میں گھس گیا تھا اماں اور انوشہ سے حیرت سے پہلے بند دروازے کو دیکھا اور پھر اک دوسرے کو دیکھا تھا کمرے کا دروازہ بند کرتے زعیم کچھ دیر ویسے ہی کھڑا رہا تھا اور پھر آگے بڑھ کے بیڈ شیٹ تکیے صوفوں کے کشن ہر چیز زمین کو سلامی دے رہی تھی ان سب سے فارغ ہوتے وہ خود بیڈ پہ اونڈھے منہ گرا تھا اور اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسانے انہیں تقریباً نوچا تھا "کیوں ہر دفعہ غریب ہی کیوں پیسا جاتا ہے؟ کیا غریب ہونا اتنا بڑا گناہ ہے؟ اک ہماری مجبوریاں سے کھیلا جاتا ہے اور پھر بھی ہم ہی سب کی نظروں سے گرتے ہیں کیوں؟" یہ ساری باتیں سوچتے اس کے اپنے بالوں پہ گرفت سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی جب کسی بھی طریقے سے کھولتے دماغ کی کھولن کم نہ ہوئی تو ٹاول اور کپڑے لیے روم کا دروازہ کھولا اور برآمدے میں موجود اماں اور انوشہ پہ اک نظر ڈالے بغیر واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا نہا کے نکلا تو غصے کی شدت تھوڑی کم ہو چکی تھی گیلے بالوں کو ٹاول سے سکھاتا وہ روم میں آیا تو سامنے اماں اور انوشہ کو دیکھ کے وہ اک پل کو تھا تھا لیکن دوسرے ہی پل آگے بڑھتے صوفے کے بازو پہ ٹاول پھیلا یا تھا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے برش اٹھا کے بالوں میں چلایا تھا "زعیم پتر کچھ ہوا ہے؟" اماں کے سوال پہ اس کے چلتے ہاتھ رکھے تھے برش واپس ٹیبل پہ رکھتے وہ اماں کی طرف بڑھا تھا "اماں آپ کے زعیم نے کسی کا اعتبار توڑ دیا" نیچے بیٹھ کے ان کی گود میں سر رکھتے اس نے دھیمے لہجے میں کہا تھا اماں اور انوشہ نے اک دفعہ پھر حیرت اور نا سمجھی سے اک دوسرے کو دیکھا تھا "کیا کہہ رہا ہے پتر سیدھی طرح بتا کیا ہوا ہے؟" اماں نے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے نرمی سے پوچھا تھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زعیم کا موبائل بجا تھا ان کی گود سے سر اٹھاتے اس نے موبائل کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو موبائل سائیڈ ٹیبل پہ پڑا نظر آیا تھا بے دلی سے موبائل اٹھا کے دیکھا تو سکرین پہ چمکتے نام کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی اور اس نے تیزی سے یس کا بٹن دباتے

Posted On Kitab Nagri

موبائل کان سے لگایا تھا "السلام علیکم سائیں" موبائل کان سے لگاتے ہی زعیم جھٹ سے بولا تھا "وعلیکم السلام جلدی ڈیرے آؤ" سنجیدگی سے اسے حکم دیتے فون کاٹ دیا گیا تھا زعیم کئی لمحے موبائل کو ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا تھا "کیا ہوا ہے زعیم پتر؟" اماں نے اس کا کندھا ہلاتے پوچھا تو وہ چونکا تھا "کچھ نہیں سائیں بلارہے ہیں میں آتا ہوں" ان کو بتا کے وہ وہاں سے چلا گیا تھا اماں اور انوشہ نے سنجیدگی سے اس کی پشت دیکھی تھی

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو
www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔
اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو
ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

www.kitabnagri.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

Posted On Kitab Nagri

"اففف شکر ہے اک مرحلہ تو حل ہوا اور وہ بھی میری بہادری کی وجہ سے ورنہ وہ تو انتہا درجے کا بزدل انسان ہے" کمرے میں آتے احواد نے بیگ اور چادر پھینکی اور دونوں ہاتھ پھیلا کے اس نے اک لمبی سی سانس لی تھی پھر الماری سے کپڑے نکالے تھے اس سے پہلے کہ وہ واش روم کی طرف بڑھتی دروازہ ناک کر کے زین اندر داخل ہوا تھا جسے دیکھ کے احواد نے برا سامنہ بنایا تھا "آئیے آئیے یقیناً کوئی تقریر ہی کرنے آئے ہوں گے" احواد کی بات پہ زین نے افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا "احواد شرم تو نہیں آرہی تمہیں ہم سب کا مان توڑ کے؟" زین کے لہجے میں افسوس ہی افسوس تھا "نہیں آرہی اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کا حق ہر کسی کو ہوتا ہے میں نے بس اپنا حق استعمال کیا ہے" احواد نے بے نیازی سے کہا تھا "جن آسائشات کی تم عادی ہوا کرو وہ نہ ملیں تو یہی مرضی کی زندگی تمہیں عذاب لگے گی" زین نے استہزائیہ ہنسی ہنستے کہا تھا "یہ آپ کا مسئلہ نہیں میرا ہے میں جیسے بھی اسے ہینڈل کروں اس لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں" احواد کی بات پہ زین نے دانت پیس کے اسے دیکھا تھا "احواد اچھا نہیں کر رہی تم" زین نے بے بسی سے کہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے سمجھائے احواد کے کچھ بولنے سے پہلے چودھرائن اس کے کمرے میں آئی تھیں "احواد بتاؤ ہم نے تمہیں کس چیز کی کمی ہونے دی ہے جو تم نے یہ قدم اٹھایا ہے؟" چودھرائن نے پوچھا تھا "آپ لوگوں مجھے ہر چیز کی کمی دیتے لیکن بس آپنی مرضی کا ہمسفر چننے کی اجازت دے دیتے تو میں کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی جس کے پلے آپ مجھے باندھنا چاہتے تھے اس کی نظروں سے ہی مجھے الجھن ہوتی تھی کجا کہ اس کے ساتھ شادی اس لیے مجھے جو ٹھیک لگا میں وہ کر لیا" احواد نے اپنا موقف ان کے سامنے رکھا تھا "زعیم بھاکو کیسے مجبور کیا ہے نکاح کے لیے؟" زین کے پوچھے گئے سوال پہ احواد نے زرا سا چونک کے اسے دیکھا تھا "آپ کے زعیما بھاکو نسا نا سمجھ یا نادان ہیں جنہیں میں نے مجبور کرنا تھا میں نے کوئی مجبور نہیں کیا کسی کو" احواد ڈھٹائی سے کہا تھا "احواد تجھے اپنے باپ کے جھکے

Posted On Kitab Nagri

کندھے نظر نہیں آرہے؟ تجھے اپنے کیے پہ زرا سی بھی شرمندگی نہیں ہو رہی؟" چودھرائُن نے افسردگی سے پوچھا تھا "مجھے شرمندگی کیوں ہوگی کوئی غلط کام تھوڑی کیا ہے نکاح ہی تو کیا ہے" احواد نے کہا تو چودھرائُن اور زین دونوں نے اسے غم و غصے سے دیکھا تھا "چلیں اماں سائیں پتھر سے سر پھوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں یہ لڑکی اپنے مفاد میں پاگل ہو چکی ہے اس لیے اسے کچھ نظر نہیں آرہا" زین انہیں کندھوں سے تھامتا کمرے سے نکل گیا تھا ان دونوں کے جاتے احواد بھی سر جھٹکتے واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی

چودھری شجاعت اپنی فیملی سمیت وہاں سے اٹھ گئے تھے اور اب گھر آ کے غصے سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہے تھے و قاص کا بھی غصے سے برا حال تھا زیادہ غصہ اسے اس بات پہ آ رہا تھا کہ احواد نے کتنی چلا کی سے اس کا استعمال کیا ہے "میں تو پہلے ہی کہتی تھی بھائی صاحب کی اولاد کے ارادے کوئی اچھے نہیں لگ رہے مجھے لیکن میری بات تو کوئی سنتا ہی نہیں تھا اب دیکھ لیا نتیجہ "بیگم شجاعت نے جلتی پہ مزید تیل ڈالا تھا "و قاص اپنی ماں سے کہو منہ بند رکھے میرا دماغ پہلے ہی بہت خراب ہو چکا ہے مزید مت کرے "انہوں نے اپنی بیگم کو گھورتے و قاص سے کہا تھا "ابا سائیں کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی اماں سائیں آپ کے بھائی اور بھتیجی نے اچھے نہیں کیا میرے مقابلے میں اس کمی کمین کو لا کر کھڑا کر دیا ہے "و قاص تو گویا جلتے توے پہ بیٹھا ہوا تھا "تو کیا میں نے کہا ہے انہیں یہ سب کرنے کے لیے مجھے تو وہ لڑکا شروع سے ہی نہیں بھاتا تھا لیکن بھائی صاحب نے ہی بیٹا بیٹا کہہ کے اسے سر پہ چڑھایا ہوا تھا اب انجام بھگتیں "چودھری شجاعت نے انگارے چباتے ہوئے کہا تھا "میری کیا اوقات رہ جائے گی جب سارے گاؤں والوں کو پتہ چلے گا کہ و قاص چودھری کی بچپن کی منگ کی شادی اک کمی کمین سے ہوئی ہے "

Posted On Kitab Nagri

وقاص کابس نہیں چل رہا تھا کہ وہ زعیم کا وجود ہی اس صفحہ ہستی سے مٹا دے "آپ دونوں آپس میں لڑیں آپ کے بھائی نے تو جو گیم کھیلنی تھی وہ کھیل گئے" ان دونوں کو آپس میں الجھتے دیکھ کر بیگم شجاعت بولی تھیں "خیر اتنی آسانی سے تو میں بھی انہیں نہیں بخشوں گا اس کمی کین کو اپنی حرکت کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑے گی" وقاص غصے سے کہتا وہاں سے نکل گیا تھا "چودھری صاحب روکیں اسے کہیں کچھ الٹا سیدھا ہی نہ کر بیٹھے" بیگم شجاعت نے پریشانی سے کہا تھا "کچھ نہیں کرے گا یہ بس باتیں ہی بنا سکتا ہے" چودھری شجاعت نے جھلا کے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے ان کے جاتے کب سے خاموش تماشائی بنے وقار چودھری اور اس کی بیوی بھی اٹھ کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے پیچھے بیگم شجاعت اکیلی بڑبڑاتی ہوئی رہ گئی تھیں

چودھری حشمت کی کال کے بعد زعیم دل میں خوش فہمیوں کے جال بنتے ڈیرے آیا تھا اگر چودھری حشمت اسے بیٹا مانتے تھے تو زعیم نے بھی ہمیشہ انہیں باپ کا درجہ دیا تھا ان کا دل دکھا کے اسے خود چین نہیں مل رہا تھا وہ ڈیرے آیا تو چودھری حشمت اور ان کے ساتھ سلیمان بیٹھا ہوا تھا "تم؟ تمہاری ہمت کیسی ہوئی یہاں آنے کی؟" سلیمان چودھری تو اسے دیکھتے ہی پھر گیا تھا "آرام سے بیٹھو سلیمان میں نے بلایا ہے اسے" چودھری حشمت کی بات پہ اس نے حیرانگی سے انہیں دیکھا تھا "اس کی حقیقت جاننے کے بعد بھی آپ نے اسے بلایا؟" زعیم کی طرف اشارہ کرتے سلیمان نے غصے سے پوچھا تھا جبکہ زعیم جھکے سر سے کھڑا تھا "سلیمان آرام سے بیٹھ جاؤ مجھے اچھی طرح پتہ ہے میں نے کیوں بلایا ہے اور اب اس کی کیا حیثیت ہے میرے لیے" چودھری حشمت کی بات سن کے زعیم نے جھٹکے سے سراٹھا کے انہیں دیکھا تھا اور سلیمان ناچاہتے ہوئے بھی ان کی بات مان کے

Posted On Kitab Nagri

چپ کر کے اک طرف بیٹھ گیا تھا لیکن زعیم کو گھورنا نہیں بھولا تھا "میں نے ہمیشہ تمہیں بیٹا کہا ہی نہیں بیٹا سمجھا بھی تھا مجھے یقین تھا کہ مجھے ساری دنیا دھوکا دے سکتی ہے مگر زعیم ایسا کچھ نہیں کر سکتا ہمیشہ اپنے رشتے داروں کی مخالفت کے باوجود تمہیں سب پہ فوقیت دی اور تم میرے ساتھ ایسا کرو گے مجھے تم سے بلکل یہ امید نہیں تھی"

ان کی باتیں سن کے اک دفعہ پھر زعیم کا سر جھک گیا تھا وہ خود کا شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا محسوس کر رہا تھا "بابا سائیں غلطی آپ کی بھی ہے جب آپ کو پتہ ہے جس طبقے سے اس کا تعلق ہے وہ موقع ملنے پہ دغا بازی کرنے سے باز نہیں آتے تو آپ نے بھروسہ ہی کیوں کیا اس پہ؟" سلیمان کے الفاظ زعیم کے سینے پہ تیر کی طرح پیوست ہوئے تھے بھینجی ہوئی مٹھیاں اور آہستہ آہستہ آنکھوں کی بڑھتی سرخی اس کے ضبط کی گواہی دے رہی تھی "میں بات کر رہا ہوں تم چپ رہو" چودھری حشمت نے سخت لہجے میں اسے چپ رہنے کا کہا تھا "میں اگر چاہوں تو احواد کو طلاق دلوں سکتا ہوں تم سے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں اب احواد سونے کی بھی بن کے آجائے تو میرے بھائی بھابھی کبھی اسے اپنی بہو نہیں بنانا چاہیں گے اور اسے اپنے گھر میں اب میں نہیں برداشت کر سکتا اس لیے بہتر ہے کہ میں اسے تمہارے ساتھ ہی رخصت کر دوں" چودھری حشمت نے سنجیدگی سے کہا تھا "لیکن میری معاشرے میں کچھ عزت ہے جو میں تم دونوں کی وجہ سے میں داؤ پہ نہیں لگا سکتا اس لیے کل اپنی ماں کو بھیجنارشتے کے لیے اور اک ہفتے کے اندر اندر اپنی بیوی کو حویلی سے لے جانا اور تمہیں میں نوکری سے نکال نہیں رہا لیکن کوشش کرنا جب تک میں ڈیرے رہوں تم میری نظروں سے دور ہی رہنا" ان کی باتیں سنتا زعیم بس بے بسی سے انہیں دیکھ سکا تھا لیکن بولا کچھ نہیں تھا وہ انہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ سے ان کا وفادار تھا لیکن کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اسے یہ قدم اٹھانا پڑ رہا تھا لیکن ستم یہ تھا کہ وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا ورنہ وعدہ خلاف کہلاتا "بابا سائیں آپ پھر اسے رکھ رہے یہاں تاکہ یہ اک دفعہ پھر ہمیں سانپ بن کے ڈس لے" سلیمان اک دفعہ پھر

Posted On Kitab Nagri

بھڑکا تھا "میں بہتر جانتا ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں اگر تم لوگ میرے ساتھ ہوتے تو مجھے کیا پڑھی تھی کسی پہ بھروسہ کرنے کی لیکن تم لوگوں کو تو شہر جا کے نوکریاں کرنی تھیں باپ کی زمین سنبھالنے میں تم لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے بہتر یہی ہو گا کہ تم چپ ہی رہو اور یہ اپنے گھر کا واحد کمانے والے ہے اور میں کسی کی روزی نہیں چھین سکتا "ان کے دو ٹوک لہجے پہ سلیمان اپنی جگہ شرمندہ ہو گیا تھا "فلحال جاؤ تم اور کل اپنی ماں کو بھیجنا اور کل ہی سے دوبارہ اپنی جگہ پہ واپس آنا کیونکہ آج میں مزید تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتا "چودھری حشمت نے اسے جانے کا کہا تو وہ بغیر ادھر ادھر دیکھے وہاں سے چلا گیا تھا ڈیرے سے نکل کے وہ سیدھا گھر آیا تھا تھکے تھکے قدموں سے گھر میں داخل ہوا تو برآمدے پریشان سی اماں اور انوشہ اسے اپنے انتظار میں بیٹھی نظر آئی تھیں زعیم بغیر کچھ بولے اماں کی گود میں سر رکھتے زمین پہ بیٹھ گیا تھا "زعیم پتر کیا ہوا ہے تم اتنی عجیب عجیب حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟" اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے اماں نے محبت اور فکر مندی سے پوچھا تھا "زعیم" کافی دیر جب وہ کچھ نہ بولا تو انہوں نے اسے پکارا تھا "اماں میں نے احواد بی بی سے نکاح کر لیا ہے "زعیم نے سر اٹھاتے کہا تو اماں اور انوشہ کو حیرت اور صدمے کا جھٹکا لگا تھا کتنی ہی دیر وہ دونوں کچھ بول ہی نہیں پائی تھیں "کیا کہا ہے تم نے؟" اماں کو لگا تھا کہ انہوں نے کچھ غلط سن لیا ہے اس لیے انہوں نے پوچھا تھا "میں نے کہا میں نے احواد سے نکاح کیا ہے کل آپ حویلی جائیں گی رخصتی کی تاریخ لینے "اس نے اپنی نظریں زمین پہ جمائے انہیں اطلاع دی تھی "زعیم تو ہوش میں ہے؟ تجھے پتہ ہے تو کیا کہہ رہا ہے اور ہم تاریخ لینے جائیں گے تو کیا چودھری صاحب خوشی خوشی تاریخ دے دیں گے انہیں جب پتہ ہے؟" "انہیں پتہ ہے اور انہی نے آپ کو بھیجنے کا کہا ہے "زعیم کی بات پہ وہ چپ کی چپ رہ گئی تھیں "زعیم مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تم یہ کیا کہہ رہو اور تم نے نکاح کیا ہی کیوں؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے سوال پوچھا تو زعیم نے سراٹھا کے چند پل انہیں دیکھا تھا "ہم

Posted On Kitab Nagri

دونوں اک دوسرے کو پسند کرتے تھے تو بس کر لیا نکاح آپ بس کل جائیں گی حویلی اور مجھے مزید کچھ نہیں کہنا" نظریں چرا کے کہتے ان کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر زعمیم وہاں سے اٹھ گیا تھا اماں کی پرسوچ نظروں نے کمرے میں داخل ہونے تک اس کا پیچھا کیا تھا

اگلے دن زعمیم خود اماں کو حویلی چھوڑ کے گیا تھا کہنے کو تو وہ رخصتی کی بات کرنے آئی تھیں لیکن وہ حد سے زیادہ نروس تھیں کیونکہ جانتی تھیں ان کے اور سامنے والوں کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے انہیں آئے کافی وقت ہو چکا تھا لیکن دونوں طرف ہنوز خاموشی چھائی ہوئی تھی برآمدے میں تین نفوس ہونے کے باوجود لگ رہا تھا کہ وہاں کوئی ذی رخ نہیں ہے سلیمان واپس شہر جا چکا تھا تاکہ اسے شادی میں شمولیت نہ کرنی پڑے جبکہ زین رک گیا تھا تاکہ لوگوں کو باتیں بنانے کا کوئی موقع نہ مل سکے کہ دونوں بھائی ہی بہن کی شادی میں شریک نہیں ہیں "بہن جی آپ جانتی ہی ہیں کہ آپ کو کس سلسلے میں یہاں بلا یا گیا ہے؟" کافی دیر کی خاموشی کے بعد حشمت صاحب نے خود ہی بات کا آغاز کیا تھا ان کی بات پہ اماں نے اثبات میں سر ہلایا تھا لیکن ان کے چہرے پہ کوئی الجھن صاف دکھ رہی تھی "میں جانتا ہوں آپ کے دماغ میں سوال اٹھ رہے ہوں گے کہ ایسے حالات میں تو باپ بھائی غیرت کا مسئلہ بنا کے لڑکی اور لڑکوں کو مار دیتے ہیں جبکہ میں اپنی بیٹی کو آپ کے بیٹے کے ساتھ رخصت کر رہا ہوں" ان کے درست تنگے پہ اماں نے سر جھکایا تھا کیونکہ وہ واقعی ہی بہت دیر سے یہی بات سوچ رہی تھیں "تو میں بتا دوں کہ کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جن سے ہمیں اتنی محبت ہوتی ہے کہ ہم انہیں ان کی غلطیوں پہ چاہ کے بھی سزا نہیں دے سکتے اور دوسرے اور سب سے بڑی بات ہے عزت میں اس گاؤں کا

Posted On Kitab Nagri

سرتیج/ سردار ہوں اس گاؤں کے ساتھ ساتھ کے کافی گاؤں میں عزت ہے میری اگر میں ان دونوں کو مار بھی دیتا ہوں تو میں اپنے لیے ساری زندگی کا عذاب اپنے گلے ڈال لوں گا کسی کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں رہوں گا بس اسی لیے میں یہ فیصلہ کرنے پہ مجبور ہوں جس کے بعد آپ کے بیٹے اور بہو سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوگا"

چودھری حشمت کی آخری بات پہ اماں کو حیرانگی ہوئی تھی لیکن وہ بولی کچھ نہیں تھیں "میں نے فیصلہ تو کل ہی کر لیا تھا بس آج آپ کو بتانے کے لیے یہاں بلایا تھا کہ ٹھیک اک ہفتے بعد آکر اپنی بہو کو لے جائیے گا" چودھری حشمت صاحب نے بتایا تو اماں نے سر ہلایا تھا یہ عجیب سی شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی تھی جس میں نہ کسی کے دل میں خوشی تھی نہ مٹھائی کھلائی گئی اور نہ ہی مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا بس اک فیصلہ سنایا گیا تھا جسے سن کے اماں چپ چاپ اٹھ گئی تھیں ان کے جانے کے بعد چودھری حشمت نے گہرا سانس بھرا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھے تھے ساتھ ہی چودھرائن کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تھا دونوں خاموشی سے باہر ہو لیے تھے ان کا رخ چھوٹی حویلی کی طرف تھا ان کے جاتے کب سے اس طرف کان لگائے احواد خوشی سے جھوم اٹھی تھی یعنی کچھ ہی دنوں بعد وہ بالکل آزاد ہوگی اپنی مرضی سے زندگی گزارے گی بغیر کسی کے روک ٹوک کے یہی سب سوچ سوچ کے وہ خوش ہو رہی تھی چودھری حشمت اور چودھرائن چھوٹی حویلی آئے تو سب سے پہلے ان کا ٹاکرا بیگم شجاعت سے ہوا تھا جنہوں نے انہیں دیکھتے ہی منہ کے زاویے بگاڑے تھے ان دونوں کو برا تو لگا تھا لیکن مصلحتاً خاموش رہے تھے ان کے بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد چودھری شجاعت بھی آئے گئے تھے "چودھری صاحب پوچھیں اپنے بھائی بھابھی سے کون سی کسر رہ گئی تھی جو پوری کرنے آئے ہیں" بیگم شجاعت نے تیر کا طنز چلایا تھا جس پہ چودھری شجاعت نے انہیں گھوری سے نوازا تھا "بھائی صاحب کیسے آنا ہوا یہاں؟" چودھری شجاعت نے سنجیدگی سے پوچھا تھا "احواد کی رخصتی رکھی ہے اک ہفتے بعد اسے کے لیے دعوت دینے آئے تھے اور اک درخواست بھی کرنی تھی" بیگم

Posted On Kitab Nagri

شجاعت کی گھورتی نظروں کو نظر انداز کرتے انہوں نے چودھری شجاعت سے کہا تھا "نہ بھائی صاحب جو ذلیل ہونے میں کثر رہ گئی ہے وہ اپنی بد زبان بیٹی کی رخصتی پہ بلا کے پوری کرنا چاہتے ہیں ہم اتنے بے غیرت تو نہیں کہ آپ بلائیں گے اور ہم دوڑے دوڑے چلے آئیں گے لوگ پوچھیں گے نہیں اس نے تو آپ لوگوں کی بہو بننا تھا؟" بیگم شجاعت نے چمک کے کہا تھا "بیگم اپنی زبان پہ قابو رکھو اور بھائی صاحب یہ درخواست والا کیا معاملہ ہے؟" پہلے اپنی بیگم کو تنبیہ کرنے کے بعد انہوں نے چودھری شجاعت سے پوچھا تھا "احواد کا نکاح کیوں اور کیسے ہوا یہ ہمارے علاوہ کسی کو نہیں پتہ لگنا چاہیے میری درخواست ہے تم سب سے" چودھری حشمت نے دھیمے سے کہا تھا چودھری شجاعت نے انہیں غور سے دیکھا تھا انہیں ان میں اک مجبور باپ نظر آیا تھا انہیں بے ساختہ اپنے بھائی پہ ترس آیا تھا انہیں چودھری حشمت میں اپنا آپ نظر آیا تھا ایسے ہی وقاص نے بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انہیں کافی دفعہ شرمندہ کروایا تھا "میں سمجھ سکتا ہوں آپ کے جذبات آپ فکر نہ کریں کسی کو بھی اصل بات نہیں پتہ چلے گی" چودھری شجاعت نے تمام گے شکوے اک طرف رکھتے کہا تھا جس پہ چودھری حشمت نے انہیں مشکور نظروں سے انہیں دیکھا تھا "پہلے بیٹی کی لگا میں کس کے رکھتے تو یہ دن دیکھنا ہی نہ پڑتا" بیگم شجاعت اک دفعہ پھر بڑبڑائی تھیں چودھری حشمت اور چودھرائن ان کی بڑبڑاہٹ کو پھر نظر انداز کرتے انہیں شادی میں آنے کی تاکید کرتے وہاں سے چلے گئے تھے "بڑا بخار چڑھ ہے ہمدردی کا بھول گئے آپ کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے انہوں نے" ان کے جاتے ہی بیگم شجاعت شروع ہو گئی تھیں اور چودھری شجاعت ہمیشہ کی طرح ان کی کسی بات پہ کان دھرے بغیر وہاں سے چلے گئے تھے اور بیگم شجاعت کڑھتی رہ گئی تھیں

Posted On Kitab Nagri

اک ہفتہ بہت تیزی سے گزرا تھا اور رخصتی کا دن بھی آن پہنچا تھا دونوں طرف سے کوئی خاص تیاری نہیں کی گئی تھی چودھری حشمت بس دنیا دکھاوے کے لیے احواد کو رخصت کر رہے تھے ورنہ تو جتنا غصہ انہیں اس پہ تھا وہ دھکے دے کر اسے نکالتے چونکہ بس سادگی سے رخصتی تھی اور گاؤں بھی اک تھا تو تقریب شام کو ہی رکھی گئی تھی دونوں طرف سے بس چند قریبی رشتہ دار بلائے گئے تھے چودھری حشمت نے اس چھوٹی سی تقریب کا سارا انتظام گھر پہ ہی کیا ہوا تھا جیسے جیسے لوگوں کو احواد اور زعمیم کی شادی کا پتہ چل رہا تھا ویسے ہی سب کو حیرانگی کے جھٹکے لگ رہے تھے کیونکہ کچھ لوگوں کو تو باقاعدہ پتہ تھا کہ چھوٹے چودھری کے بیٹے کی منگ ہے بڑے چودھری کی بیٹی لیکن یہاں تو گنگا لٹی بہہ رہی تھی اور لوگ عادت سے مجبور اک دوسرے کے کانوں میں مختلف سرگوشیاں بھی کر رہے تھے اور ان سرگوشیوں سے چودھری حشمت کے کان بھی مستفید ہو رہے تھے مگر وہ سب کچھ نظر انداز کرنے پہ مجبور تھے اور ان کے دل میں احواد کے لیے خفگی بڑھتی ہی جا رہی تھی جیسے دنیا دکھاوے کے لیے رخصتی کی جا رہی تھی ویسے ہی دنیا کو دکھانے کے لیے دونوں کا نکاح بھی دوبارہ پڑھوایا گیا تھا یہ سب دیکھتی بیگم شجاعت طنز یا ہنسی ہنسی تھیں ان کا ارادہ تو تھا منہ کھولنے کا لیکن چودھری شجاعت کی سختی سے دی گئی وارننگ پہ وہ خاموش تھیں نکاح اور کھانے کے بعد دونوں کو اکٹھا کر بیٹھایا گیا تھا سفید کاٹن کا سوٹ پہنے زعمیم بالکل سرد و سپاٹ تاثرات لیے بیٹھا تھا چوڑے ماتھے پہ موجود سلوٹیں اس کے اندرونی خلفشار کی نشاندہی کر رہی تھیں احواد بھی کوئی روایتی دلہنوں کی طرح تیار نہیں ہوئی تھی بس سرخ سوٹ جس پہ تھوڑا بہت کام ہوا تھا پہنے اور جیولری کے نام پہ بس ہاتھوں میں کانچ کی سرخ چوڑیاں پہنے ہوئی تھی ہیوی میک اپ کی بجائے بس ہلکا سا میک اپ کیے ہوئے تھے ہاں البتہ اپنی جیت کی خوشی اس کے چہرے پہ چمک بن کے دکھ رہی تھی اتنی سادی دلہن اور اتنی سادی شادی سب کی نظروں میں کھٹک رہی تھی کہ گاؤں کے سردار کی اکلوتی بیٹی کی شادی اور وہ

Posted On Kitab Nagri

بھی اتنی سادگی سے اور اوپر سے اک ملازم سے یہ سب باتیں ہضم کرنا مشکل تھا پھر اک دور سموں کے بعد رخصتی کا شور ہوا تھا اس دوران زعیم بس سپاٹ تاثرات لیے ہوئے تھے رخصتی کے وقت ناچاہتے ہوئے بھی احواد چودھرائن اور زین کے گلے لگتی رودی تھی چودھری حشمت نے اسے گلے لگانے کی بجائے بس اس کے سر پہ ہاتھ ہی رکھا تھا وہ بھی بس لوگوں کی خود پہ جمی ہوئی نظروں کی وجہ سے اس چیز نے احواد کے آنسوؤں میں مزید اضافہ ہوا تھا "ابھی تو آپ کی مرضی کی زندگی کا آغاز ہوا ہے ابھی سے رونا شروع کر دیا ہے ابھی تو آپ کی من پسند زندگی ساری آگے پڑھی ہوئی ہے" اس کے آنسو دیکھتے زعیم نے سرگوشی میں کہا تھا جس پہ احواد نے آنسو بھری نظروں سے اسے گھورا تھا بار بار کے گھر پہنچتے ہی احواد کو زعیم کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا لوگوں کے جھنجھٹ سے آزاد ہوتے ہی احواد نے تشکر بھری سانس لی تھی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے پورے کمرے کا جائزہ لیا تھا آج دوسری دفعہ وہ اس کمرے میں آئی تھی پہلی دفعہ اسے ہاتھ پکڑ کے نکال دیا گیا تھا مگر اس دفعہ وہ پورے حق سے کمرے میں موجود تھی کمرے میں بس سمپل سافر نیچر تھا جو کہ اک ڈبل بیڈ، الماری، ڈریسنگ اور تین سیٹر صوفہ پہ مشتمل تھا اور اک طرف سٹڈی ٹیبل تھا کمرے بھی درمیانہ سا تھا "گزارے لائق ہی ہے" ہر جگہ نگاہ دوڑانے کے بعد وہ بڑبڑائی تھی "میں اس کے انتظار میں کیوں بیٹھوں اٹھ کے کپڑے چینج کرتی ہوں" ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اماں کے ساتھ دو تین عورتیں اندر داخل ہوئی تھیں جو یقیناً دلہن دیکھنے آئی تھیں اس کے بعد تو یہ سلسلہ چل ہی نکلا تھا جو رات دس بجے تک چلتا ہی رہا تھا اس کے بعد جب کوئی بھی نہ آیا تو اس نے شکر ادا کیا تھا اور سادھے کپڑوں کے لیے وہ شش و پنج میں مبتلا ہو گئی تھی کیونکہ چودھری حشمت نے بس اس کی رخصتی کی رسم ادا کی تھی اس کے علاوہ کچھ نہیں دیا تھا پھر کچھ سوچ کے وہ الماری کی طرف بڑھی کے ابھی کے لیے زعیم کے ہی کپڑوں سے کام چلا لیتی ہے باقی کی بعد میں دیکھے گی لیکن جوں ہی الماری کھولی تو اسے مردانہ

Posted On Kitab Nagri

کپڑوں کے ساتھ کچھ لیڈریز سوٹ بھی ہینگ ہوئے نظر جو یقیناً اسی کے تھے جلدی سے اک بالکل سادہ سوٹ کھینچتے اس نے اک نظر پورے کمرے میں دوڑائی تھیں اٹیچ واش روم یا ڈریسنگ روم کے لیے لیکن اسے کہی نظر نہیں آیا تھا "اففف کیا مصیبت ہے اب باہر جانا پڑے گا" جھنجھلا کے بولتی دروازے کی طرف بڑھی تھی دروازہ کھول کے باہر جھانکا تو اسے کوئی نظر نہ آیا شکر ادا کرتی تیزی سے واش روم گئی تھی اور چینج کر کے واپس آئی تھی واپس روم میں آتے وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی کہ دروازہ کھول کے زعیم اندر داخل ہوا تھا احواد نے سٹیٹاتے ہوئے جلدی سے پاس پڑا دوپٹا اوڑھتا تھا زعیم کی نظر ابھی تک اس پہ نہیں پڑی تھی "یہ کدھر منہ اٹھا کے آرہے ہو؟" احواد کی بات پہ زعیم نے چونک کے آواز کی طرف دیکھا جہاں احواد کھڑی اسے گھور رہی تھی "کیا مطلب ہے اس بات کا؟ یہ کمرامیرا ہے تو میں یہی آؤں گا اور کہاں جانا ہے؟" زعیم نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے کہا تھا "لیکن آج سے میں یہاں آگئی ہوں تو تم اپنا ٹھکانہ کہی اور کر لو" احواد اطمینان سے بولی تھی "آپ کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ سب کو یہ پتہ ہے کہ ہم نے لو میرج کی ہے اور ایسے میں میں جا کر باہر سوؤں؟ میری ماں اور بہن بھی اس گھر میں رہتی ہیں اور میں نہیں چاہتا ان کے سامنے آپ کا یا میرا بیج خراب ہو تو برائے مہربانی اسی روم میں برداشت کریں مجھے" زعیم نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا جس پہ احواد منہ بناتے اس کی طرف سے منہ موڑ گئی تھی اس کے اس عمل سے اس کے پشت پہ بکھرے بال زعیم کے سامنے آئے تھے اک لمحے کو نا جانے کیوں زعیم کا دل چاہا کہ انہیں چھو کے دیکھے لیکن پھر سر جھٹکتے الماری سے کپڑے نکالتے باہر چلا گیا تھا زعیم کا تھکن سے برا حال تھا اس لیے اپنے آپ کو فریش کرنے کے لیے اس نے شاور لیا تھا نہا کے واپس آیا تو بیڈ پہ احواد سر سے پاؤں تک چادر میں پیک ہوئے سوئی تھی جبکہ اک تکیہ صوفے پہ پڑا تھا جس کا مطلب تھا کہ اسے وہی سونا ہے زعیم گہری سانس بھرتے الماری کی طرف بڑھتا تھا اور وہاں سے اپنی اک چادر نکالی تھی پھر پنکھا

Posted On Kitab Nagri

فل سپیڈ پہ چھوڑتے لائٹ آف کرتے چادر اوڑھتے صوفے پہ لیٹ گیا تھا وہ اس پہ فٹ تو نہیں آ رہا تھا لیکن کیا کرتا اور کوئی آپشن نہیں تھا

جب سے وقاص کو پتہ چلا تھا کہ احواد کی رخصتی ہو رہی ہے تب سے وہ انگاروں پہ لوٹ رہا تھا اس نے اپنے پورے گھر کو شادی پہ جانے سے روکنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا تھا مگر چودھری شجاعت نے اس کی ہر بات رد کر دی تھی ان کے انکار پہ وہ غصے سے کھولتا ڈیرے پہ چلا آیا تھا جوں جوں وہ زعیم اور احواد کے بارے میں سوچ رہا تھا تو اس کے دل میں لگی آگ میں مزید اضافہ ہوتا تھا یہ سوچ کے کہ اس کی من پسند ہستی کسی اور کی دسترس میں ہے "اچھا نہیں کیا تم نے احواد چودھری مجھے چھوڑ کے اس کی کمین کو چنا تم نے تمہیں اس کی قیمت چکانی پڑے گی چھوڑو گا نہیں میں تم دونوں کو "کمرے میں موجود ہر شے کو تھس تھس کرتے وہ بڑبڑایا تھا جب غصہ حد سے سوا ہوا تو اپنا پسندیدہ مشروب نکالتے بوتل منہ سے لگالی تھی اور پیل بھر میں ہی اس کے نشے میں ڈوب کے وہ احواد اور زعیم کو بھول گیا تھا

www.kitabnagri.com

سارے کاموں اور مہمانوں سے فارغ ہو کے چودھرائن کمرے میں آئیں تو سامنے ہی چودھری حشمت بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھے آنکھیں بھی بند تھیں اپنی مٹھی کو بند کر کے اسے ہلکے ہلکے اپنے ماتھے پہ مار رہے تھے چودھرائن خاموشی سے آگے بڑھی تھیں اور بیڈ پہ بیٹھتے ان کو متوجہ کرنے کے لیے ان کی ٹانگ پہ ہاتھ رکھا تو چودھری حشمت نے چونک کے آنکھیں کھولتے انہیں دیکھا تھا "کیا بات ہے کیا سوچ رہے ہیں؟"

Posted On Kitab Nagri

ان کے متوجہ ہونے پہ چودھرائن نے پوچھا تھا "سوچ رہا ہوں سیٹیاں کتنی جلدی بڑی ہو جاتی ہیں اور اتنی بڑی ہو جاتی ہیں کہ اپنی زندگی کا ہر فیصلہ بھی خود کر لیتی ہیں" انہوں نے پھیکا سا مسکراتے جواب دیا تھا ان کی بات سن کے چودھرائن نے کچھ لمحے انہیں دیکھا تھا "آپ کو بھی بچپن میں اس کا رشتہ طے نہیں کرنا چاہیے تھا کتنا کہا تھا میں آپ کو پتہ نہیں بڑے ہو کر اس کا مزاج کیسا ہو یہ قبل از وقت بات ہے لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی تھی" گہری سانس بھرتے چودھرائن نے دھیرے سے کہا تھا "تو تمہارا مطلب یہ ہے کہ ساری غلطی میری ہے؟" چودھری حشمت نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کرتے پوچھا تھا "نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ اس نے بہت دفعہ کہا تھا کہ اس نے وقاص سے شادی نہیں کرنی اگر آپ اس کی بات مان لیتے تو شاید یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور اس کا شرعی حق بھی تھا کہ شادی کے لیے اس کی رضامندی پوچھی جائے" ان کی طرف دیکھتیں وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھیں کیونکہ چودھری حشمت کے غصے میں آجانے کا بھی خدشہ تھا "میں باپ ہوں اس کا اور ماں باپ کبھی اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے اور اسے اتنے سال پڑھایا لکھایا ہے پال پوس کے اتنا بڑا کیا ہے اور بد لے میں اس نے کیا کیا ہے؟" چودھری حشمت نے اپنی بات کے اختتام پہ سوال پوچھا تھا "ہر ماں باپ کرتے ہیں فرض ہوتا ہے یہ ماں باپ کا میں یہاں یہ بھی نہیں کہہ رہی کہ احواد نے اچھا کیا ہے اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ہمارے معاشرے میں ایسی کتنی لڑکیاں ہیں جو اپنے ماں باپ کی عزت اور خوشیوں کے لیے اپنی خوشیاں اپنے خواب قربان کر دیتی ہیں لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ ہم کیوں نہیں سمجھتے سیٹیاں بھیڑ بکریاں یا کوئی اور بے زبان جانور نہیں ہیں جنہیں ہم کسی بھی کھونٹے سے باندھ دیں ساری زندگی تڑپنے کے لیے ماں باپ کی اس بھلائی سوچنے کا کیا فائدہ جس میں اولاد ہمیشہ سسک سسک کے رہے؟ ہمارا پوری زندگی ان کے لاڈ اور نخرے اٹھانے کا کیا فائدہ جب انہوں نے اپنی اگلی ساری زندگی گھٹ گھٹ کے گزارنی ہو؟ پھر تو یہی حل نکلتا ہے ہمیں

Posted On Kitab Nagri

بیٹیوں کو لاڈ پیار دینا ہی نہیں چاہیے ہمیشہ انہیں ان کی اوقات میں رکھنا چاہیے تاکہ وہ غلطی سے بھی اپنی آنکھوں میں کوئی خواب نہ سجائیں "چودھرائن جب بولنے پہ آئیں تو بولتی چلی گئی تھیں "اپنی بیٹی کو درست ثابت کرنے کے لیے اچھی تقریر کی ہے "چودھری حشمت طنز یا ہنسی ہنسے تھے "وہ صرف میری نہیں آپ کی بھی بیٹی ہے اور ہمیشہ سے وہ آپ کے زیادہ قریب رہی ہے اور اس کے ہر اچھے برے کا فیصلہ آپ نے خود کیا ہے جس میں مجھے شامل کرنا کبھی آپ نے ضروری نہیں سمجھا اور اب جب اس کے حق میں آپ کو تھوڑے دلائل دیے تو وہ میری بیٹی ہو گئی "چودھرائن تو جیسے اپنی ساری بھڑاس نکالنا چاہ رہی تھیں جو ناجانے کب سے ان کے اندر بھری ہوئی تھی "لائٹ آف کرو مجھے بھی سونے دو اور خود بھی سو جاؤ "چودھری حشمت سیدھا ہو کے لیٹے تھے اور کمفرٹر کھینچ کے سر تک لیا تھا چودھرائن تھوڑی دیر انہیں دیکھتی رہی تھیں اور پھر گہری سانس بھرتے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں لائٹ آ کرتے وہ بھی اپنی سائیڈ پہ آ کر دراز ہو گئی تھیں

رات کا ناجانے کونسا پہر تھا جب شدید گرمی کے تحت احواد کی آنکھ کھلی تھی کچھ دیر وہ نا سمجھی سے کمرے میں چھائے گپ اندھیرے کو دیکھتی رہی تھی پھر جب تھوڑی حواس بیدار ہوئے تو اسے یاد آیا وہ کہاں ہے لائٹ آف ہونے کی وجہ سے پنکھا بند ہو گیا تھا اور کمرے میں شدید گرمی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے احواد کی آنکھ کھل گئی تھی احواد نے کوفت سے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کے ٹائم دیکھا تھا جہاں صبح کے دو بج چکے تھے اس نے موبائل کی ٹارچ آن کرتے اس کا رخ اوپر کی طرف کرتے پنکھے کو گھورا تھا اور پھر اس کا صوفے پہ سوئے زعیم کی طرف کیا تھا جو شدید گرمی میں بھی آرام سے سویا ہوا تھا اسے دیکھتے احواد کو حیرت ہوئی تھی "یہ اتنے آرام سے کیسے سویا ہوا

Posted On Kitab Nagri

ہے؟ "زعیم کو دیکھتے وہ بڑبڑائی تھی پھر کندھے اچکاتے چادر خود سے ہٹاتی بیڈ سے نیچے اتر کے صوفے کی طرف بڑھی تھی اس کا ارادہ اب زعیم کو اٹھانے کا تھا جیسے واپڑاوالے اس کے رشتے دار تھے "زعیم زعیم" صوفے سے تھوڑی دور کھڑے ہوتے احواد نے اسے آواز دی تھی لیکن اس پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا "اففف یہ تو جیسے نشہ کر کے سویا ہوا ہے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا" تھوڑی دیر اور آوازیں دینے کے بعد اس نے کوفت سے سوچا تھا "زعیم زعیم اٹھو" احواد نے آگے بڑھے کے اس کا کندھا ہلایا تو زعیم نے مندھی مندھی آنکھیں کھولی تو موبائل کی ٹارچ سیدھا اس کی آنکھوں میں گھسی تھی جس سے بچنے کے لیے زعیم نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھا تو احواد نے ٹارچ کا رخ دوسری طرف کیا تھا "ملکہ عالیہ بتانا پسند کریں گی اس نوکر کو اتنی رات کو جگانے کا تردد کیوں کیا ہے؟" زعیم نے اٹھ کے بیٹھتے طنز کے تیر برساتے کہا تھا "لائٹ نہیں ہے کچھ کرو" زعیم جو اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں بمشکل کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی بات پہ جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا تھا یعنی اس لیے اسے جگایا گیا تھا "آپ بتانا پسند کریں گی کہ کیا کروں میں؟" زعیم نے دانت پیستے پوچھا تھا "کچھ بھی کرو بس پنکھا چلاؤ اک تو یہاں اے سی بھی نہیں ہے اوپر سے لائٹ بھی آف ہو گئی ہے میں سوؤں کیسے؟" احواد نے منہ بسورتے کہا تھا "یہ سب پہلے سوچنا چاہیے تھا میں اتنا امیر کبیر ہوتا تو آپ کا احسان کیوں لیتا" زعیم کی بات پہ احواد نے اسے گھورا تھا جواب صوفے سے اٹھ کے الماری کی طرف بڑھ رہا تھا "یہ لیں" الماری سے ہاتھ سے چلنے والے پنکھا نکال کے اس نے احواد کو دیا تھا جسے وہ دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی "اس کا کیا کروں میں؟" احواد کے سوال پہ زعیم کا دل کیا اپنا سر کسی دیوار پہ دے مارے اک نیند سے برا حال تھا اوپر سے احواد کے اوٹ پٹانگ سوال مزید دماغ گھما رہے تھے "اپنے سر میں ماریں تاکہ اس میں موجود دماغ تھوڑا کام کرنا شروع کرے" وہ یہ بس سوچ ہی سکا تھا "دیکھیں فلحال میں یہی ارتج کر سکتا ہوں اپنی مدد آپ کے تحت اس سے خود کو ہوا دیں اور سو جائیں لائٹ بھی بس آنے

Posted On Kitab Nagri

والی ہوگی "ضبط کا مظاہرہ کرتے اس کہہ کے وہ صوفی کی طرف بڑھاتا تھا" کیا پہلے بھی لائٹ جاتی ہے؟ "احواد کے سوال پہ زعیم نے دانت کچکچائے تھے "نہیں آج واپڈا والوں کو پتہ چلا ہے کہ محترمہ احواد صاحبہ نے زعیم کے غریب خانے میں اپنے قدم رنجا فرمائے ہیں تو بس اسی خوشی میں انہوں نے بجلی بند کی ہے "زعیم نے بیٹھے انداز میں اس پہ طنز کیا تھا جسے سن کے احواد کے پاس ضبط کرنے کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں تھا "زعیم "وہ واپس لیٹنے ہی لگا تھا کہ احواد کی آواز پھر گونجی تھی "فرمائیے "زعیم کا انداز پھاڑ کھانے والا تھا "پیاں لگی ہے "اس نے کہا تو زعیم خاموشی سے باہر نکل گیا کچن سے اک ٹھنڈی پانی والی بوتل اور اک گلاس لے کے واپس آیا تھا "یہ لیں اور اب مجھے آپ کی آواز نہ آئے ورنہ اچھا نہیں ہوگا "بوتل اور گلاس اسے تھماتے زعیم نے کہا اور صوفی پہ جا کر لیٹ گیا تھا احواد نے اسے گھوری سے نواز اور پانی پی کے لیٹ گئی تھی پھر جب تک لائٹ نہیں آئی وہ سوئی نہیں تھی ہاتھ سے چلنے والے پنکھے کو تھوڑی دیر جھلانے کے بعد ہی اس کی بس ہو گئی تھی اس لیے اس نے رکھ دیا تھا

اگلی صبح احواد کی آنکھ کھلی تو رات کی بے سکونی کی وجہ سے اس کا انگ انگ درد کر رہا تھا پہلے جگہ کہ چیننجنگ کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی جب نیند آئی تو لائٹ چلی گئی اور اوپر سے زعیم کی جلی کٹی سن کے کڑھتی ہوئی سوئی تھی زعیم کا خیال آیا تو تیزی سے اٹھ کے بیٹھی تھی اور نظریں سیدھی صوفی پہ گئی تھیں جو خالی پڑا ہوا تھا نہ زعیم تھا نہ اس کا تکیہ یہ دیکھ کے تشکر بھری سانس خارج کرتے احواد نے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائی تھی "ٹھیک کہا تھا زین بھائی نے جن آسائشات کی عادی ہوں ان کے بغیر رہنا مشکل ہوگا اور ابھی تو شروعات ہوئی ہے آگے ناجانے اور کیا کیا دیکھنا ہے "احواد بڑبڑائی تھی "کوئی بات نہیں احواد عادت ہی ہوگی فائز کے گھر بھی وہ سہولیات

Posted On Kitab Nagri

نہیں ہوں گی جو میں بچپن سے دیکھتی آئی ہوں یہاں رہنے کے بعد مجھے وہاں ایڈ جسٹ ہونے میں زیادہ مشکل نہیں ہوگی" اس نے خود ہی اپنے آپ کو تسلی دی تھی وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی جسے سن کے اس نے جھٹ سر ہلانے پڑا دوپٹہ اٹھا کے سر پہ اوڑھا کے دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں توقع کے عین مطابق زعیم ہی تھا جو شاید نہا کے آیا تھا کیونکہ ہاتھ میں پکڑے ٹاول سے وہ بال سکھا رہا تھا "میں نے کل بھی کہاں تھا روم میں دروازہ ناک کر کے آیا کرو" وہ جو اپنے دھیان میں بال سکھا رہا تھا احواد کی ناگواری بھری آواز سن کے اس نے اپنی نظریں بیڈ کی طرف گھمائی تھیں "محترمہ احواد صاحبہ میں نے کل بھی بتایا تھا کہ یہ میرا روم ہے اور اپنے روم میں کوئی دروازہ ناک کر کے نہیں آتا" زعیم نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا تھا "میں نہیں تھی پہلے یہاں اس لیے تم بغیر ناک کیے آجاتے تھے لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہوگا کیونکہ اب تمہارے روم میں اک عدد لڑکی رہتی ہے اس لیے تمہارا بغیر ناک کیے آنا منرز کے خلاف ہوگا انڈر سٹینڈ "احواد نے انگلی اٹھا کے اسے کہا تھا "یہ لڑکی اس گھر اور میرے کمرے میں کس حیثیت سے آئی ہے؟" زعیم نے سینے پہ ہاتھ باندھتے اس سے پوچھا تھا "کیا مطلب ہے اس سوال کا؟" احواد نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا "آپ بتائیں یہ لڑکی کس حیثیت سے یہاں موجود ہے؟" اس کی بات کو نظر انداز کرتے زعیم نے دوبارہ پوچھا تھا "تمہاری بیوی کی حیثیت سے" کافی دیر چپ رہنے کے بعد اس نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا تھا "میاں بیوی اک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں اور اس کے باوجود آپ چاہتی ہیں کہ میں دروازہ ناک کر کے آیا کروں" اک استہزائیہ مسکان چہرے پہ لیے زعیم نے کہا تھا "تم،،،" مجھے بعد میں کوس لیجیے گا پہلے اٹھ کے فریش ہوں یہ نہ ہو پھر کوئی دلہن دیکھنے آجائے" اس کی بات کاٹتے زعیم نے دلہن پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا اسے گھورتے احواد اٹھ گئی تھی اور الماری سے اک بلکل ساداسوٹ اور ٹاول نکال کے دروازے کی طرف بڑھی تھی زعیم نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر چپ ہو گیا اور آئینے

Posted On Kitab Nagri

میں دیکھتا اپنے بال بنانے لگا تھا احواد نہا کے واپس آئی تو زعمیم صوفے پہ بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا احواد نے اپنے بال سکھانے تھے جو کہ زعمیم کی موجودگی میں اسے مشکل ہی لگ رہا تھا ڈرائیور بھی نہیں تھا ٹاول کے ساتھ ہی سکھانے تھے جیسے بھی سکھانے تھے وہ اسے باہر جانے کا بولنا چاہتی تھی لیکن جانتی تھی پھر کوئی الٹا جواب دے گا اس لیے خاموش تھی ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی کہ دروازہ کھٹکھٹا کے اماں اندر آئی تھیں ان کے ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھی زعمیم انہیں دیکھتے اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر ان کی طرف بڑھا تھا "ارے اماں آپ نے کیوں تکلف کیا ہم باہر آپ کے ساتھ ہی ناشتہ کرتے" ان کے ہاتھ سے ناشتے کی ٹرے لے کر صوفے کے آگے پڑھے ٹیبل پہ رکھتے زعمیم نے کہا تھا "نہیں ہمیشہ تم ہمارے ساتھ ہی کرتے ہو آج یہی کر لو" اماں مسکراتے ہوئے بولی تو زعمیم بھی مسکرا دیا تھا جبکہ احواد نے اک بے زار نظر دونوں ماں بیٹے پہ ڈالی تھی اور دوسری ناشتے کی ٹرے میں جس میں پراٹھے ہاف فرائی انڈہ اچار پانی اور لسی کا جگہ تھا ٹرے کو دیکھتے احواد کی آنکھیں چمکی تھیں کل رات سے زعمیم اسے سنائی جا رہا تھا اب اسے بھی حساب برابر کرنے کا موقع ملنے لگا تھا "یہ کیا ہے؟" احواد کی آواز سن کے دونوں نے اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں ناشتے کی ٹرے کو دیکھا تھا "ناشتہ ہے اور کیا نظر آ رہا ہے آپ کو؟" زعمیم نے سنجیدگی سے کہا تھا "یہ ایسا ناشتہ تم جیسے لوگ کرتے ہوں گے میں تو صبح ناشتے میں بس بریڈ جیم اور اک گلاس دودھ لیتی ہوں" اس کی بات سن کے اماں کا چہرہ پھیکا پڑا تھا جبکہ زعمیم کا غصے سے سرخ ہوا تھا ان دونوں کے چہرے دیکھ کے احواد اندازہ لگا سکتی تھی کہ تیر نشانے پہ لگا ہے "مجھے نہیں پتہ تھا بیٹی ورنہ میں نہیں لے کر آتی" اماں نے افسردگی سے کہا تھا "ارے میری پیاری اماں آپ کے ہاتھ کے پراٹھے تو کوئی دشمن بھی نہ چھوڑے اتنے لذیذ ہوتے ہیں یہ تو پھر آپ کی بہو ہے ضرور کھائے گی آپ جا کے دیکھیں انوشہ کیا کر رہی ہے" زعمیم نے ان کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے انہیں اطمینان دلایا اور ان کا دھیان بٹانے کے لیے

Posted On Kitab Nagri

انوشہ کا سہارا لیا تو اماں سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی تھیں "یہ کیا بد تمیزی تھی؟" ان کے روم سے نکلتے زعمیم نے غرا کے پوچھا تھا احواد نے حیران ہو کر اس کا یہ روپ دیکھا تھا "بد تمیزی نہیں بس اپنی پسند بتائی ہے میں تو" احواد نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا "یہ کوئی طریقہ نہیں اپنی پسند بتانے کا آپ کو جب تک یہاں رہنا میں آپ سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کروں گا لیکن اگر آپ نے میری ماں اور بہن کے ساتھ زرا بھی بد تمیزی کی تو یہ یاد رکھیے گا آپ میرے نکاح میں اور آپ کو تمیز اچھی طرح سیکھا سکتا ہوں میں" سخت لہجے میں بولتے بولتے آخر میں زعمیم کا لہجہ معنی خیزی ہوا تھا "دھمکی دے رہے ہو مجھے؟" احواد ڈری تو تھی مگر ظاہر نہ ہونے دیا تھا "نہیں سمجھا رہا ہوں میں سب برداشت کر سکتا ہوں مگر اپنی ماں اور بہن کی اداسی اور ان کی آنکھ میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا اس لیے آئندہ دھیان رکھیے گا" زعمیم نے اسے وارننگ دی تھی "چلیں اب آئیں ناشتہ کریں" زعمیم نے صوفے کی طرف قدم بڑھائے تو احواد نے بھی مرے مرے قدموں سے اس کی تقلید کی تھی

شادی کا ہنگامہ س ر د پڑ چکا تھا اور ہر کوئی اپنے معمول زندگی پہ واپس آچکا تھا سوائے احواد کے اس دن کے بعد اس نے کسی سے کوئی بد تمیزی نہیں کی تھی وجہ زعمیم کی دھمکی بھی تھی اور اس کی تربیت بھی تھی اسے ہمیشہ سے بڑوں کا ادب و احترام کرنا سکھایا گیا تھا اس دن زعمیم سے بدلہ لینے کے چکر میں وہ اماں سے بد تمیزی تو کر گئی تھی لیکن بعد میں گلٹ بھی ہوا تھا جس کے تحت اس نے جھجھکتے ہوئے معافی بھی مانگ لی تھی انوشہ بھی کالج سے لیو پہ ہی تھی ابھی تک اس کی سر جری کا زخم ابھی تک مند مل نہیں ہوا تھا اس لیے ابھی بھی اس کا علاج جاری تھا اسے لگ رہا تھا اس کا یہ سال ضائع ہی جائے گا اور نیکسٹ ایئر ہی وہ دوبارہ ایڈمیشن لی تھی احواد بھی ابھی تک یونی سے

Posted On Kitab Nagri

چھٹیوں پہ ہی تھی تو اکثر اس کا موڈ ہوتا تو وہ انوشہ سے بات کر لیتی تھی ورنہ زیادہ تر کمرے میں ہی پائی جاتی تھی بس کھانے کے وقت ہی باہر آتی تھی یا جب لائٹ آف ہوتی تو تب باہر آتی تھی چونکہ یونی سے وہ شادی کی چھٹیاں لے چکی تھی اس لیے تھوڑی مطمئن تھی لیکن جلد ہی وہ اپنی اس روٹین سے اکتا گئی تھی اور یونی جانے کا سوچ ہی رہی تھی رات کو زعمیم کھانا کھانے کے بعد کمرے میں آکر رجسٹر کھول کے بیٹھ گیا تھا احواد بھی وہی موجود تھی اس لیے اس نے زعمیم سے بات کرنے کی ٹھانی تھی کیونکہ لانا اور چھوڑنا تو اسی نے ہی تھا "مجھے یونی جوائن کرنی ہے دوبارہ" احواد کی بات سن کے زعمیم نے سامنے پڑے رجسٹر سے سراٹھا کے اسے دیکھا تھا "کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟" اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر احواد نے ابرو اچکا کے پوچھا تھا "محترمہ میں اگر میں اتنا امیر ہوتا کہ یہ سب افورڈ کر سکتا تو مجھے نہ ہی اپنی بہن کے علاج کے لیے آپ سے پیسے لینے پڑتے اور نہ ہی آپ سے کنٹرکٹ میرج کرنی پڑتی اور نہ ہی سب کی نظروں سے گرتا" اس کی بات سن کے احواد نے دانت پیسے تھے "فار یور کائینڈ انفارمیشن مسٹر زعمیم کے میرا سمسٹر ابھی ختم نہیں ہوا اور اس سمسٹر کی فیس پہلے ہی پے ہو چکی ہے اس لیے یہ سمسٹر تو میں پورا کر ہی سکتی ہوں اور نیکسٹ سمسٹر تک شاید میں یہاں ہوں ہی نہ اس لیے اپنی غریبی کی داستان سنانے کی ضرورت نہیں ہے" اس کی باتوں کے جواب میں زعمیم کچھ دیر خاموش رہا تھا "اب کیا ہوا؟" اسے چپ دیکھ کر احواد نے بے زاری سے پوچھا تھا "ٹھیک ہے آپ تیار ہو جائیے گا صبح میں آپ کو چھوڑ آؤں گا" زعمیم نے بات ختم کی اور دوبارہ رجسٹر پہ جھک گیا تھا "کھڑوس کہی کا" احواد بڑبڑاتی بیڈ پہ جا کر کمفرٹر سر تک اوڑھ کے لیٹ گئی تھی زعمیم نے اک نظر اسے دیکھ کے نفی میں سر ہلایا تھا

Posted On Kitab Nagri

اگلی صبح احواد یونی کے لیے تیار ہو کے آئی تو زعمیم گیٹ سے باہر بایک سٹارٹ کر کے کھڑا تھا احواد نے دھنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ آج تک بایک پہ بھی نہیں بیٹھی تھی "یہ کیا ہے؟" احواد نے حیرانگی سے پوچھا تھا "ہیلی کاپٹر" زعمیم نے بھی دانت پیستے جواب دیا تھا جواباً احواد نے اسے گھورا تھا "میں اس پہ نہیں بیٹھوں گی میں آج تک کبھی بایک پہ نہیں بیٹھی اگر میں اگر گئی تو؟" احواد نے خوفزدہ ہو کے کہا تھا "تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ دو چار ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اللہ کو پیاری آپ پھر بھی نہیں ہوں گی" زعمیم کے طنز پہ احواد نے اسے گھور کے دیکھا تھا "دیکھیں محترمہ اگر آپ کو جانا ہے یونی تو بیٹھیں میرے پاس بس یہی ہے اگر نہیں جانا تو مرضی آپ کی اب آپ کے ابا حضور جتنا امیر تو میں ہوں نہیں اور نہ ہی میرے پاس اللہ دین کا چراغ جسے رگڑوں گا اور اس میں سے جن نکلے گا اور آپ کہ ڈیمانڈ کے مطابق میں اس سے گاڑی منگوا لوں گا" اسے ہنوز کھڑے دیکھ کے زعمیم نے اک اور طنز کیا تھا "میں اس پہ بیٹھوں گی کیسے؟" احواد روہانسی ہوئی تھی "بندر کی طرح چھلانگ لگا کے" زعمیم نے جل کے کہا تو احواد نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا "دیکھو میری بات،،،،،" مجھے کچھ نہیں دیکھنا آپ نے اگر یونی جانا ہے تو بیٹھیں نہیں تو مرضی آپ کی میں جا رہا ہوں ڈیرے" زعمیم نے کہتے ہوئے بایک تھوڑی سی آگے بڑھائی تھی "رکو آ رہی ہوں" احواد نے اسے رکنے کا کہا تو زعمیم نے بایک روکی تھی احواد آگے بڑھ کے ڈرتے ڈرتے بایک پہ بیٹھی تھی بیگ گود میں رکھتے بالکل چوکنا ہو کر بیٹھی تھی احواد کے بیٹھتے ہی زعمیم نے بایک فل سپیڈ پہ چھوڑی تھی جس سے ڈرا احواد نے سختی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ جمایا تھا زعمیم نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا اس کا چہرہ وہ دیکھ نہیں سکا تھا جس پہ ڈر صاف لکھا ہوا تھا "پلسز آہستہ چلاؤ" بایک "اسے ہنوز اسی سپیڈ پہ بایک چلاتے دیکھ کر احواد نے تقریباً چیختے ہوئے کہا تھا "دیکھیں محترمہ یہ آپ کے بابا سائیں کی لینڈ کروزر نہیں ہے جو گاؤں سے شہر تک کا فاصلہ منٹوں میں طے کر لے وہ چار پہیوں والی گاڑی تھی

Posted On Kitab Nagri

اور یہ دو پہیوں والی موٹر سائیکل ہے اور اگر ٹائم پہ آپ کو چھوڑ کے واپس آنا ہے تو مجھے اسی سپیڈ پہ بایک چلانی ہو گی کیونکہ آپ کو شہر چھوڑنے کے علاوہ بھی میرے بہت سے کام ہیں "زعیم کی باتیں سن کے احواد کا دل کیا اس کے کندھے پہ رکھے ہاتھ کو اس کی گردن تک پہنچاتے اس کا گلہ دبا دے اس کی باتوں کا یہ اثر ہوا کہ احواد منہ پھلا کے چپ ہو گئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ آیت الکرسی کا ورد بھی شروع کر دیا تھا تاکہ وہ بحفاظت یونی پہنچ سکے "روکو روکو بایک روکو" ابھی وہ گاؤں کے خارجی رستے پہ پہنچے ہی تھا کہ احواد چیخی تھی زعیم نے جلدی سے بوکھلاتے اک جھٹکے سے بریک لگائی تھی اس کے اس طرح بریک لگانے سے احواد بے ساختہ زعیم کے ساتھ ٹکرائی تھی اک لمحے کو دونوں کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی مگر دونوں نے ہی اسے نظر انداز کیا تھا "کیا ہوا کیوں بایک رکوائی ہے؟" زعیم نے گردن پیچھے موڑتے اس سے پوچھا تھا جو اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے تھوڑا سا آگے جا کر کسی کے سامنے رکی تھی زعیم کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا تو وہاں کوئی اور نہیں وقاص تھا "کیسے ہوڈیر کرن؟ تم میری شادی میں نہیں آئے اور نہ ہی مجھے شادی کی مبارکباد دی ہے" احواد نے معصومیت سے وقاص سے پوچھا تھا جو اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اسے ہی گھور رہا تھا "تمہیں مبارکباد دیتی ہے میری جوتی اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ احواد چودھری کا معیار اتنا گرا ہوا ہو گا کہ اس کی پسند اک کمی کمین ہو گا" وقاص کی حقارت سے بھرپور آواز اتنی اونچی تو ضرور تھی کہ زعیم کے کانوں تک پہنچ سکے اور اس کی سرخ پڑتی رنگت بتا رہی تھی کہ وہ سن چکا ہے "میرے معیار کو چھوڑو تم سوچو تمہارا معیار کیا ہے کہ تمہاری بچپن کی منگیت نے تمہیں چھوڑ کے کسی اور سے شادی رچالی" احواد نے بھی اسے منہ توڑ جواب دیا تھا "اففف کیا کروں میں ان کا خود تو چلی جائیں گی مگر جاتے جاتے میرے گلے میں وقاص نامی ڈھول ڈال جائیں گی" وقاص کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھ کر زعیم بڑبڑایا تھا اور بایک بند کرتے اسے وہی کھڑے کرتے ان دونوں کی طرف بڑھتا تھا

Posted On Kitab Nagri

"میرے معیار کو چھوڑو تم میرا معیار دیکھنا ہے تو یہ دیکھو کے میں ابھی بھی بڑی بڑی گاڑیوں میں سفر کر رہا ہوں جبکہ تم تو گاڑی سے بانیک پہ آگئی ہو اور جلد ہی بانیک سے گدھا گاڑی پہ بھی آ جاؤ گی" وقاص کا لہجہ مذاق اڑاتا ہوا تھا جسے سن کے احواد کو آگ ہی لگ گئی تھی "چلیں احواد یونی سے دیر ہو رہی ہے" زعیم نے احواد کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے کہا تھا جبکہ وقاص کو اس نے صاف نظر انداز کیا تھا کیونکہ وہ اسے کچھ کہہ کے اک مزید مصیبت اپنے آپ پہ نہیں لے سکتا تھا جہاں اس کی حرکت پہ وقاص کو تپ چڑھی تھی وہی احواد اس کی جرات پہ شک میں آگئی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا اور اس کو غنیمت جانتے زعیم اسے لیے بانیک کی طرف بڑھا تھا بانیک کے پاس لاتے اس نے احواد کے گرد سے اپنا ہاتھ کھینچا اور بانیک پہ بیٹھتے اسے سٹارٹ کیا تھا لیکن اس دوران احواد ابھی تک شک کی کیفیت میں ہی کھڑی تھی "احواد بیٹھیں دیر ہو رہی ہے" زعیم کی آواز سن کے وہ ہوش میں آئی تھی اور اک خونخوار نظر اس پہ ڈالتے بانیک پہ بیٹھ گئی تھی وقاص کی شعلہ جوالہ بنی نظروں نے دور تک دونوں کا پیچھا کیا تھا اور پورا رستہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی یونی کے آگے زعیم نے بانیک روکی تو احواد نے بانیک سے اترتے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے زعیم کو گھورا تھا "کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟" زعیم نے اس کی نظروں سے مکمل انجان بننے پوچھا تھا "کس خوشی اور کسی حق سے آپ نے مجھے چھو ا تھا؟" اس کے انجان بننے پہ اس کے غصے میں شدید اضافہ ہوا تھا "خیر خوشی تو کوئی نہیں تھی اور رہی حق کی بات تو اسے رہنے ہی دیں کیونکہ میرے جو حقوق ہیں وہ آپ سے برداشت نہیں ہوں گے آخر کار دو دفعہ نکاح ہوا ہے ہمارا" زعیم نے اس کے غصے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا تھا "شٹ اپ" غصے سے سرخ پڑتی وہ چیخی تھی "فلحال مجھ پہ غصہ کرنے سے بہتر ہے اندر جائیں آپ کو بھی دیر ہو رہی ہے اور مجھے بھی انشاء اللہ ٹائم پہ لینے آ جاؤں گا اللہ حافظ" اپنی بات ختم کرتے زعیم بانیک کو کک مارتے اس کی سنے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا احواد بھی پاؤں پٹختی یونی

Posted On Kitab Nagri

کے اندر چلی گئی تھی زعیم جب ڈیرے آیا تو اپنے معمول سے کافی لیٹ ہو چکا تھا بانیک کھڑی کر کے اندر آیا تو چودھری حشمت کی نظروں سے شرمندہ ہوتے اس نے جلدی سے سلام جھاڑا تھا جس کا جواب انہوں نے بس سر ہلا کے دیا تھا "دیر سے آنے کی وجہ؟" انہوں نے سنجیدگی سے دو ٹوک لہجے میں پوچھا تھا "سائیں وہ احوال بی بی کو یونی،،،" ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ چودھری حشمت نے ہاتھ اٹھا کے اسے مزید بولنے سے روکا تھا "مجھے کچھ نہیں سننا مجھے بس تم وقت پہ یہاں چاہیے ہو آج پہلی اور آخری دفعہ یہ غلطی معاف کر رہا ہوں آئندہ اگر دیر ہوئی تو اچھا نہیں ہوگا" چودھری حشمت نے کہا تو زعیم نے سر ہلادیا اور پھر خاموشی سے رجسٹر لاتے انہیں اس مہینے جو جو خرچے ہوئے تھے ان سب کا حساب بتانے لگا تھا

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پبلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

Posted On Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

یونی میں آکر اس نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا تھا اک کلاس کے بعد دوسری فری تھی اور وہ اپنی مخصوص جگہ پہ بیٹھی پچھلے سارے لیکچرز دیکھ رہی تھی جو اس نے اپنی کلاس فیلو سے لیے تھے وہ ابھی دیکھ رہی تھی کہ فائز اس کے ساتھ آکر بیٹھا تھا "شادی کیسی گزری؟" فائز کے سوال پہ فولڈر پہ پھسلتی احواد کی نظریں تھیں اور اس نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا تھا "اس سوال کا مطلب؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا تھا "سادہ سا سوال پوچھا ہے اس میں مطلب کہاں سے آگیا؟" اس نے بھی سوال کے جواب میں سوال کیا تھا "فائز تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ شادی کیسے ہوئی ہے تو میں نہیں سمجھتی تمہیں ایسا کوئی سوال پوچھنا چاہیے تھا" فائز کو کہتے اس نے دوبارہ اپنی نظریں فولڈر پہ جمائی تھیں "اس نے تم پہ اپنا کوئی حق تو نہیں جمایا؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فائز نے نظریں چراتے اک اور سوال پوچھا تھا جسے سن کے احواد کا چہرہ غصے اور حیا سے لال ہوا تھا "فائز کیا بکواس کر رہے ہو تم جانتے ہو تم؟ تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں کرنا مت کرو مگر مجھ سے اس قسم کے گھٹیا سوال مت کرو" احواد دبے دبے لہجے میں چلائی تھی "دیکھو احواد تم مجھے بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو اک مرد کے لیے اپنی من پسند عورت کو کسی اور کی دسترس میں دیکھنا آسان نہیں ہوتا میں ہر روز یہ سوچ کے انگاروں پہ لوٹا ہوں کہ تم پہ کسی اور کا حق ہے" فائز کے لہجے میں بے بسی اور جلن دونوں کا عنصر تھا "تمہیں اس قسم کی سوچیں پالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ شادی بس کانٹریکٹ پہ ہوئی ہے اور زعیم کو میں بچپن سے جانتی

Posted On Kitab Nagri

ہوں وہ کبھی اپنی بات سے نہیں مکرے گا "احواد نے دو ٹوک لہجے میں کہتے اس کی پریشانی دور کی تھی "احواد تم نادان ہو تم نہیں جانتی مرد کی سائیکی کو جب اک عورت پہ مرد پورا حق رکھتا ہوا ک چھت تلے رہتے وہ کب تک اس عورت کے وجود سے نظریں چرا سکتا ہے "فائز کی سوئی بس اک جگہ ہی اٹک گئی تھی "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جب دماغ ٹھکانے آئے تب آ کے مجھ سے بات کرنا فلحال میں جارہی ہوں یہاں سے "احواد غصے سے اسے کہتے وہاں سے اٹھ گئی تھی پیچھے وہ بے بسی سے اس کی پشت دیکھتا بیٹھا رہ گیا تھا وہ کیسے اسے سمجھا سکتا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہا تھا اس کے لیے اس بات کو برداشت کرنا بہت مشکل ہو رہا تھا کہ اس کی من پسند عورت کسی اور مرد کی دسترس میں ہے اس نے کافی دفعہ خود کو یہ دلیل دی تھی کہ یہ شادی بس اک کنٹریکٹ ہے جو جلد ہی ختم ہو جائے گا لیکن اس کے باوجود اسے سکون نہیں آرہا تھا

زعیم نے شدید مصروف ہونے کے باوجود ٹائم پہ بھی دھیان رکھا تھا کہ اسے احواد کو یونی سے پک کرنے جانا تھا چودھری حشمت کے موڈ کو دیکھتے وہ ان سے پوچھنے میں جھجک رہا تھا لیکن پوچھنا بھی ضروری تھا "سائیں مجھے شہر جانا ہے تو کیا میں جاؤں؟" زعیم نے ٹھہر ٹھہر پوچھا تھا "نہیں بہت کام ہے یہاں" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا "سائیں ضروری ہے جانا پہلے بھی تو جاتا تھا" زعیم نے بے بسی سے کہا تھا اس کی بات کے جواب میں چودھری حشمت نے جن نظروں سے دیکھا تھا وہ شرمندگی سے زمین میں گرٹھ گیا تھا "سائیں مجبوری ہے میں انہیں اکیلا وہاں نہیں چھوڑ سکتا آپ جانتے ہیں آج کل کے حالات" زعیم کی بات نے انہیں بھی سوچنے پہ مجبور کیا تھا ناراضگی اپنی جگہ لیکن وہ کبھی اس کو نقصان پہنچتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے "جاؤ" انہوں نے اجازت

Posted On Kitab Nagri

دی تھی وہ جلدی سے بایک سٹارٹ کرتے شہر کے لیے نکل گیا تھا چودھری حشمت کے دل میں آیا کہ اسے کہہ دیں گاڑی لے جائے لیکن انا آڑے آگئی تھی بایک فل سپیڈ پہ چھوڑنے کے باوجود جب وہ یونی پہنچا تو احواد کی کلاسز کا ٹائم ختم ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اور وہ غصے اور گرمی میں جل بھن چکی تھی اک فائز کے سوالوں اور دوسرا گرمی نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا اور زعیم کی شکل دیکھتے غصہ مزید بھڑکا تھا وہ جوالہ مکھی بنی اس کی طرف بڑھی تھی "اب بھی آنے کی کیا ضرورت تھی" اس کے پاس پہنچتے احواد نے تقریباً غراتے ہوئے کہا تھا "آپ سے نکاح کے بعد اب آپ کے ابا حضور کا میں لاڈلا نہیں رہا کہ جب مرضی منہ اٹھا کے چلا آؤں ابھی بھی ان کی منتیں کر کے آیا ہوں اور اوپر سے میڈم بھی مجھ پہ ہی بھڑک رہی ہیں" زعیم کا ارادہ بھی کوئی مروت نبھانے کا نہیں تھا "میں مزید آپ کی کوئی گوارا فاشانی نہیں سن سکتا بیٹھیں جلدی مجھے واپس جا کے آپ کے ابا حضور کے دربار میں پیش ہونا ہے" اسے منہ کھولتے دیکھ کر زعیم تیزی سے بولا تو وہ اسے گھورتے ہوئے منہ پھلائے بایک پہ بیٹھ گئی تھی گھر پہنچتے اسے گیٹ پہ چھوڑتے زعیم واپس ڈیرے چلا گیا تھا آج اس نے گھر کھانا کھانے کے لیے بھی نہیں رکھا تھا احواد بھی اسے اک گھوری سے نوازتی گیٹ کھول کے اندر داخل ہو گئی تھی

www.kitabnagri.com

دن سست روئی سے گزر رہے تھے ہر کوئی اپنے معمولات زندگی میں مصروف تھا احواد کا رویہ سب سے کے ساتھ اگر اچھا نہیں تھا تو برا بھی نہیں تھا وہ بس اپنے کام سے کام رکھتی تھی کسی سے بھی گھلنے ملنے کی ضرورت اس نے محسوس ہی نہیں کی تھی انوشہ کے جو اپنی بھابھی کو لے کر ارمان تھے وہ سارے احواد کے رویے کی وجہ سے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے جب وہ بات کرتی تو انوشہ بھی کر لیتی تھی احواد کے سرد رویے کی وجہ سے اس

Posted On Kitab Nagri

نے کبھی خود سے اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی زعیم یہ سب دیکھ کے بھی خاموش تھا کیونکہ اس کے خیال میں یہ اک قسم سے اس کے لیے اچھا ہی تھا نہ ہی احواد گھر میں کسی کے ساتھ اٹیچ ہوگی اور نہ ہی اس کے جانے کے بعد اسے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا وہ بھی معمول کے مطابق کا ہی اک دن تھا زعیم رات کو تھکا ہار اگھر آیا تھا کچھ دیر اماں اور انوشہ کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا "فائز میں تم سے کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں جیسا تم سوچ رہے ہو ویسا میرے اور زعیم کے درمیان کچھ بھی نہیں ہے تم اچھی طرح جانتے ہو یہ شادی بس اک کنٹریکٹ کے تحت ہوئی ہے تو بار بار اک ہی بات دہرانے کا فائدہ؟" اندر سے آتی احواد کی غصیلی آواز سن کے دروازہ کھولتا اس کا ہاتھ ہینڈل پہ تھا تھا اس نے گردن گھما کے پیچھا دیکھا تھا جہاں اماں اور انوشہ بیٹھی ہوئی تھیں اس کے دیکھنے پر ان دونوں نے بھی اسے دیکھا تو زعیم نے بس اک مسکراہٹ پاس کی تھی اور دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا "دیکھو فائز،،،،، وہ ابھی مزید کچھ کہتی کہ زعیم کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس نے کال کٹ کر دی تھی "یہ کیا ہو رہا تھا؟" اس کے سر پہ پہنچتے زعیم نے سر دلچے میں سوال پوچھا تھا احواد نے اچنبھے سے اسے دیکھا تھا کہ وہ کس لہجے میں بات کر رہا ہے "کیا مطلب ہے اس بات کا؟" اپنی حیرت پہ قابو پاتے احواد نے تیوری چڑھا کے اسے دیکھا تھا "یونیورسٹی کیا کم پڑ جاتی ہے باتوں کے لیے جو گھر کو بھی پیسیو بنایا ہوا ہے؟" زعیم کا لہجہ ہنوز سرد تھا اس کی بات احواد کے تو سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی تھی "مسٹر زعیم اپنی حد میں رہو" احواد غصے سے چیخی تھی "میں اپنی حد میں ہی ہوں آپ زرا اپنی آواز نیچی رکھیں میرے گھر میں صرف آپ ہی نہیں میری ماں اور بہن بھی ہیں اور آپ کی اس بے احتیاطی کا ان پہ کیا اثر پڑ سکتا ہے یہ سوچا ہے آپ نے" اس کے دونوں بازو پکڑتے زعیم نے غرا کے کہا تھا "تمہاری ماں اور بہن کا ٹھیکہ انہیں اٹھا رکھا میں نے اور میں کروں گی فائز سے بات آج تو روم میں کی ہے آئندہ ان دونوں کے سامنے بیٹھ کے کروں گی کر لو جو کرنا ہے تم نے"

Posted On Kitab Nagri

احواد کا لہجہ بد تمیزی اور خود سری سے بھرپور تھا اس کی باتیں سن کے زعیم کو شدید طیش آیا تھا "احواد اب آپ اپنی حد سے آگے بڑھ رہی ہیں" اس نے احواد کے بازوؤں پہ گرفت مزید سخت کرتے دبے دبے لہجے میں کہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کی آواز کمرے سے باہر جائے "ہر بڑھ رہی ہوں کیا کر لو گے تم؟" احواد نے گویا اسے چیلنج کیا تھا زعیم نے شدید غصے کے عالم میں اسے پیچھے بیڈ پہ دھکا دے کراک گھٹنا بیڈ پہ ٹکا کر اس کے ارد گرد اپنے ہاتھ جمائے تھے جبکہ احواد اس کی اس حرکت سے خوفزدہ ہوتی اسے دیکھ رہی تھی اس نے اس کا یہ روپ پہلی دفعہ دیکھا تھا "اگر میں مجبور ہوں تو میری مجبوری کو کمزوری مت سمجھیں ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی" اس کی خوفزدہ آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا تھا "ورنہ کیا کر لو گے تم؟" اس نے خوفزدہ ہونے کے باوجود ہمیشہ کی طرح زبان چلانا فرض سمجھا تھا "ورنہ،،،،، زعیم طنز یا ہنسی ہنسا تھا "ورنہ مجھے کنٹریکٹ کو توڑتے ہوئے آپ کو اصل بیوی بنانے میں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا" اس کی معنی خیز بات پہ اس کے رنگ میں سرخیاں گھلی تھی "تم نے ایسا کچھ کرنے کا سوچا بھی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی" احواد نے اس کا منہ نوچنا چاہا تھا لیکن وہ اس سے پہلے ہی اس کے ہاتھ قابو کر گیا تھا "نہیں ڈیر مسز جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو مجھے اپنا حق حاصل کرنے سے کوئی نہیں روک سکے گا،،، آپ بھی نہیں اور تب میرے لیے اس کنٹریکٹ کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ میرے سامنے فضول گوئی سے پرہیز ہی کیا کریں اور جو میں کہوں مان لیا کریں ورنہ نتائج بہت برے ہوں گے" اسے وارننگ دیتے وہ رکنا نہیں تھا وہاں اک جھٹکے سے اٹھا اور باہر نکل گیا جبکہ احواد بیڈ پہ پڑی روتے ہوئے اس لمحے کو کوس رہی تھی جب اس نے اس شخص سے نکاح کیا تھا یہ تو دن با دن اپنے کچھ اور ہی رنگ دیکھا رہا تھا

Posted On Kitab Nagri

رات کو چودھری حشمت حویلی آئے تو سب سے پہلے ان کی نظر صحن میں پڑی کر سیوں پہ پڑی تھی وہ شام کو جب بھی گھر آتے احواد انہیں یہی بیٹھی ملتی تھی کبھی کوئی کتاب پڑھتی تو کبھی میوزک سنتی لیکن کتنے دنوں سے وہ جب بھی گھر آتے تو انہیں یہ جگہ خالی ملتی تھی اس جگہ کو خالی دیکھ کر ناجانے کیوں ان کا دل خالی ہو جاتا تھا وہ آگے بڑھتے خاموشی سے جا کر اک کر سی پہ بیٹھ گئے تھے "احواد تم نے اپنے بابا سائیں کا مان توڑ کر اچھا نہیں کیا ہے" انہوں نے ٹیبل پہ نظریں جمائے سوچا تھا چودھرائن غزل کو کچن میں چھوڑ کے خود باہر صحن پہ لگی تار سے دھلے کپڑے اتارنے آئیں تو صحن میں بیٹھے چودھری حشمت کو دیکھتے چونکی تھیں پھر گہرا سانس بھرتی ان کی طرف بڑھی تھیں وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ چودھری حشمت وہاں بیٹھے کس بارے میں سوچ رہے ہوں گے "اگر وہ اتنا ہی یاد آتی ہے تو مل کیوں نہیں آتے اس سے؟" چودھرائن کی آواز پہ چودھری حشمت چونک کے اپنے خیالوں سے باہر نکلے تھے "میں کیوں اس نافرمان اولاد کو یاد کروں گا باہر سے تھکا ہوا آیا تھا اندر آنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی تو یہی بیٹھ گیا تھا" چودھری حشمت نے تیزی سے ان کی بات کی نفی کی تھی "چودھری صاحب ان بہانوں سے کسی اور کو بہلایئے گا شریک حیات ہوں میں آپ کی پچیس سال ہو گئے ہیں آپ کے ساتھ رہتے اتنا تو جان گئی ہوں آپ کو کہ آپ کا چہرہ دیکھ کے ہی اندازہ لگا لوں کہ آپ کس بارے میں سوچ رہے ہیں" چودھرائن نے جتنا قی نظروں سے انہیں دیکھا تھا "نیک بخت دونوں نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ دونوں نے ہی مان توڑ دیا میرا" آخر کار ان کے آگے ہار مانتے چودھری حشمت نے تھکے تھکے لہجے میں کہا تھا "ہاں نہیں کیا اچھا دونوں نے لیکن آپ نے سوچا ہے کہ آپ نے بھی تو اچھا نہیں کیا نہ" چودھرائن نے ان کی بات کی تائید کرتے

Posted On Kitab Nagri

ساتھ اپنی بات بھی ان کے گوش گزاری تھی جسے سن کے چودھری حشمت نے انہیں دیکھا تھا "ٹھیک کہہ رہی ہوں میں ہم بیٹوں کو تورعایت دے دیتے ہیں بلکہ یوں کہہ لیں کہ کھلی چھوٹ دے دیتے ہیں مثال آپ کے سامنے ہی ہے سلیمان کی وہ بھی تو اپنی پسند کی شادی کر کے آیا ہے حالات چاہے جیسے بھی تھے لیکن کی تو اس نے اپنی مرضی ہے نا؟ لیکن بیٹیوں کو ہم ایسی کوئی رعایت نہیں دیتے ہم زندگی بھر ان کے لاڈ اٹھاتے ہیں ان کی ہر خواہش پوری کرتے ہیں لیکن جہاں وہ اپنی پسند کی شادی کا کہہ دیں یا تو انہیں غیرت کے نام پہ قتل کر دیا جاتا ہے یا ان کے قدموں میں اپنی پگڑیاں رکھ دی جاتی ہیں اور اس پگڑی کی لاج رکھنے کے لیے ہر بیٹی اپنے خواب اپنی خواہشوں کو ہمیشہ کے لیے جلا دیتی ہیں اور خاندانوں کو جوڑنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں" بولتے بولتے ناجانے کیوں ان کی آواز بھر اگئی تھی "ہم ہمیشہ بیٹیوں کو خاندان کو جوڑے رکھنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے کیا خواب ہیں وہ کیا چاہتی ہیں ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں آج جو لڑکیاں بھٹک جاتی ہیں گمراہ ہو جاتی ہیں ان میں قصور ان کا ہے تو کچھ ہمارا بھی ہوتا ہے جب انہیں گھر سے وہ محبت اور توجہ نہیں ملے گی جو وہ چاہتی ہیں تو اگر یہی توجہ کہی اور سے ملے گی تو وہ ضرور اس طرف کھینچے گی" "لیکن ہم نے تو ایسا کچھ نہیں کیا بیٹیوں سے بھی زیادہ محبت اور توجہ دی ہے اسے اس کی ہر ضد ہر خواہش پوری کی ہے پھر بھی اس نے ایسا کیوں کیا؟" ان کی بات کو پکڑتے چودھری حشمت نے کہا تھا "کیونکہ اسے لگتا تھا کہ ہم نے اسے کھلی فضا میں آزادی سے سانس لینے کی اجازت نہیں دی ہمیشہ اسے قید کر کے رکھا ہے اور یہاں وہ تھوڑی غلط تھی ہم نے اسے قید نہیں کیا تھا ہم تو بس اسے اپنی طرف سے تحفظ فراہم کر رہے تھے تاکہ وہ زمانے کے ہر سرد و گرم سے محفوظ رہ سکے لیکن وہ تو باغی ہو گئی اسے وقاص سے اس لیے شادی نہیں کرنی تھی تاکہ وہ اس چار دیواری کی قید سے نکل کے اپنی مرضی سے زندگی گزار سکے لیکن شاید وہ جانتی نہیں دنیا ویسی بالکل نہیں ہے جیسی ماں باپ کے پروں کے نیچے سے نظر آتی ہے" چودھرائن نے انہیں

Posted On Kitab Nagri

وضاحت دی تھی جسے انہوں نے خاموشی سے سنا تھا لیکن بولے کچھ نہیں تھے "اگر آپ اس کی بات مان لیتے تو شاید وہ ایسا قدم نہ اٹھاتی لیکن اب بھی زیادہ وقت نہیں گزرا وہ کیا محاورہ ہے 'ایے وی ڈولے بیراں دا کج نہیں گیا' اسی طرح ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ہم نے سب کے سامنے اسے عزت سے رخصت کیا تھا ہم بیٹوں کی بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کر دیتے ہیں تو بیٹیوں کی کیوں نہیں؟" چودھرائن نے اپنی بات کے اختتام پہ امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا تھا "میں ابھی خود میں اتنا حوصلہ نہیں پاتا کہ انہیں معاف کر سکوں جب حوصلہ آیا تو کر دوں گا معاف" دو ٹوک لہجے میں کہتے چودھری حشمت وہاں سے اٹھ گئے تھے جبکہ چودھرائن اداس سی وہی بیٹھی رہی تھی آج انہیں احواد کے ساتھ ساتھ زعیم کی بھی بہت یاد آرہی تھی اس واقعے کے بعد زعیم کا حویلی آنا بھی بالکل بند ہو گیا تھا وہ چودھرائن کے لیے بالکل بیٹوں جیسا تھا اور اب کتنے دنوں سے وہ اس کی شکل دیکھنے کو بھی ترس گئی تھیں انہوں نے اپنی پوری کوشش کی تھی کہ چودھری حشمت کو مناسکیں لیکن وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو رہی تھیں

اس دن کی تلخ کلامی کے بعد دونوں کی بات چیت تقریباً بند تھی پہلے بھی کوئی اتنی خاص بات نہیں کرتے تھے بس ضرورت کے تحت اک دوسرے کو مخاطب کر لیتے تھے اب تو اس سے بھی گئے تھے ان دونوں کے درمیان اس سرد مہری کو اماں نے تو نہیں البتہ انوشہ نے ضرور نوٹ کیا تھا کہ وہ دونوں ضرور کے تحت بھی اک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے کچھ زعمیم کے اپنے دل کے حالات بدل رہے تھے اور وہ ایسا کچھ بالکل بھی نہیں چاہتا تھا جانتا تھا کہ وہ احواد کی زندگی میں بھی نہیں ہے اور نہ ہوگا تو خوش فہمیاں پالنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بات

Posted On Kitab Nagri

اس کا دل کمبخت نہیں سمجھ رہا تھا جو بار بار اس نک چڑھی کی طرف ہمک رہا تھا اور سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھ رہا تھا بے شک دونوں کا نکاح کنٹریکٹ پہ ہی ہوا تھا لیکن تھا تو وہ نکاح ہی اک پاکیزہ رشتہ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے اک پاکیزہ رشتے کی برکت ان دونوں پہ اثر انداز نہ ہوتی اور اپنے دل کی اس حالت سے نظریں چراتے وہ خود ہی اس سے دور رہتا تھا "اماں آپ کو نہیں لگتا بھائی اور بھابھی کوئی نہ کوئی ان بن ہے؟" اماں جو دوپہر کے کھانے کے لیے سبزی بنا رہی تھیں انہوں نے چونک کے انوشہ کو دیکھا تھا "ایسا کچھ نہیں ہے بس گھر فارغ رہتے رہتے تیرے دماغ میں کوئی اور خناس نہیں بھرا تو تم نے یہاں اپنے اندازے لگانے شروع کر دیے ہیں" اماں اسے گھور کے واپس سبزی کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں "بھئی اماں آپ مانیں یا نہ مانیں بھائی بھابھی میں کوئی نہ کوئی ناراضگی ضرور چل رہی ہے" جوش سے کہتے کہتے انوشہ کی آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی "اپنی آواز آہستہ کرو اگر تمہاری بھابھی نے سن لیا تو کیا سوچے گی" زعیم کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھتے اماں نے اسے ڈپٹا تھا آج ہفتہ ہونے کی وجہ سے چھٹی تو احواد گھر ہی تھی "السلام علیکم" اس سے پہلے کے انوشہ کچھ کہتی زعیم کی آواز گونجی تھی جو تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں آیا تھا لیکن انوشہ کی بات سن کے اپنی جگہ تھا تھا اسے امید نہیں تھی کہ اس نے اس قدر گہرائی سے ان دونوں کے رشتے کا نوٹس لیا ہو گا بہر حال ان کے درمیان جو بھی اختلافات اور معاہدات تھے وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کے سامنے آئیں اس لیے اس پہلے کے بحث مزید لمبی ہوتی وہ خود ہی بول پڑا تھا "وعلیکم السلام آج تم جلدی آگئے؟" سلام کا جواب دیتے اماں نے حیرانگی سے پوچھا تھا "ہاں بس طبیعت تھوڑی بوجھل تھی تو چودھری صاحب سے پوچھ کے آگیا گھر" اپنی کنپٹی کو مسلتے اس نے جواب دیا تو اماں اور انوشہ دونوں کے چہروں سے پریشانی چھلکی تھی "کیا ہوا طبیعت زیادہ تو نہیں خراب؟" اماں سبزی پرے کرتیں اٹھی تھیں "ارے میری پیاری اماں بس سر میں درد ہے تھوڑا سوؤں گا تو بہتر ہو جاؤں گا آپ پریشان نہ ہوں" زعیم نے ان کا ہاتھ پکڑ کے

Posted On Kitab Nagri

چومتے انہیں تسلی دی تھی کچھ دیر ان کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ اٹھ کے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا تھا کمرے میں آیا تو احواد صوفیہ پہ بیٹھی موبائل پہ سکرولنگ کر رہی تھی زعیم جا کر بیڈ پہ بیٹھا اور شوز اتار کے رکھ کے اس نے اک نظر احواد کو دیکھا تھا جو اسے مکمل نظر انداز کرتے موبائل پہ جھکی ہوئی تھی "مجھے بات کرنی ہے آپ سے" زعیم نے گہری سانس بھرتے اسے مخاطب کیا تھا اس کا ارادہ اس سے بات کلئیر کرنے کا تھا ابھی پتہ نہیں کتنی مدت تک اسے یہاں رہنا تھا تو وہ نہیں چاہتا تھا کہ انوشہ کے بعد اب اماں کا دھیان بھی ادھر ہو "بولو" نظریں ہنوز موبائل پہ لٹکائے اس نے اک لفظ کہاں شان بے نیازی کے اس مظاہرے پہ زعیم بس اسے دیکھ کے ہی رہ گیا تھا اور کیا کر سکتا تھا "دیکھیں ہمارے درمیان جو کچھ بھی طے ہے وہ ہم دونوں کے درمیان ہی ہے اور میں چاہتا ہوں یہ ہم دونوں کے درمیان ہی رہے میں آپ کو اتنی فیور دے رہا ہوں تو اب آپ بھی مجھے تھوڑی فیور دیں میرے گھر والوں کے سامنے میرے ساتھ اک نارمل کپل کی طرح رہا کریں جب تک آپ جاتی نہیں تب تک ہم دونوں کے لیے آسانی رہے گی ورنہ اماں اور انوشہ کو شک ہو جائے گا ہمارے درمیان کوئی گڑ بڑ ہے بلکہ ہو چکا ہے شک" زعیم نے کہا تو احواد نے موبائل کی سکرین سے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تھا "میں نے ٹھیک نہیں اٹھا رکھا تمہاری ماں اور بہن کے شک کو دور کرنے کا انہیں جو سوچنا ہے سوچتی رہیں میری بلا سے "احواد کا لہجہ بد تمیزی سے بھرپور تھا ابھی تک وہ پچھلی لڑائی نہیں بھولی تھی مگر اس کی وارننگ بھول گئی تھی "مسز احواد زعیم اپنا لہجہ درست رکھیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا" غصے پہ قابو پاتے زعیم نے جان بوجھ کے اس کے نام کے ساتھ اپنے نام کا حوالہ دیا تھا اور حسبِ توقع وہ سن کے آگ بگولا ہو گئی تھی "ہاؤڈیو؟ ہمت کیسی ہوئی تمہاری میرے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑنے کی" غصے سے نتھے پھلاتے اس نے پوچھا تھا "یہ ہمت آپ کی ہی بخشی ہوئی ہے اور میرے نام کے ساتھ تو آپ کا نام جڑ چکا ہے نہیں یقین تو گاؤں میں کسی سے بھی پوچھ لیں اب آپ ان کے لیے چودھری حشمت کی بیٹی

Posted On Kitab Nagri

نہیں بلکہ زعیم کی ووہٹی ہیں "اسے تپا کے زعیم نے بڑے مزے سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تھی "شٹ اپ جسٹ شٹ اپ" موبائل صوفے پہ پھینکتے اس نے غصہ ضبط کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھیں "اب آپ شٹ اپ کہہ کے حقیقت سے انکاری تو نہیں ہو سکتیں "مسکرا کے کہتے زعیم نے اسے اور تپایا تھا اس بات سے انجان کے یہ لڑائی بہت سنجیدہ نوعیت پہ چلی جائے گی "تم اک بزدل اور جھوٹے مرد ہو بلکہ مجھے تو تمہاری مردانگی پہ ہی شک ہے جو اپنی بات سے مکر جائے وہ مرد کیسا؟" احواد نے غصے میں جو منہ میں آیا بول دیا تھا "مس احواد چودھری اپنی حد میں رہیں آپ میں کوئی اپنی بات سے نہیں مکر ا بھی بھی اپنی بات پہ قائم ہوں لیکن تالی اک ہاتھ سے نہیں بجتی اگر میں آپ کو یہاں رکھ رہا ہوں آپ کا کام پورا ہونے تک تب تک آپ کو بھی میرے ساتھ کو آپریٹ کرنا پڑے گا اور میری ماں اور بہن کے سامنے ہمیں اک نارمل کپل کی طرح رہنا ہے " زعیم اپنے غصے کو بمشکل قابو کرتے بولا تھا ورنہ احواد نے جیسے اس کی مردانگی کو لکارا وہ اسے اچھی طرح جواب دیتا "میں ایسا کچھ نہیں کروں گی اگر تم نے میرے ساتھ نکاح کر کے میری مدد کی ہے تو میں نے بھی تمہاری بہن کے علاج کے لیے پیسے دیے ہیں ہو گیا حساب برابر لیکن اپنی حرکتوں سے تم ثابت کر رہے ہو کہ تم اک نہایت ہی بزدل مرد ہو جس کی ہر بات اپنی ماں اور بہن کے خوف پہ آکر ٹوٹتی ہے تم مان لو کہ تم اک بزدل مرد ہو جو کچھ بھی نہیں کر سکتا "احواد انجام کی پرواہ کیے بغیر بس بولی جا رہی تھی "نہیں محترمہ احواد صاحبہ حساب کہاں برابر ہوا ہے آپ نے پیسے دیے میں نے نکاح کیا لیکن آپ میرے گھر میں رہ رہی ہیں اس کے بدلے آپ نے کچھ نہیں دیا تو حساب کیسے برابر ہوا؟ اور آپ ہمیشہ مجھے بزدل کہتی رہی ہیں لیکن اگر کوئی کسی کی شرافت کو بزدلی سمجھے تو کم از کم اسے اک دفعہ تو ضرور بزدلی اور شرافت کے درمیان کافرق سمجھا دینا چاہیے "غصے کی شدت سے پاگل ہوتے زعیم نے اسے بیڈ پہ دھکا دیا اور خود اس پہ جھکا تھا احواد نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے زعیم کی اس حرکت کو

Posted On Kitab Nagri

دیکھا تھا اس لمحے اس کا دل ڈوب کے ابھرا تھا اور کسی انہونی کا پتہ دیا تھا اس لمحے اسے اپنے بنا سوچے سمجھے بولنے کی عادت پہ افسوس ہوا تھا جلد ہی اس جھٹکے سے سنبھلتے احواد نے خود جو چھڑوانے کی جدوجہد شروع کر دی تھی زعیم اس پہ تسلط جمانے جبکہ احواد خود کو چھڑوانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہی تھی فطری طور پہ زعیم ہی اس پہ حاوی تھا "زعیم زعیم میں نے تمہارے لیے چائے بنائی ہے یہ پی لو سرد رد سے تھوڑا آرام ملے گا" جب زعیم اسے بالکل بے بس کر چکا عین اسی وقت دروازے پہ دستک کے ساتھ اماں کی آواز بھی گونجی تھی جس نے زعیم کو وحشتوں کے صحرائے واپس کھینچا تھا زعیم نے اک نظر دروازے پہ ڈال کے دوسری نظر بے بس پڑی سوکھے پتے کی طرح کا پتی احواد پہ ڈالی تھی اور دوسرے لمحے اسے تنفر سے اسے پرے دھکیلتے اک جھٹکے سے اٹھا تھا "کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا کہ چھوڑ دیا آپ کو رات کو سارا حساب بے باک ہو گا" زعیم جاتے جاتے بھی اسے دھمکی دینا بھولا تھا جوتے پہن کے کمرے کا دروازہ کھول کے باہر نکلا اور زوردار آواز میں دروازہ بند کرتے بغیر اماں کی سننے گھر سے ہی نکل گیا تھا جبکہ اماں حیران پریشان سی کبھی اس کے کمرے کے دروازے کو دیکھتیں تو کبھی اس رستے کو جس سے وہ گزر کے گیا تھا دیکھتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ ہوا کیا ہے اور اندر کمرے میں موجود احواد مسلسل کانپتے ہوئے اس کی دھمکی یاد کرتے روئے جا رہی تھی

جس دن سے زعیم اور احواد وقاص کو ملے تھے تب سے وقاص کو آگ لگی ہوئی تھی جب جب اس کے خیال میں زعیم کا احواد کے کندھے پہ بازو پھیلانا آنا تب تب اسے مزید آگ لگتی تھی اب اس کا ارادہ احواد کے ساتھ ساتھ زعیم کو بھی سبق سیکھانے کا تھا وہ کافی دنوں سے کسی موقع کی تلاش میں تھا کہ وہ زعیم کو چودھری حشمت

Posted On Kitab Nagri

کی نظروں میں گرا سکے لیکن ایسا کوئی موقع اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا اس نے چودھری حشمت کے آدمیوں میں سے اک کو ایسے دے کر خرید لیا تھا جو اسے ان کی پل پل کی خبر دیتا تھا زعیم کی حویلی آمد و رفت پہ تو ویسے ہی پابندی لگی ہوئی تھی وقاص کے پاس واحد ہر باڈیرے پہ موجود ریکارڈ ہی تھا جسے غائب کر کے وہ زعیم کو چودھری حشمت کی نظروں میں مشکوک کر سکتا تھا اور وہ یہ بھی جانتا جس لا کر میں ریکارڈ موجود تھا صرف چودھری حشمت اور زعیم کے فنگر پرنٹ سے ہی کھل سکتا تھا وہ کافی دن سے جس موقع کی تلاش میں تھا وہ اسے مل ہی گیا تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس آدمی نے اسے فون کر کے بتایا تھا کہ زعیم ڈیرے سے چلا گیا ہے چودھری حشمت اکیلے ہی ہیں اس کا پلان تھا کہ چودھری حشمت کو پانی میں بیہوشی کی دوائی دی جائے گی جس کی مقدار تھوڑی ہی رکھی جائے گی تاکہ بیہوش ہوتے تھوڑا ٹائم لگے اور کسی کو شک نہ ہو زعیم کی موجودگی ان کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی تھی اس لیے اس کی غیر موجودگی میں وہ یہ کام سرانجام دینا چاہتے تھے اس آدمی کی کال آتے ہی وقاص گھر سے نکل گیا تھا اور ساتھ ہی اسے سارا پلان بھی سمجھا دیا تھا اسے کیا کرنا ہے اور اس آدمی نے اس کے کہنے کے مطابق بیہوشی کی دوا پانی میں ڈال کے انہیں دے دی تھی جسے پینے کے بعد ان کا سر آہستہ آہستہ بھاری ہو رہا تھا "السلام علیکم تایا سائیں" وہ ابھی اپنی کنپٹیاں دبا رہے تھے کہ وقاص نے وہاں آتے انہیں سلام کیا تھا اس کے پیچھے وہ آدمی بھی آیا تھا لیکن وہ دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا اور وقاص کے اشارے پہ اس نے اندر آنا تھا چودھری حشمت اسی کمرے میں موجود تھے جس میں لا کر تھا "وعلیکم السلام وقاص تم آج یہاں کیسے؟" انہوں نے بمشکل اپنے حواس پہ قابو پاتے اس سے پوچھا تھا "بس یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا آپ سے بھی ملتا چلا لوں لیکن لگتا ہے آپ کی طبیعت خراب ہے" انہیں بار بار کنپٹی مسلتے دیکھ کر وقاص نے کہا تھا "پتہ نہیں بس اچانک ہی سر بھاری ہو،،،،، اتنا کہہ کے وہ اک طرف لڑھک گئے تھے انہیں بیہوش ہوتے دیکھ کر اک شیطانی

Posted On Kitab Nagri

مسکراہٹ و قاص کے چہرے پہ چمکی تھی اس نے باہر سے اس آدمی کو آواز دے کر اندر بلایا تھا پھر دونوں چودھری حشمت کو اٹھا کے لا کر تک لے کر گئے تھے اور ان کی فنگر کی مدد سے لا کر کھولا اور پھر چودھری حشمت کو واپس چارپائی پہ ڈالا تھا و قاص نے جوں ہی لا کر کھولا تو سامنے اسے پیسوں کی کچھ گڈیاں نظر آئی تھیں جنہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکی تھیں اور اس نے گردن موڑ کے ساتھ کھڑے آدمی کو دیکھا تھا "ان پیسوں کا تیا سائیں کو تو نہیں پتہ نا؟" و قاص نے اس سے پوچھا تھا "نہیں یہ اک قرضہ دار کل واپس کر کے گیا ہے اس وقت چودھری صاحب ڈیرے نہیں تھے اور آج بھی پہلے وہ لیٹ آئے تھے پھر ز عیم چلا گیا میں صبح سے ہی ان دونوں پہ نظر ہوئی ہے ز عیم کو شاید یاد نہیں رہا چودھری صاحب کو بتانے کا" اس آدمی نے تفصیلی جواب دیا تھا "تم تو گئے ز عیم" ان پیسوں کو ہاتھ میں لیتا وہ بڑ بڑایا تھا اور لا کر بند کیا تھا پہلے اس کا ارادہ ریکارڈ غائب کرنے کا تھا لیکن ان ریکارڈ کا تو چودھری حشمت کو پہلے سے ہی پتہ تھا لیکن ان پیسوں کا نہیں پتہ تھا اس لیے اس نے وہی غائب کرنے کا ٹھان لیا تھا پیسے قمیض کی دونوں سائیڈ کی جیبوں میں ڈالتے سب کچھ کلیر کرنے کے بعد اچانک ہی و قاص نے چلانا شروع کر دیا کہ چودھری حشمت کو کیا ہوا پھر انہیں اٹھا کے اپنی گاڑی میں ڈالا اور بڑی حویلی کی طرف چل پڑا تھا حویلی کے سامنے رکتے پہلے اس نے جیب سے پیسے نکالتے گاڑی میں رکھے تھے اور پھر چودھری حشمت کو لیے اندر کی طرف بڑھا تھا حویلی میں چودھرائن اور غزل انہیں ایسے بیہوش دیکھتے پریشان ہو گئے تھے انہیں لٹانے کے بعد و قاص نے پانی منگوا کے اس کے چھینٹے ان کے منہ پہ مارے تھے تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد وہ ہوش میں آ گئے تھے "کیا ہوا؟ بیہوش کیسے ہو گئے آپ؟" ان کے ہوش میں آتے چودھرائن نے فکر مندی سے پوچھا تھا "پتہ نہیں اک دم سے کیا ہوا تھا ابھی بھی سر بھاری بھاری لگ رہا ہے" اٹھ کے بیٹھتے چودھری حشمت نے جواب دیا تھا "سارا دن ڈیرے میں سر جو کھپاتے رہتے ہیں کتنی دفعہ کہا ہے ز عیم ہے وہاں وہ سب سنبھال

Posted On Kitab Nagri

لے گا مگر سنتے کہاں ہیں آپ کسی کی "چودھرائن نے خفگی سے کہا تھا" ارے تائی جی کسی پہ اتنا بھروسہ بھی نہیں کرنا چاہیے پہلے بھی وہ اک دفعہ آپ لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیل چکا ہے یہ ناہواک دفعہ پھر کوئی گیم کھیل جائے "وقاص کی ذومعنی انداز پہ ان چودھری حشمت اور چودھرائن نے نظریں چرائی تھیں "اچھا تائیا سائیں آپ اپنا خیال رکھیں مجھے تھوڑا کام ہے میں چلتا ہوں "انہیں خاموش دیکھ کر وقاص نے کہا اور ان کی اجازت ملتے وہ حویلی سے نکل آیا تھا گاڑی سٹارٹ کرتے اس نے اک نظر ساتھ والی سیٹ پہ پڑے پیسوں کو دیکھا تھا اور مسکرا کے گاڑی آگے بڑھادی تھی آج اک کارنامہ کرنے کے بعد اس کا منصوبہ کل اک اور دھماکہ کرنے کا تھا

زعیم کے جانے کے بعد احواد پورا دن خوف کے حصار میں رہی تھی اس وقت کا نکلا زعیم شام کو گھر واپس آیا تھا اور اس کے کمرے میں آتے ہی احواد اس سے کئی کتراتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی تھی اور سیدھا چھت پہ جا کر بریک لگائی تھی کھانا تیار ہونے کے بعد انوشہ اسے بلانے آئی تھی لیکن اس نے انکار کر دیا تھا کیونکہ زعیم جاتے ہوئے جو دھمکی دے کر گیا تھا اسے سن کے اس کی بھوک پیاس سب اڑے ہوئے تھے اسے وہاں کھڑے ہوئے کافی وقت ہو گیا تھا اب تو ہر طرف گہرا اندھیرہ چھا گیا تھا اور اسی اندھیرے میں دور خلاؤں میں گھورتی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ کب تک یہاں کھڑی رہے گی لیکن کمرے میں جانے کا بھی رسک نہیں لے سکتی تھی ابھی وہ یہی سب کچھ سوچ رہی تھی کہ سیڑھیوں پہ قدموں کی چاپ سنائی دی تھی احواد کی دل کی دھڑکنیں فل سپیڈ پہ دوڑی تھیں جنہیں نظر انداز کرتے خود کو مضبوط ظاہر کرتے اس نے سیڑھیوں پہ نظریں جمائی تھیں جہاں کچھ ہی سیکنڈ بعد زعیم کا چہرہ نمودار ہوا تھا اسے دیکھ کر خوف کی اک لہر اس کے اندر سرایت کی تھی وہ یقیناً اسے کمرے

Posted On Kitab Nagri

میں لے جانے آیا ہو گا اور اس کے بعد جو ہوتا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کے ہاتھ کپکپائے تھے جسے چھپانے کے لیے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائی تھیں "آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ کھانا بھی نہیں کھایا؟" اس کے قریب آتے زعمیم نے پوچھا تھا "بس ویسے ہی" یہ مختصر سا جواب دیتے بھی اس کا لہجہ لڑکھڑایا تھا اور اس نے زعمیم کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کیا تھا اس کے اس گریز اور نارمل جواب دینے پہ بغور اسے دیکھا تھا جہاں باہر سے آتی ہلکی ہلکی روشنی میں اسے احواد کے چہرے پہ ڈر صاف دکھا تھا اور ڈر کے پیچھے کی وجہ کو سوچتے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا "اچھا! تو پھر کب تک یہی کھڑے ہونے کا ارادہ ہے؟ کمرے میں نہیں جانا آج کیا؟" زعمیم نے متبسم لہجے میں پوچھا تھا "نہیں" اس کی طرف دیکھے بغیر احواد نے یک لفظی جواب دیا تھا "آپ بے فکر ہو کر کمرے میں جائیں میں خائن نہیں ہوں آپ میرے لیے بس اک امانت ہیں جس میں خیانت کرنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن شاید آپ نے میری چپ کو میری کمزوری سمجھ لیا تھا اس لیے آپ کو اک دفعہ احساس دلانا ضروری تھا کہ بنا سوچے سمجھے بولنے کا انجام کبھی کھبار بہت برا ہوتا ہے" اس پہ نظریں جمائے زعمیم نے کہا تو احواد نے نظریں گھما کے اسے دیکھا تھا لیکن اسے خود کو دیکھتے پا کر نظروں کا رخ واپس پہلے زاویے پہ موڑ لیا تھا "میری اک بات کو پلے باندھ لیں مرد کو کبھی اس کی مردانگی کا طعنہ نہیں دینا چاہیے یہ اسے اپنی اپنی عزت نفس پہ گہرا اور محسوس ہوتا ہے اور پھر وہ غصے میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تک کھودیتا اور اس کے بعد جو ہوتا ہے وہ بہت برا ہوتا ہے" زعمیم نے سنجیدگی سے اسے سمجھانا چاہا تھا "تو کیا صرف مرد کی ہی مردانگی ہوتی ہے عورت کی نسوانیت کیا؟ آج اک مرد کی مردانگی پہ سوال اٹھا تو وہ غصے میں پھر گیا لیکن جو ہر روز کوئی نہ کوئی مرد کسی نہ کسی عورت کی نسوانیت کو کچلتا ہے کبھی اس پہ ہاتھ اٹھا کے، کبھی اسے سب کے سامنے ذلیل کر کے تو کبھی اس کی عزت تار تار کر کے اس کا کیا؟ اگر مرد کی مردانگی پہ سوال اٹھے تو اسے یہ اپنی توہین سمجھتا ہے اور اس کا بھرپور بدلہ بھی لے لیتا ہے لیکن جو

Posted On Kitab Nagri

عورت کی نسوانیت تار تار کی جاتی ہے تو وہ کیا کرے؟ وہ کیسے بدلہ لے بھی وہ تو کمزور ہوتی ہے تم جیسے مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی نا اس لیے اسے یہی کہا جاتا ہے کہ وہ چپ رہے واہ بھی واہ "احواد کی باتوں پہ زعیم کچھ پل خاموش رہا تھا" ایسے مردوں کو تو میں مرد ہی نہیں سمجھتا پھر مردانگی کیسی؟ لیکن اگر میں اپنی بات کروں تو کب میں نے آپ پہ ہاتھ اٹھایا؟ کب آپ کو سب کے سامنے ذلیل کیا؟ کس کی عزت کو تار تار کیا؟ کب ماں اور بہن سے برا سلوک کیا جو آپ نے مجھے بزدلی اور مردانگی کا طعنہ دیا؟ "زعیم کی سوالیہ نظریں احواد پہ جمی تھیں لیکن اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا" اگر ماں اور بہن کی فکر کرنا بزدلی ہے تو ہاں میں ہوں بزدل اگر کسی ایسے شخص کو دکھ دینے سے ڈرنا جو آپ کو اپنے بچوں کی طرح چاہتا ہوں بزدلی ہے تو ہاں میں بزدل ہوں "زعیم بولتے بولتے کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا "خیر بات کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی ہے المختصر یہ کہ آئندہ بولنے سے پہلے سودفعہ سوچیے گا کیونکہ ہر دفعہ آپ بچ جائیں یہ ضروری نہیں ہے اب آپ کمرے میں جائیں "گہری سانس بھرتے زعیم نے کہا تو احواد نے جھٹ نفی میں سر ہلایا تھا "میں آپ کو پہلے بھی کہا ہے میں خائن نہیں ہوں لیکن اگر آپ کو پھر بھی اعتبار نہیں ہے تو جائیں آپ آرام سے سوئیں میں کمرے میں نہیں آؤں گا آج "زعیم کی بات پہ اس نے جھٹکے سے سر گھماتے اسے دیکھا تھا "اور تم کہاں سو گئے؟" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا اس نے اپنی بے اختیاری پہ زبان دانتوں تلے دبائی تھی جبکہ زعیم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی "شکریہ اس بندہ ناچیز کی فکر کرنے کے لیے لیکن آپ فکر نہ کریں میں کہی بھی سو جاؤں گا آپ کو مزید بے اعتبار تو نہیں کر سکتا نا "زعیم نے مسکراتے لہجے میں کہا تھا احواد اس کی بات سن کے رکی نہیں تھی بلکہ خاموشی سے سر جھکائے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی سیڑھیاں اترنے سے پہلے اس نے مڑ کے اک نظر زعیم کو دیکھا تھا جو اسی طرف دیکھ رہا تھا احواد واپس گردن گھماتے تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی تھی اس کی تیزی پہ زعیم مسکرایا تھا "چلو بھی زعیم میاں تم آج رات یہی

Posted On Kitab Nagri

تارے گنتے اور خیالِ ناممکن یار کی یاد میں گزار دو "چھت پہ بجھی چار پائی کی طرف قدم بڑھاتے زعمیم بڑ بڑایا تھا چار پائی پہ لیٹتے اس نے اپنی نگاہیں آسمان پہ چمکتے ستاروں پہ ٹکادی تھیں جو آسمان کی کالی چادر پہ ٹمٹماتے بہت دلکش لگ رہے تھے اور ان ستاروں کے بیچ چاند بھی اپنی پوری آب و تاب سبھ چمک رہا تھا انہیں دیکھتے اس کی ذہنی رو بھٹکتی ہوئی احواد کی طرف مڑ گئی تھی احواد اسے چمکتے چاند کی طرح لگی تھی جو اسے نظر تو آ رہا تھا مگر اس کی دسترس سے بہت دور تھا اسی طرح احواد بھی اس کے آس پاس تو تھی لیکن اس کی دسترس سے بہت دور تھی وہ اس پہ تمام حق رکھتے ہوئے بھی کوئی حق نہیں رکھتا تھا اس نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے ارد گرد اپنی ماں اور بہن کو ہی عورتوں کے روپ میں پایا تھا رشتے داروں کے آنا جانا تو پہلے ہی کم تھا اور پھر اس کے والد کے انتقال کے بعد بالکل ہی بند ہو گیا تھا اس لیے اس کا عورتوں سے زیادہ واسطہ نہیں پڑا تھا پھر والد کے انتقال کے بعد اس نے چودھری حشمت کے پاس کام کرنا شروع کر دیا تھا اور وہاں چودھرائن نے ہمیشہ اسے اپنے بیٹوں کی طرح چاہا تھا اور احواد نے اسے پہلے دن سے ہی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا اور زعمیم کو بھی اس کے گھمنڈی پن کی وجہ سے اس سے چڑ گئی ہو گئی تھی اسی چڑ میں وہ کئی کئی گھنٹے اس کے بارے میں الٹا سیدھا سوچتا رہتا تھا اور پھر یہی چڑ پسندیدگی میں کب بدل گئی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا لیکن وہ اپنی اور اس کی حیثیت میں فرق کو اچھی طرح جانتا تھا اس لیے اس نے اپنے تمام جذبات کو دل اک کونے میں بند کر دیا تھا جہاں کبھی اس نے بھولے سے بھی جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر جب نکاح ہوا تھا وہ کافی اس کا دل خوش فہم سا ہوا تھا لیکن کنڑیکٹ یاد کرتے اس کی ساری خوش فہمی اڑن چھو ہو گئی تھی اب ساتھ رہتے ہوئے وہ تمام جذبات جو اک کونے میں بند تھے وہ باہر آنے کو اتار لے ہو رہے تھے اور زعمیم انہیں باہر آنے نہیں دینا چاہتا تھا ابھی بھی ستاروں کے درمیان تنہا چاند کو دیکھتے

Posted On Kitab Nagri

اسے بار بار احواد کا خیال آرہا تھا یہ چاند بھی اس کی دسترس دور تھا اور وہ اس کی ہوتے ہوئے بھی اس کی نہیں تھی یہی سب سوچتے ناجانے رات کے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی

اگلی صبح ان سب کے لیے ہنگامہ خیز تھی کیونکہ فرش پہ پانی گرنی کی وجہ سے انوشہ کا پاؤں سلپ ہوا تھا اور وہ منہ کے بل فرش پہ گری تھی اور چوٹ اس کے عین سر پہ لگی تھی جہاں سے سر جری ہوئی تھی اور گرتے ہی بلیڈنگ شروع ہو گئی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ان سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے زعیم بڑی حویلی کی طرف دوڑا تھا گاڑی کے لیے کیونکہ وہ جس حال میں تھی بانیک پہ توجانے سے رہی تھی اس کے آنے تک اماں اور احواد خون روکنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں زعیم انوشہ کی طبیعت خرابی کا مختصر بتاتے گاڑی لے کر آیا تھا اور پھر وہ تینوں اسے لیے ہاسپٹل روانہ ہوئے تھے احواد کو وہ اکیلے گھر نہیں چھوڑ سکتے تھے ناجانے انہیں کتنی دیر لگ جاتی اس لیے اسے بھی ساتھ لے گئے تھے ہاسپٹل پہنچتے ہی اسے ایمر جنسی میں لے جایا گیا تھا جب تک ڈاکٹر اندر تھے تب تک اماں اور زعیم کی جان سولی پہ لٹکی رہی تھی ڈاکٹر کے باہر آتے ہی وہ دونوں ڈاکٹر کی طرف دوڑے تھے "ڈاکٹر کیسی ہے میری بہن کوئی خطرے والی بات تو نہیں ہے؟" زعیم نے تیزی سے پوچھا تھا "ریلیکس ینگ مین وہ بالکل ٹھیک ہیں کوئی خطرے والی بات نہیں ہے بس خون بہہ جانے کی وجہ سے ہمیں انہیں اک دن انڈر ابزرویشن رکھنا پڑے گا لیکن آپ لوگ بھی دھیان رکھیے گا ایسی بے اختیاطی مہنگی پڑ سکتی ہے" ڈاکٹر اس کا کندھا تھپتھپا کے کہتے آگے بڑھ گیا اس کی بات سن کے ان دونوں کی جان میں جان آئی تھی وہ انوشہ کے روم میں آئے تو وہ دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی زعیم نے آگے بڑھ کے اس کا ماتھا چوما تھا اس کے سر سے خون نکلتے وہ اک

Posted On Kitab Nagri

لمحے کو بہت زیادہ ڈر گیا تھا لیکن ڈاکٹر کی بات پہ اسے تھوڑا اطمینان ہوا تھا احواد بس خاموشی سے زعیم کو دیکھ رہی تھی اسے نہیں پتہ تھا کہ زعیم انوشہ سے اتنا پیار کرتا ہے اس کے بھائی بھی اس سے بہت پیار کرتے تھے لیکن زعیم کا انوشہ کے لیے پیار دیکھ کے اسے وہ کچھ بھی نہیں لگا تھا "جو شخص اپنی بہن سے اتنا پیار کرتا ہے وہ اپنی بیوی سے کتنا کرے گا؟ بہت لکی ہوگی اس کی بیوی" زعیم کو دیکھتے اس نے بے خیالی سے سوچا تھا "بیوی تو تم بھی ہو اس کی" احواد کے کہی اندر سے آواز آئی تو وہ چونکی تھی لیکن جلد ہی اس نے اپنے خیال کو جھٹکا تھا کیونکہ یہ تعلق بالکل عارضی تھا پھر پورا دن گزار کے شام کو زعیم نے اماں اور احواد کو واپس چھوڑ کے آنا چاہا تو اماں نے کہا وہ وہی رکیں گی زعیم احواد کو لے کر گھر چلا جائے زعیم نے بہت منع کیا لیکن اماں نہ مانی تو اسے مجبوراً احواد کو لیے گاؤں سے نکلنا پڑا تھا "خیر سے گاؤں آؤ احواد چودھری تمہارے لیے اک سرپر از تیار ہے جو یقیناً تمہیں بہت پسند آئے گا" ابھی گاڑی ہاسپٹل کی حدود سے نکلی ہی تھی کہ احواد کے سیل پہ وقاص کا مسیج آیا تھا جسے اس نے نا سمجھی سے پڑھا تھا بہت سوچنے کے بعد بھی جب کچھ پلے نہ پڑا تو اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے وہ بجائے آگے بیٹھنے کے پیچھے ہی بیٹھی تھی وہ دونوں گاؤں کی حدود میں داخل ہوئے تو آگے وقاص اپنے آدمیوں کے ساتھ رستہ بلاک کر کے بہت آرام سے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اسے دیکھتے احواد کے ذہن میں وقاص کا مسیج آیا تھا اور اسے وقاص کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگے تھے "زعیم گاڑی ریورس کرو مجھے اس وقاص کے ارادے کچھ اچھے نہیں لگ رہے ابھی ہمارے ہاسپٹل سے نکلتے ہی اس کا مسیج مجھے ملا تھا کہ میرے لیے کوئی سرپر از تیار کیا ہے اس نے" احواد نے تقریباً چیختے ہوئے کہا تھا "تو یہ بات آپ مجھے پہلے نہیں بتا سکتی تھیں کچھ اور سوچ لیتا میں مصیبت کے منہ میں ضرور دھکیلنا تھا مجھے اور خود کو" زعیم نے گاڑی ریورس کرتے غصے سے کہا تھا کیونکہ وہ نہ تو بلیک بیلٹ تھا نہ کوئی ٹام کروڑ جو اکیلا ان سب سے لڑ لیتا اور وہ بچہ بھی نہیں تھا جو وقاص کے ارادوں کو نہ سمجھ سکتا اس

Posted On Kitab Nagri

لیے اس نے گاڑی واپس موڑنا بہتر سمجھا تھا "میں نے کہا ایویں ہی بکواس کر رہا ہے" احواد نے ہونٹ چباتے پریشانی سے کہا تھا اور ساتھ ہی اک نظر پیچھے بھی ڈالی تھی جہاں انہیں گاڑی ریورس کرتے دیکھ کر وہ بھی گاڑیاں سٹارٹ کر رہے تھے زعیم نے گاڑی فل سپیڈ پہ چھوڑ دی تھی اور جو جو رستہ سامنے نظر آ رہا تھا وہاں گاڑی بھگاتا جا رہا تھا کافی دور جانے کے بعد آگے بس کھیت ہی کھیت تھے آگے گاڑی لے کر جانے کا کوئی رستہ نہیں تھا زعیم نے گاڑی وہی کھڑی کی اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے اس نے احواد کا ہاتھ پکڑ کے اسے باہر نکالا اور اسے لیے اک طرف بھاگنا شروع کر دیا تھا احواد حیران پریشان سی اس کے ساتھ بھاگ رہی تھی ہر طرف کھیت ہی کھیت تھے اور زعیم ان کے درمیان چھپنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا کیونکہ پکڑے جاسکتے تھے اک کھیت کی پگڈنڈی پہ اک آم کا گھنا درخت نظر آیا زعیم کو اس نے کچھ سوچ کے اپنے قدم درخت کی طرف بڑھائے تھے اور اک نظر پیچھے بھی دوڑائی تھیں جہاں گاڑیاں نظر تو نہیں آرہی تھیں مگر آوازیں مسلسل نزدیک آرہی تھیں وہ کسی ٹائم بھی یہاں پہنچ سکتے تھے آپ اس درخت پہ چڑھ سکتی ہیں؟" زعیم نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا تو احواد نے سر ہلایا تھا بچپن میں اس کے یہی تو شوق ہوتے تھے پھل دار درختوں پہ چڑھ کے پھل کھانا اور وہ اچھی طرح اسی کام میں ٹرینڈ تھی اسے پتہ نہیں تھا اس کا یہ ہنر اس طرح اس کے کام آئے گا اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل زعیم کی طرف بڑھایا تھا اور خود درخت پہ چڑھنا شروع کیا تھا زعیم نے تیزی سے اس کا اور اپنا موبائل آف کرتے جیب میں ڈالا تھا اور ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی بھی اس کے درخت پہ چڑھنے کے بعد وہ خود بھی درخت پہ چڑھا تھا یہ درخت کافی گھنا تھا شاید بہت پرانا تھا زعیم اور احواد بالکل درخت کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور پتوں سے اچھی طرح خود کو کور کیا تھا بھاگنے کی وجہ سے دونوں کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں انہیں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی تھی یقیناً وہ گاڑی خالی دیکھ کر انہیں کھیتوں میں ڈھونڈنے نکلے ہوں گے احواد کی تو گویا

Posted On Kitab Nagri

سانس ہی سوکھ گئی تھی وہ وقاص سے کسی ایسے گھٹیا پن کی امید نہیں رکھتی تھی "ڈھونڈو! نہیں یہی کہی ہوں گے وہ دونوں وہ کمیں اسے لے کر کہاں تک بھاگ سکتا ہے اگر اس میں اتنا ہی دم خم ہوتا تو وہ بھاگتا ہی نہ" وقاص کی غصے سے بھرپور آواز سنتے احواد بے ساختہ تھوڑا سا زعمیم کی طرف کھسکی تھی جس سے پتوں میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی تھی وہ دونوں درخت کے اک موٹے سے تنے پہ بیٹھے ہوئے تھے "کیا کر رہی ہیں؟ آرام سے بیٹھیں انہیں شک ہو جائے گا" زعمیم نے ہلکی سی سرگوشی میں اسے ڈپٹا تھا "سائیں یہاں کہی نہیں ہیں ہم نے سارے کھیت چھان مارے ہیں" اک شخص کی خوف زدہ آواز گونجی تھی "یہی کہی ہوں گے ڈھونڈو مجھے آج ہر حال میں وہ لڑکی چاہیے" وقاص کی غصے سے چیخنے کی آواز آئی تھی اپنی عزت کو لے کر خوفزدہ ہوئی احواد مزید اس کے قریب ہوتی بلکل اس کے ساتھ چپکی تھی زعمیم نے چونک کے اسے دیکھا تھا اس کی اتنی قربت پہ زعمیم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی وہ اسے پیچھے کرنا چاہتا تھا لیکن چاہ کے بھی ایسا نہ کر سکا تھا اور وہ اپنے خوف کے زیر اثر اس بات کو بھولے بیٹھی تھی کہ وہ اس کے کتنے نزدیک ہے پھر کافی دیر ادھر ادھر ڈھونڈنے کے بعد بھی وہ دونوں انہیں نہ ملے تو وقاص انہیں گالیاں نکالتا وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے کافی دیر بعد بھی وہ اوپر بیٹھے رہے تھے کہ کہی وہ آگے ہی نہ کھڑا ہو "اب آپ نیچے اترنا پسند کریں گی؟" احواد جو زعمیم کی قمیض کو دونوں مٹھیوں میں جھکڑے خوف کے زیر اثر ماحول سے بیگانہ تھی چونک کے ہوش میں آئی اور شرمندہ ہوتے اس سے نظریں ملائے بغیر تیزی سے پیچھے ہوئی تھی اور اس تیزی کے زیر اثر اس کا توازن خراب ہوا تھا اس سے پہلے کہ وہ گرتی زعمیم نے جلدی سے اس کا بازو پکڑا تھا سچویشن کچھ اس طرح تھی کہ احواد تنے سے نیچے لٹک رہی تھی جبکہ زعمیم نے اک ہاتھ سے اسے تھما ہوا تھا اور اپنا توازن برقرار رکھنے کے لیے دوسرے ہاتھ سے اپنے اوپر تنے کو پکڑا ہوا تھا اپنی پوزیشن دیکھتے احواد شرمندہ ہوئی تھی زعمیم نے اسے اوپر کھینچ کے تنے پہ بیٹھایا اور پھر خود رینگ کے

Posted On Kitab Nagri

تھوڑا نیچے جاتے درخت سے چھلانگ لگائی تھی سیدھا کھڑے ہوتے اس نے احواد کو دیکھا جو تھوڑا نیچے تو آچکی تھی لیکن چھلانگ لگانے سے ہچکچار ہی تھی "اب آ بھی جائیں نیچے یا اپنے کسی اور رشتے دار کا انتظار کر رہی ہیں" زعیم کے طنز پر احواد نے اسے گھوری سے نواز اٹھا اور چھلانگ لگا دیتی تھی نیچے زمین پہ گرتے ہی وہ تیزی سے ہاتھ جھاڑتے اٹھی تھی پھر دونوں احتیاط سے قدم اٹھاتے کھیتوں سے نکلتے گاڑی کی طرف بڑھے تھے زعیم نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے اس بات کا اطمینان کیا تھا کہ وقاص کہی نہیں ہے اور پھر گاڑی کی طرف بڑھے تھے گاڑی کے پاس پہنچتے پہلے زعیم نے دیکھا تھا کہیں وہ گاڑی کو تو کچھ نہیں کر کے گیا کہ وہ ساری رات یہی رہیں لیکن گاڑی کو صحیح سلامت دیکھ کر اسے تھوڑا اطمینان ہوا تھا شاید غصے میں انہیں صلواتیں سناتے اسے گاڑی کو کچھ کرنے کا خیال ہی نہ رہا ہو خیر جو بھی تھا یہ بات ان کے لیے بہت بڑی غنیمت تھی کہ اس نے گاڑی کو کچھ نہیں کیا تھا ورنہ وہ پوری رات یہی پھنسے رہتے اس دفعہ احواد پیچھے بیٹھنے کی بجائے آگے بیٹھی تھی شاید وہ ابھی تک خوف کے حصار میں تھی زعیم گاڑی بالکل سلو سپیڈ پہ چلا رہا تھا کہ اگر وہ کہی رستے میں ہوں بھی تو ان سے پہلے پہنچ جائیں کیونکہ وہ اب مزید کوئی ڈرامہ انورڈ نہیں کر سکتا تھا پہلے انوشہ کا گرنا اور اب یہ سب وہ ذہنی طور پہ بہت تھک چکا تھا اور گھر جا کے بس سونا چاہتا تھا پھر گھر پہنچتے اس نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ رستے میں اسے کہی بھی وقاص نامی بلا نہیں ٹکری اور وہ صحیح سلامت گھر آ گئے ہیں

چودھری حشمت کوگھر چھوڑنے کے بعد ہی وقاص نے سوچ لیا تھا کہ وہ زعیم کی غیر موجودگی میں جا کر احواد کو ڈرائے دھمکائے گا اور اسے اس حد تک مجبور کر دے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو جائے اس طرح زعیم

Posted On Kitab Nagri

مزید ان کی نظروں میں گر سکتا تھا کہ وہ ان کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکا اور اس کی ماں اور بہن کو عزت کی دھمکی دے کر اچھی طرح چپ کر واسکتا تھا اس نے اپنا اک آدمی زعیم کے گھر پہ نظر رکھنے پہ معمور کر دیا تھا جس نے اسے بتایا کہ اس کی بہن زخمی ہے جسے لے کر وہ ہاسپٹل جا رہے ہیں تب وقاص کو اپنا پلان بدلنا پڑا تھا اور اس نے اسے ان کا پیچھا کرنے اور پیل پیل کی رپورٹ دینے کو کہا تھا پھر جب وہ دونوں ہاسپٹل سے نکلے تو اس کے آدمی نے ہی اسے ان دونوں کے وہاں سے نکلنے کا بتایا تھا تب وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ گاؤں کے داخلی راستے پہ رستہ بلاک کر کے کھڑا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اک مسیج احواد کے نمبر پہ چھوڑ دیا تھا اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس کے مسیج کا اتنا نوٹس نہیں لے گی اور ایسا ہی ہوا تھا جب وہ دونوں گاؤں کے داخلی راستے پہ آئے تو وقاص اپنے پلان کی کامیابی پہ جھوم اٹھا تھا آج وہ اچھی طرح احواد سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیتا اور ساتھ ہی زعیم کو بھی اس کی اوقات یاد دلواتا لیکن اس کا پلان تب چوپٹ ہوا جب زعیم نے گاڑی ریورس کی تھی اسے یہی تھا کہ زعیم اور احواد اتنے آدمیوں کو دیکھ کر ڈر جائیں گے اور اس سے متیں کریں گے لیکن یہاں تو ایسا کچھ ہوا ہی نہیں تھا وہ گاڑی ریورس کرتے فل سپیڈ پہ بھگالے گیا تھا وقاص نے بھی جلد ہوش میں آتے اپنے آدمیوں کو ان کا تعاقب کرنے کا کہا تھا آج وہ ان دونوں کو کسی قیمت پہ نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ ان دونوں سے کافی پیچھے تھے اس لیے انہیں پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ دونوں گاڑی کھڑی کر کے کہا گئے ہیں گاڑی کھیتوں کے آگے کھڑی تھی تو وہ بھی یقیناً وہی کہی چھپے تھے لیکن سر توڑ کوششوں کے بعد بھی وہ ان دونوں کا کہی سوراغ نہ لگا سکا اور غصے سے کھولتا دماغ لیے واپس گاؤں گیا لیکن گھر جانے کی بجائے سیدھا ڈیرے آیا تھا اور اب ہمیشہ کی طرح اس کا سارا غصہ کمرے پہ نکل رہا تھا کمرے کی ہر چیز تہس نہس ہو چکی تھی "نہیں وہ دونوں مجھ سے بچ نہیں سکتے نہیں بچ سکتے" اس نے سامنے پڑی شراب کی بوتل اٹھا کے دیوار پہ مارتے ہوئے وہ چیخا تھا اور پھر دیوار کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے گہری سانس بھری تھی

Posted On Kitab Nagri

"پر سکون ہو جاؤ و قاص کیا ہوا جو اک پلان فیل ہو گیا ہے جو تم نے دوسری بازی کھیلی تھی وہ تو ضرور کام کرے گی" خود کوریلیکس کرتے وہ بڑبڑایا تھا اور پھر پیچھے دیوار کے ساتھ سرٹکاتے آنکھیں موند گیا تھا

گھر پہنچتے زعیم نے گاڑی باہر ہی کھڑی کی تھی کیونکہ گاڑی اندر جا نہیں سکتی تھی احواد کے باہر نکلتے اس نے گاڑی اچھی طرح لاک کی تھی اسے پتہ تھا کہ چودھری حشمت کی گاڑی دیکھ کر کوئی بھی اسے چوری کرنے کی گستاخی نہیں کرے گا اس لیے مطمئن تھا وہ بحفاظت گھر تو پہنچ آئے تھے لیکن احواد کا ڈرا بھی تک ختم نہیں ہوا تھا وہ خوفزدہ سی تقریباً زعیم کے ساتھ چپکی ہوئی تھی اور وہ بمشکل خود پہ ضبط کیے خاموش تھا ورنہ دل میں تو اک طوفان مچ چکا تھا وہ جانتا تھا کہ احواد بس خوف کے سائے تلے اس کی قربت میں پناہ ڈھونڈ رہی ہے ورنہ تو وہ کبھی بھی اس کی طرف دیکھتی بھی نا اس کے اتنے قریب آنا تو دور کی بات تھی زعیم کا مین ڈور کا لاک کھول کے اندر اپنے روم تک آنے تک احواد نے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا اور بس روم تک آتے ہی اس برداشت کیا تھا کمرے میں پہنچتے ہی زعیم نے بغیر اس کی طرف دیکھے اک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا اس کا انداز بس عام سا ہی تھا لیکن نا جانے کیوں احواد کو اس کے انداز میں اپنے لیے حقارت نظر آئی تھی اور اس نے لب بھینچ کے غصے زعیم کا چہرہ دیکھا تھا جہاں گندمی رنگت میں اسے سرخیاں گلی نظر آئی تھیں "کوئی خوش منہی پالنے کی ضرورت نہیں ہے میں بس خوف کی وجہ سے تمہارے نزدیک آئی ورنہ مجھے تو خواب میں بھی تمہاری قربت گوارا نہیں ہے" احواد نے اپنی طرف سے اسے اس کی اوقات یاد دلانے کی کوشش کی تھی "جانتا ہوں" زعیم نے سپاٹ تاثرات لیے کہا تھا اور الماری سے اپنا سوٹ نکالا تھا "تو تم نے اتنی حقارت سے میرا ہاتھ کیوں جھٹکا جیسے میں

Posted On Kitab Nagri

تو مری جا رہی ہوں تمہاری قربت کے لیے "احواد کا لہجہ سلگتا ہوا تھا" دیکھیں میں بہت تھک چکا ہوں پہلے ہاسپٹل اور پھر آپ کے نام نہاد کزن کی وجہ سے بہت خواری ہوئی اب میں لمبی تان کے سونا چاہتا ہوں اس لیے برائے کرم خود بھی آرام کریں مجھے بھی کرنے دیں "اس کے لہجے سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ کس قدر تھکا ہوا ہے احواد بس اسے گھور ہی سکی تھی اور وہ اس کی گھوری کو نظر انداز کرتے کپڑے لیے باہر چلا گیا تھا نہا کے واپس آیا تو ٹاول رکھتے صوفے پہ پڑی چادر اٹھا کے وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا اسے باہر جاتا دیکھ کر احواد خوفزدہ ہوتی اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پریشان نظروں سے اسے دیکھا تھا "تم کہاں جا رہے ہو؟" احواد کی خوفزدہ آواز پہ ہینڈل کو گھماتا اس کا ہاتھ رکھا تھا اور اس نے مڑ کے احواد کو دیکھا تھا جو ہاتھ مسلتے اسے ہی دیکھ رہا تھا "میں انوشہ کے روم میں جا رہا ہوں میں پہلے ہی بہت تھکا ہوا ہوں اس لیے میرا اس صوفے پہ سونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور میں کوئی دوسرے سیارے پہ نہیں جا رہا جو آپ خوفزدہ ہو رہی ہیں ساتھ والے کمرے میں ہی ہوں اور میرا خیال ہے کہ شادی سے پہلے بھی آپ اپنے روم میں اکیلی سوتی تھیں اب بھی سو جائیں گی" اسے تفصیلی جواب دیتے وہ پھر جانے کے لیے مڑا تھا "اگر وہ یہاں بھی آگیا تو؟ تم یہی بیڈ پہ سو جاؤ میں صوفے پہ سو جاتی ہوں" احواد کا ارادہ تو اسے کھری کھری سنانے کا تھا لیکن ابھی وہ یہ سب کرنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی اس لیے اس کی ساری باتیں برداشت کر رہی تھی اس کی بات سن کے زعیم نے گہری سانس بھری تھی جتنا وہ اپنے جذبات سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا اتنا ہی یہ لڑکی اسے آزار ہی تھی لیکن جتنا وہ تھک چکا تھا اب مزید بحث نہیں کر سکتا تھا اس لیے بغیر کچھ کہے بیڈ کی طرف بڑھ گیا تھا اور لیٹتے ہی اپنے ہاتھ میں پکڑی چادر سر تک تان گیا تھا اس کے لیٹتے احواد بھی گہری سانس بھرتے بیڈ سے تکیہ اور چادر اٹھاتے صوفے پہ جا کر لیٹ گئی تھی آج کے واقعے سے وہ بہت زیادہ ڈر گئی تھی وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وقاص اس حد تک بھی جاسکتا ہے یہی سب سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی تھی

Posted On Kitab Nagri

سلیمان نے غزل کو کال کی تو اس نے باتوں ہی باتوں میں اسے چودھری حشمت کی اچانک بیہوشی کا بتایا تھا تو وہ اور زین اگلے دن صبح صبح ہی گاؤں پہنچ گئے تھے جب وہ حویلی پہنچے تھے تب حویلی کے تینوں نفوس ناشتہ کرنے میں لگن تھے اور ان دونوں کو دیکھتے حیرت کا شکار ہوئے تھے "کیا ہوا بابا سائیں؟ غزل بتا رہی تھی آپ طبعیت خرابی کی وجہ سے بیہوش ہو گئے تھے اب کیسی طبعیت ہے آپ کی؟" ابھی وہ سب ان کی اچانک آمد پہ صحیح طرح حیران بھی نہیں ہوئے تھے کہ سلیمان نے ان پہ سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی پریشانی دونوں کے چہروں سے عیاں ہو رہی تھی "میں بالکل ٹھیک ہوں دیکھو تمہارے سامنے بالکل ہٹا کٹا ہوں غزل بیٹی نے ایویں تم دونوں کو اتنا پریشان کر دیا" ان دونوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے چودھری حشمت نے انہیں تسلی دی تھی "بابا سائیں آپ اپنا خیال بالکل نہیں رکھتے اور یہ بات بالکل بھی اچھی نہیں ہے" زین نے بھی خفگی کا اظہار کیا تھا "ارے تم دونوں بس ایویں پریشان ہو رہے ورنہ میں بالکل ہٹا کٹا ہوں" چودھری حشمت کے لہجے میں ہلکی سی جھنجلاہٹ کا عنصر تھا چودھرائن اور غزل بس انہیں مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں "ہم نے کچھ نہیں سننا بس آج سے آپ ڈیرے نہیں جایا کریں گے زعمیم سارے انتظامات سنبھال لے گا آپ بس گھر آرام کریں گے" سلیمان نے ان کی ہر بات کو نظر انداز کرتے کہا تھا "ارے نہیں زعمیم بھی نہیں ہے ڈیرے اس کی بہن کی طبعیت خراب ہے اسے لے کر ہاسپٹل گیا ہوا ہے شاید ابھی تک آیا نہیں اس لیے کسی کو تو ہونا ہی چاہیے نا ڈیرے" چودھری حشمت نے اس کی بات کی نفی کی تھی "ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی اس کی بہن کی سرجری ہوئی تھی اب پھر بیمار ہو گئی وہ؟ یہ بس چھٹیاں کرنے کے بہانے ہیں" سلیمان نے ماتھے پہ بل ڈالتے کہا تھا اس واقعے کے بعد شاید اس نے اندر اس قدر بغض

Posted On Kitab Nagri

بھر گیا تھا زعیم سے کہ اسے اب اس کی کسی بات پہ یقین نہیں تھا "بری بات ایسے نہیں کہتے" چودھری حشمت نے اسے تنبیہ کی تھی جس پہ اس نے بس سر جھٹکا تھا "اب آہی گئے ہو تو آ جاؤ ناشتہ کر لو پھر میرے ساتھ چلنا ڈیرے" چودھری حشمت نے کہا تو دونوں سر ہلاتے ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھ گئے تھے پھر ناشتہ ختم کرتے وہ تینوں ڈیرے چلے آئے تھے وہ ڈیرے آئے جہاں اک اور مسئلہ ان کے انتظار میں تھا جس سے وہ انجان تھے چودھری حشمت نے کبھی زعیم سے پیسوں کا حساب کتاب نہیں مانگا تھا اسی لیے وقاص نے اس آدمی کو ہدایت دی تھی کہ وہ خود ہی یہ بات چھیڑ دے تاکہ چودھری حشمت کا دھیان پیسوں کی طرف جاسکے اس نے وقاص کی بات پہ عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا تھا "چودھری صاحب وہ کچھ پیسے چاہیے تھے بیٹی کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کی طرف جانا تھا آپ تھوڑے تھوڑے کر کے میری تنخواہ سے کاٹ لیجیے گا" اس آدمی نے مسکین سی شکل بناتے چودھری حشمت سے کہا تھا "ارے کیسی باتیں کر رہے ہو بہت مبارک ہو نواسے کی اللہ اسے صحت و تندرستی اور ایمان سے بھر پور لمبی زندگی دے بتاؤ کتنے پیسے چاہیے؟" چودھری حشمت کا لہجہ نرمی اور حلاوت سے بھرا تھا اپنا تیر نشانہ پہ لگتا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا تھا "دس ہزار" اس نے جھجھکتے ہوئے کہا تھا "ابھی تو میرے پاس نہیں ہیں تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں حویلی سے منگوا کے دیتا ہوں" چودھری حشمت زیادہ کیش نہیں رکھتے تھے اپنے پاس کہ کہیں گرنہ جائیں "چودھری صاحب وہ جو فضلو موچی نے دولاکھ ادھار لیے تھے وہ دے گیا تھا پرسوں زعیم کو آپ اس وقت ڈیرے نہیں تھے تو شاید اس نے یہی لا کر میں رکھے ہوں آپ وہاں سے دے دیں مجھے ابھی بازار جانا ہے میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہوگی" سلیمان کو کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتے دیکھ کر وہ تیزی سے بولا تھا کیونکہ اسے یہی امید تھی کہ وہ دے دے گا اور اس طرح ان کا پلان چوبٹ ہو جائے گا "اچھا میں دیکھتا ہوں" چودھری حشمت کہہ کے وہاں سے اٹھتے اس کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے جس میں لا کر تھا کمرے میں

Posted On Kitab Nagri

آتے انہوں نے اپنا انگوٹھا لگاتے لاک کھولا تو سامنے بس انہیں رجسٹر ہی رجسٹر نظر پیسے کہی بھی نہیں تھے انہوں نے پورا لاکر چھان مارا تھا لیکن انہیں پیسے کہی نظر نہیں آئے تھے لاکر بند کر کے وہ باہر آئے تھے "مجھے لگتا ہے کہ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ پیسے زعیم کو دے کر گیا ہے لاکر میں تو رجسٹرز کے سوا کچھ بھی نہیں ہے"

چارپائی پہ بیٹھتے چودھری حشمت نے کہا تھا "ارے چودھری صاحب کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ مانا کے میں پہلے جیسا جوان نہیں رہا نظر بھی کمزور ہو رہی ہے لیکن اتنی بھی نہیں ہو رہی کہ مجھے فضلو موچی زعیم کو پیسے دیتا ہوا نظر نہ آئے وہ خود میرے سامنے پیسے دے کر گیا تھا لیکن پیسے اس نے لاکر میں رکھے تھے یا نہیں اس کا مجھے نہیں پتہ" اس نے چالاکی سے ان کے دل میں شک کا بیج بویا تھا چودھری حشمت سوچ میں ڈوب گئے تھے اور سلیمان کا چہرہ غصے سے لال ہوا تھا کہ زعیم نے اک اور فراڈ کیا ان کے ساتھ جبکہ زین کے چہرے پہ بس الجھن تھی "اچھا سلیمان اگر تمہارے پاس پیسے ہیں تو اسے دو باقی زعیم آتا ہے تو پوچھتے ہیں اس سے شاید اس نے کہی اور رکھ دیے ہوں" چودھری حشمت نے سلیمان کو اسے پیسے دینے کا کہا تھا تاکہ وہ وہاں سے جاسکے انہیں پتہ تھا سلیمان ضرور زعیم کے خلاف کوئی بات کرے گا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس مزارعے کے سامنے کوئی بات ہو پیسے لاکر وہ وہاں سے چلا گیا اور باہر نکل کے اس نے فون کر کے وقاص کو بھی بتا دیا تھا کہ اس نے اپنی طرف سے شک کا بیج بونے کی پوری کوشش کر دی ہے "اس پہ اعتبار کا نتیجہ دیکھ لیں آپ بابا سائیں اک ہی دھوکہ بہت ہوتا ہے لیکن آپ نے تو اک دھوکہ کھانے کے بعد اسے پھر بھی نہیں نکالا تاکہ وہ آپ کو مزید دھوکہ دے" اس کے وہاں سے نکلتے ہی سلیمان غصے سے گویا ہوا تھا "کیا پتہ ہے اسے کوئی غلط فہمی ہو یا پھر زعیم نے پیسے کہی اور رکھے ہوں اور اسے مجھے بتانے کا یاد نہ رہا ہو" چودھری حشمت نے اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا تھا "اب وہ اتنا بچہ بھی نہیں ہے کہ اسے غلط فہمی ہو اور اس نے پیسے اور کہاں رکھنے تھے جب ڈیرے پہ لاکر موجود ہے آپ مان لیں بابا

Posted On Kitab Nagri

سائیں وہ دھوکے باز ہے اور یہ دولاکھ بھی اس نے خود ہی غائب کیے ہیں اور پھر معصوم بن جائے گا آپ کے سامنے "سلیمان کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا" پر سکون رہو اور یہ اپنی رائے قائم مت کرو وہ آتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے پیسے کہاں ہیں "اب کی دفعہ چودھری حشمت کے لہجے میں تھوڑی سختی تھی" ہاں بھائی بابا سائیں بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں زعیم بھآج سے تو یہاں نہیں ہیں کتنے سالوں سے سب کچھ ان کے ہاتھ میں انہوں نے کبھی یہ ہیر پھیر نہیں کیا تو اب کیوں کریں گے "زین نے بھی زعیم کی حمایت کی تو سلیمان نے کچھ کہنے کی بجائے بس غصے سے سر جھٹکا تھا

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو
www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔
اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو
ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

Posted On Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

صبح پہلے زعیم کی آنکھ کھلی تھی اتنے دنوں بعد بیڈ پہ سونے کی وجہ سے پرسکون نیند آئی تھی ورنہ تو صوفے پہ وہ بمشکل ہی ایڈ جسٹ ہو پاتا تھا اس نے منہ سے چادر ہٹاتے مندی مندی آنکھیں کھول کے صوفے کی طرف دیکھا تھا جہاں احواد دنیا جہان سے بیگانہ میٹھی نیند سو رہی تھی زعیم کچھ پل خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا یہ چہرہ جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی اس کے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو گیا تھا لیکن یہ بات ہمیشہ اس نے خود سے بھی چھپا رکھے تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی بھی اس کا نصیب نہیں بن سکتی مگر قسمت کے ہیر پھیر نے اسے اس کا نصیب بنا ہی دیا تھا "یہ اور میرا نصیب" وہ خود پہ استہزائیہ ہنسی ہنساتا تھا ہاں وہ اس کا نصیب بنی تھی مگر عارضی طور پہ جب تک وہ اس کے نکاح میں نہیں آئی تھی وہ سکون میں تھا لیکن اب اپنانے کے بعد چھوڑ دینا یہ اس کی بے چینیوں میں اضافہ کر رہا تھا وہ اس کے چہرے کو دیکھتے بس یہی سب سوچے جارہا تھا لیکن پھر جلد ہی اپنی ہر سوچ کو جھٹکتے وہ اٹھ اٹھا اور پھر الماری سے ٹاول اور اپنے کپڑے نکال کے وہ نہانے چلا گیا تھا جاتے ہوئے دروازہ بہت زور سے بند کر کے گیا تھا تاکہ وہ اٹھ جائے لیکن جب وہ نہانے کے واپس آیا تو وہ ویسے ہی پڑی ہوئی تھی زعیم نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا اور تولیہ بیڈ کی پائنتی پہ رکھتے اپنے قدم صوفے کی طرف بڑھائے تھے اور ہلکا سا اس کی طرف جھکتے اس کا کندھا پکڑ کے جھنجھوڑتے اسے اٹھایا تھا اس کے بری طرح جھنجھوڑنے پہ نیند میں گم احواد نے ہڑبڑاتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں جو سیدھی خود پہ جھکے زعیم کی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں اور اسے خود پہ جھکا

Posted On Kitab Nagri

دیکھ کر احواد نے بے ساختہ چیخ ماری تھی جس پہ زعیم بوکھلاتے ہوئے اس کا کندھا چھوڑ کے پیچھے ہٹا تھا اس کے پیچھے ہٹتے احواد اپنی بے ترتیبی سے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھتی سیدھی ہو کہ بیٹھی تھی اس دوران زعیم بھی اپنی بوکھا ہٹ پہ قابو پاتے اب اسے گھورنے میں مصروف تھا "یہ کیا بیہودگی تھی؟" زعیم کا اشارہ اس کی چیخ کی طرف تھا "ہاں تو اتنی بری طرح کون جگاتا ہے میں ڈر گئی تھی" احواد نے سر الزام اس کے سر ڈالا تھا زعیم نے اسے گھورتے کچھ کہنا چاہا تھا مگر پھر خاموش ہو گیا تھا "میں ہاسپٹل جا رہا ہوں اماں اور انوشہ کو لینے آپ نے ساتھ جانا ہے یا گھر ہی رہنا ہے؟" زعیم نے ڈریسنگ کی طرف قدم بڑھاتے اس سے پوچھا تھا "میں ساتھ جاؤں گی" احواد جھٹ سے کھڑی ہو گئی تھی اس کہ جلد بازی پہ زعیم نے نظر گھماتے اسے دیکھا تھا شاید وہ کل والے واقعے سے کچھ زیادہ ہی ڈر گئی تھی "جلدی سے ریڈی ہو جائیں پھر" زعیم نے کہا تو وہ سر ہلاتے الماری کی طرف بڑھی تھی پھر دس منٹ تک ریڈی ہو کے وہ زعیم کے سامنے کھڑی تھی "آپ کو کچھ بنانا آتا ہے؟" زعیم نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا تو وہ گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا اور پھر اسے لیے شہر کے لیے نکل گیا تھا ہاسپٹل جانے سے پہلے انہوں نے اک ڈھابے سے ناشتہ کیا تھا بقول زعیم کے ہوٹل جانے کی اس اوقات نہیں ہے جس پہ احواد نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اتنا غریب بھی نہیں ہے جتنا وہ خود کو ظاہر کرتا ہے بدلے میں اس نے بس کندھے اچکائے تھے ہاسپٹل پہنچتے زعیم نے کافی دیر اماں اور انوشہ کو خود کے ساتھ بھینچ کے رکھا تھا جیسے وہ ان دونوں کو صدیوں بعد مل رہا ہو احواد نے بھی انوشہ سے حال احوال پوچھا تھا پھر وہ ساری فارمیسیز پوری کرتے اسے ڈسچارج کروا کے گھر لے آئے تھے زعیم انہیں گھر چھوڑ کے خود حویلی گاڑی دینے گیا تھا بس پورچ میں گاڑی پارک کے وہ باہر آ گیا تھا اندر جانے کی اسے اجازت نہیں تھی حویلی سے نکلتے وہ ڈیرے آیا تھا وہاں چودھری حشمت کے ساتھ موجود سلیمان اور زین کو دیکھتے وہ چونکا تھا اسے ابھی تک چودھری حشمت کے

Posted On Kitab Nagri

بیہوش ہونے کا نہیں پتہ تھا وہ انہیں سلام کر کے آگے بڑھنے لگا تھا "رکوز عیم مجھے تم سے بات کرنی ہے"

چودھری حشمت کی آواز پہ اس کے بڑھتے قدم رکے تھے "جی سائیں" واپس پلٹتے وہ چودھری حشمت کے سامنے آکر رکا تھا "وہ فضلو موچی نے کافی عرصہ ہو گیا ہے ہم سے قرض لیا ہے واپس نہیں کیا اس نے ابھی تک تم جا کر پتہ کرو کب تک واپس کرنے کا ارادہ ہے اس کا" چودھری حشمت نے ڈائریکٹ بات کرنے کی بجائے گھما پھرا کے بات شروع کی تھی "سائیں وہ تو پرسوں دے گیا تھا پیسے آپ ڈیرے پہ نہیں تھے اور میرا حویلی جانا منع ہے اس لیے میں لا کر میں رکھ دیے تھے پھر کل آپ لیٹ آئے تھے اور تب میں طبعیت خرابی کی وجہ سے چھٹی لے کر چلا گیا تھا یاد نہیں رہا تھا آپ کو بتانے کا" زعیم نے سنجیدگی سے انہیں بتایا تھا "جاؤ لے کر آؤ وہ پیسے"

چودھری حشمت کی بجائے سلیمان نے کہا تو اس نے چونک کر حیرے سے اس کی شکل دیکھی تھی جہاں عجیب سے تاثرات چھائے ہوئے تھے اس کی چھٹی حس نے اسے کسی انہونی کی خبر دی تھی اس نے اپنی حیرت پہ قابو پایا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا لا کر کھولا تو خالی لا کر اس کا منہ چڑا رہا تھا جہاں بس رجسٹر تھے جبکہ پیسوں کا نام و نشان کہی نہیں تھا زعیم کے سر پہ تو مانوساتوں پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے پھر اس نے سارا لا کر چھان مارا مگر اسے کچھ نہ ملا "اوہ میرے اللہ کہاں گئے پیسے؟" وہ پریشانی سے بڑبڑایا تھا اور اک دفعہ پھر پورا لا کر چھان مارا مگر اس دفعہ پھر اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا "کیا ہوا انہیں ملے پیسے کیا؟" وہ لٹکا ہوا منہ لے کر واپس آیا تو سلیمان نے پوچھا تھا "نہیں پتہ نہیں کہاں گئے ہیں میں نے خود میں لا کر میں رکھے تھے مگر اب مل ہی نہیں رہے" زعیم کی پریشانی اس کے لہجے سے ہی چھلک رہی تھی "پیسے لا کر میں ہوں گے تو ملیں گے نا وہ پیسے تم نے خود غائب کیے ہیں اور اب ہمارے سامنے انجان بننے کے ڈرامے کر رہے ہو اور کتنا بے وقوف بناؤ گے ہمیں؟" سلیمان اپنا ضبط کھوتے چلایا تھا زعیم نے بے یقینی سے پہلے اسے اور پھر چودھری حشمت کو دیکھا تھا جنہوں نے اس کی بات کی تردید کے لیے

Posted On Kitab Nagri

کچھ بھی نہیں کہا تھا یعنی وہ بھی مان رہے تھے کہ پیسے اس نے ہی غائب کیے ہیں "میں کیوں پیسے غائب کروں گا؟ یہ تو بس دو لاکھ تھے میرے پاس تو اسی نوے لاکھ تک بھی پیسے رہے ہیں میں نے وہ کبھی غائب نہیں کیے تو یہ کیوں کروں گا" زعیم نے بے یقینی اور دکھ سے کہا تھا "اپنی بہن کے علاج کے لیے پیسے نہیں ہوں گے تو تم نے بابا سائیں کی بیہوشی کا فائدہ اٹھایا وہ بیہوشی ہوئے وقاص انہیں گھر لے گیا اور ان کی غیر موجودگی تمہارے لیے سنہرا موقع تھا تم نے کر لیے ہوں گے غائب تم سے یہاں پوچھنے والا کون سا کوئی تھا اور لا کر کھلتا بھی تمہارے اور بابا سائیں کے فنگر پرنٹ سے ہے تو کوئی اور کیسے نکال سکتا ہے؟" سلیمان کی بات پہ اسے دھجکا لگا تھا چودھری حشمت بیہوش کب ہوئے تھے "سائیں بیہوش کب ہوئے تھے؟" اس نے تو گویا پوری بات میں بس چودھری حشمت کا بیہوش ہونا ہی سنا تھا "کل ہی جب تم طبیعت خرابی کا بہانا کر کے گھر گئے تھے مجھے تو لگتا ہے تمہی نے کچھ کیا ہو گا ورنہ کوئی اچانک کیسے بیہوش ہوتا بغیر کسی وجہ کے اور اگر وقاص وقت پہ نہ آتا تو ناجانے بابا سائیں کتنی دیر یہاں بیہوش پڑے رہتے کچھ ہو جاتا تو؟" سلیمان بدگمانی کی انتہاؤں کو چھو رہا تھا اس کی باتوں سے لمحہ بہ لمحہ زعیم کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا "بس بہت ہو گیا میں نے احواد سے نکاح کیا جب سب کو یہ بات پتہ چلی تو میں نے تصدیق کی تھی مگر انہیں تھا اگر اب میں پیسے لیے ہوتے اپنی بہن کے علاج کے لیے تو میں ڈنکے کی چوٹ پہ اقرار کرتا اس بات کا مکر تا نہیں اور آپ لوگوں کا وقاص جتنا شریف ہے وہ مجھ سے پوچھیں رات ہسپتال سے واپسی پہ اس نے مجھ پہ اور احواد پہ حملہ کیا تھا تاکہ احواد کی عزت،،، "زعیم نے شدید غصے میں بات ادھوری چھوڑی تھی اب کی بار چونکنے اور حیرت سے دھنگ رہ جانے کی باری ان تینوں کی تھی "میں نے جتنی مشکلوں سے خود کو اور انہیں بچایا ہے یہ مجھے پتہ ہے اور مجھے لگتا ہے سائیں بیہوشی اور ان پیسوں کے پیچھے غائب ہونے میں ہاتھ بھی اس کا ہے" زعیم کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا "بس کرو زعیم میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم یہ سب کرو گے اور اب خود کو بچانے

Posted On Kitab Nagri

کے لیے میرے بھتیجے کو بدنام کر رہے ہو" چودھری حشمت کی بات سن کے بے یقینی سے اس کی آنکھیں پھیلی تھیں "سائیں مجھے بھی آپ سے یہ امید نہیں تھی آپ ہمیشہ کہتے تھے زعیم مجھے میرے بیٹوں سے بھڑکے عزیز ہے لیکن آج مجھے پتہ چلا وہ سب جھوٹ تھا آپ کو تو مجھ پہ زرا برابر بھی یقین نہیں وہ سب دعوے جھوٹے تھے خیر اگر میری بات پہ نہیں یقین تو اپنی بیٹی سے پوچھ لیجیے گا اپنے بھتیجے کی کارستانی یقیناً اپنی بیٹی پہ تو آپ کو یقین ہو گا" اذیت بھرے لہجے میں زعیم نے انہیں کہا تھا "میں اب مزید یہاں نہیں رک سکتا آپ کسی اور منشی کا انتظام کر لیں اور آپ کے دولاکھ بھی آپ کو لٹا دوں گا ثبوتوں کے ساتھ کہ وہ میں نے چوری نہیں کیے "زعیم اپنی بات مکمل کرتے ان تینوں کو ورطہ حیرت میں ڈالتے وہاں سے چلا گیا تھا پیچھے وہ تینوں الجھ کے رہ گئے تھے کیونکہ اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا لیکن اگر وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا تو پیسے کہاں گئے؟ یہی سوال ان تینوں کے دماغ میں گھوم رہا تھا

"یہ فائز ناجانے کہاں غائب ہے ناکال اٹھا رہا ہے نہ میسج کارسیلائی دے رہا ہے" احواد فائز کا نمبر کوئی دسویں بار ملا رہی تھی بیل جا رہی تھی لیکن وہ اٹھا نہیں رہا تھا "نہ اٹھاؤ تمہیں تو میں کل یونی آکر پوچھوں گی" اک دفعہ پھر ٹرائی کرنے پہ پہلے والا ہی ریسپونس ملا تو وہ غصے سے موبائل بیڈ پہ پھینکتے بڑبڑائی تھی تبھی زعیم اک جھٹکے سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا اور پھر زوردار آواز میں بند کرتے جا کر صوفے پہ بیٹھ گیا تھا احواد نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا وہ گھر یہی کہہ کے گیا تھا حلی کا ڈے دے کر وہ ڈیرے جائے گا لیکن گھر کیوں آ گیا تھا "کیا ہوا ہے زعیم تم نے تو ڈیرے جانا تھا گھر کیوں آ گئے؟ غصے میں بھی لگ رہے ہو خیریت ہے؟" احواد نے اسے بار بار مٹھی

Posted On Kitab Nagri

کھولتے بند کرتے دیکھ کر اس سے پوچھا تھا "زعیم میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟" اپنے سوال کے جواب میں خاموشی دیکھ کر احواد نے اک دفعہ پھر اسے مخاطب کیا تھا "یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے نہ میں آپ کی بات مانتا اور نہ ہی خود کو اتنا بے اعتبار بناتا" غصے سے کھولتے وہ اٹھ کے اس کے مقابل آتے دبی دبی آواز میں چیخا تھا "ہو کیا ہے زعیم؟" احواد حیران سی اسے شعلہ جوالہ بنے دیکھ رہی تھی "ڈیرے پہ موجود لا کر سے دولا کھ غائب ہوا ہے اور آپ کے بھائی اور بابا سائیں کو لگتا ہے وہ پیسے میں نے غائب کیے ہیں دس سال کی ریاضت کا یہ صلہ ملا ہے مجھے اپنی مجبوری کا سودا کرنے کی وجہ سے سب کی نظروں میں بے اعتبار ہوا ہوں" جتنے غصے اور جوش سے اس نے بات شروع کی تھی اختتام تک آتے آتے غصہ کبھی غائب ہو گیا تھا بس بے بسی رہ گئی تھی "کیا؟ بابا سائیں یہ سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ پیسے تم نے چوری کیے ہیں تم سے جو میں خار کھاتی تھی وہ اپنی جگہ لیکن اس بات کا تو مجھے بھی یقین ہے کہ تم ایسا نہیں کر سکتے پھر بابا سائیں ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں؟" احواد کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی "بس آپ کی مہربانی ہے جو یہ ناچیز ہر طرف سے ذلیل و خوار ہو رہا ہے" زعیم نے غصے سے لفظ چبا چبا کر کے ادا کیے تھے "ایکسیو زمی اگر میرا فائدہ تھا اس نکاح میں تو تمہارا بھی تھا اس لیے تم اب مجھے بلیم نہیں کر سکتے" احواد نے بھی اسے یاد دہانی کروانا ضروری سمجھا تھا "ہاں ہو گئی غلطی اک دفعہ عزت نفس مار لیتا یہ روز روز کا عذاب سہنے سے تو بہتر تھا" شاید زعیم کو آج کچھ زیادہ ہی غصہ آیا ہو تھا اس لیے وہ اس کا بالکل بھی لحاظ نہیں کر رہا تھا "اور یہ آپ کا ارادہ کب تک جانے کا ہے تاکہ میں اک دفعہ ہی رنج کے ذلیل ہو جاؤں بار بار ہوتے شاید میں اپنا ضبط کھوتے سچ ہی نہ بول دوں اس لیے بہتر ہے جتنی جلدی ہو سکے آپ یہاں سے چلی جائیں" زعیم نے کہا تو احواد نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ زعیم نے کہا ہے زعیم اس کی خود پہ جمی نظریں دیکھ کر اس سے نظریں چرا گیا تھا یہ بات اس نے اس لیے نہیں کی تھی کہ وہ اس کی وجہ سے خوار ہو رہا ہے بلکہ وہ

Posted On Kitab Nagri

سچ میں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے وہ زیادہ دیر وہاں رہ کے اپنے اور اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہی تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے وعدے سے مکر جائے کیونکہ آج کل اکثر اس کا دل اسے کنٹریکٹ توڑنے پہ اکسار ہاتھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے ایسا کچھ ہو جائے جو اسے احواد اور اپنی نظروں میں گرا دے اس لیے اس کا جانا ہی بہتر تھا "جہاں اتنا برداشت کیا ہے وہاں تھوڑا سا اور کر لو بہت جلد یہاں سے چلی جاؤں گی" احواد نے اس کا نظریں چرانا دیکھ کر سنجیدگی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی تھی اس کے باہر جاتے زعمیم نے غصے سے اک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے ہاتھ پہ مارا تھا بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی وہ چاہتا تھا وہ جلد سے جلد چلی جائے لیکن وہ اسے یہ ایسے نہیں کہنا چاہتا تھا یقیناً اسے بہت برا لگا ہو گا اور یہی سوچ کے اسے اپنے غصے پہ غصہ آرہا تھا احواد روم سے نکل کر سیدھا چھت پہ گئی تھی اور چھت کہ اک کونے میں جا کر بیٹھ گئی تھی اور آنکھوں سے آنسو لگتا رہہ رہے تھے زعمیم کی بات سن کے اسے اپنا گھر اور بابا سائیں یاد آئے تھے اور ساتھ ہی اسے اپنے کالج کے زمانے کا اک واقعہ یاد آیا تھا جب اک دفعہ زین نے تنگ کرنے کے لیے اسے کہا تھا کہ یہ اس کا گھر نہیں ہے جلد ہی وہ اسے گھر سے نکال دیں اس کا مطلب تھا کہ احواد شادی کر کے یہاں سے چلی جائے گی لیکن احواد نے مطلب سمجھے بغیر رو کے پورا گھر سر پہ اٹھا لیا تھا کہ زین نے کیسے کہا کہ گھر اس کا نہیں اور وہ اسے نکال دیں گے تب چودھری حشمت نے زین کی درگت بنائی اور کہا تھا کہ یہ گھر احواد کا کہا ہے کوئی اسے یہاں سے نکالنے کی جرات نہیں کر سکتا ہاں البتہ وہ جسے مرضی گھر سے نکال سکتی ہے لیکن آج اس کی اک خواہش کی وجہ سے اُس گھر کے دروازے اس پہ بند تھے اور اس کا گھر کا مالک بھی اسے یہاں سے جلد جانے کا کہہ رہا تھا "بابا سائیں اماں سائیں" اس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے تھے اور اس نے ہاتھوں سے منہ کو ڈھانپتے ہچکیوں سے رونا شروع کر دیا تھا زعمیم جو اپنے گلٹ کی وجہ سے اسے ڈھونڈنے نکلا تھا اسے چھت کے اک کونے میں بیٹھ کے روتا دیکھ کے اسے تاسف

Posted On Kitab Nagri

نے آن گھیرا تھا اپنی دو انگلیوں سے ماتھا سہلاتے وہ اس کی طرف بڑھا تھا "احواد" اس کے پاس پہنچتے زعیم نے دھیمے سے اس کا نام پکارا تھا اپنے نام کی پکار پہ اس کا بچکولے کھاتا وجود تھا اور اس نے جلدی سے آنسو صاف کرتے خود کو کمپوز کیا تھا "ایم سوری میں غصہ میں نا جانے کیا کیا کہہ گیا آپ سے آپ جب تک چاہیں رہ سکتی ہیں یہاں" زعیم نے اس کے زرا سے فاصلے پہ بیٹھتے پشیمانی سے کہا تھا "اٹس او کے ویسے بھی کوئی کسی کو اپنے گھر کتنا عرصہ رکھ سکتا ہے اک نہ اک دن تنگ آ ہی جاتا ہے تم فکر مت کرو میں جلد سے جلد یہاں سے چلی جاؤں گی تمہیں زیادہ تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی" سنجیدگی سے کہتے وہ اٹھ کے نیچے چلی گئی تھی پیچھے زعیم بیٹھا خود کو کوس رہا تھا کہ اس نے اپنی زبان پہ کنٹرول کیوں نہیں رکھا تھا

زعیم کے جانے کے بعد وہ تینوں بھی حویلی واپس آ گئے تھے چودھرائن انہیں اتنی جلدی واپس آتے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں جس پہ چودھری حشمت نے پوری بات انہیں بتائی تھی ساری باتیں سن کر چودھرائن کو بھی حیرت ہوئی تھی "جو بھی ہے لیکن زعیم ایسا کبھی نہیں کر سکتا ہاں اس نے ہمارا بھروسہ توڑا ہے لیکن چوری وہ کبھی نہیں کر سکتا ان آنکھوں کے سامنے وہ جوان ہوا ہے اور اس کی تربیت میں اس کی ماں سے زیادہ ہمارا ہاتھ ہے تو ہم کیسے اپنی تربیت پہ شک کر سکتے ہیں" چودھرائن کا دل ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ زعیم چوری کر سکتا ہے "لیکن نیک بخت پھر پیسے کیسے غائب ہو سکتے ہیں کیونکہ لا کر تو میرے اور اس کے فنگر پرنٹ سے ہی کھلتا ہے" چودھری حشمت کا لہجہ الجھن سے بھرپور تھا ان کی بات سن کے زین چونکا تھا اس کے مائنڈ میں کچھ کلک ہوا تھا "اک منٹ بابا سائیں لا کر آپ کے بھی فنگر پرنٹ سے کھل جاتا ہے اور آپ کل بے ہوش ہوئے تھے نا تو کیا آپ اک دم سے

Posted On Kitab Nagri

بیہوش ہوئے تھے یا پہلے بھی طبیعت کچھ گری گری لگی تھی؟ "زین کے سوال پہ سب نے چونک کے اسے دیکھا تھا" نہیں اس سے پہلے تو بالکل ٹھیک تھا بس اچانک سے سر گھومنے لگا اور میں بیہوش ہو گیا تھا جب آنکھ کھلی تو گھر تھا "چودھری حشمت نے سوچتے ہوئے جواب دیا تھا "آپ ڈاکٹر کے پاس گئے تھے یا ڈاکٹر کو بلایا تھا؟" اس نے مزید پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا تھا "ہو سکتا ہے یہ زعیم بھا کو پھنسانے کی کسی کی سازش ہو کیونکہ لا کر آپ کے فنگر پرنٹ سے بھی کھل جاتا ہے تو آپ کی بیہوشی کے دوران کوئی بھی آپ کے فنگر پرنٹ کا استعمال کرتے لاک کھول سکتا ہے "زین کی دلیل میں سب کو دم لگا تھا "لیکن کوئی زعیم کو کیوں پھنسائے گا؟" چودھری حشمت نے اک نقطہ اٹھایا تھا "معافی کے ساتھ لیکن مجھے وقاص پہ شک ہے "زین نے کہا تو وہ سب اک دفعہ پھر چونکے تھے "آپ کی بیہوشی سے پہلے وہ ڈیرے آیا تھا اور وہ بھی اچانک پھر وہ آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کی بجائے حویلی لے آیا کیونکہ اگر وہ ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا تو ڈاکٹر نے جھٹ بیہوشی کی وجہ بتا دینی تھی اور زعیم بھا بھی کہہ رہے تھے کہ وقاص نے کل رات ان پہ حملہ کیا تھا ان سب باتوں میں کوئی نہ کوئی کنکشن تو ہے "زین نے کڑی سے کڑی ملائی تھی جس کے بعد سب وقاص کی طرف سے مشکوک ہونے پہ مجبور ہو گئے تھے "میں ابھی وقاص کو بلاتا ہوں ساری بات کھل کے سامنے آجائے گی" چودھری حشمت کے چہرے پہ دبا دبا غصہ تھا "نہیں بابا سائیں اگر اس نے ہی یہ سب کیا ہو گا تو وہ آپ کی اس تفتیش سے الرٹ ہو جائے گا" زین نے جلدی سے ان کی بات کی تردید کی تھی "تو پھر کیا ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ کے تماشا دیکھیں" سلیمان نے غصے سے کہا تھا "نہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سب سے پہلے تو آپ اسے پکڑیں جس نے آج پیسے لیے ہیں اسی نے بابا سائیں کی توجہ ان پیسوں کی طرف مبذول کروائی تھی ورنہ بابا سائیں کو تو ان پیسوں کا پتہ ہی نہیں تھا اس کے علاوہ اپنا اک آدمی وقاص کی جاسوسی پہ چھوڑیں کوئی نہ کوئی سراغ مل ہی جائے گا" زین نے تیزی سے اپنا دماغ چلایا تھا "بابا سائیں

Posted On Kitab Nagri

اکیلے یہ سب کیسے کریں گے مجھے آج شام تک لازمی واپس جانا ہے کیونکہ میری توکل میٹنگ ہے "سلیمان نے پریشانی سے پریشانی مسلی تھی "کوئی نہیں آپ کی میٹنگ ہے میری تو نہیں میں یہی ہوں "زین نے اطمینان سے اسے تسلی دی تھی "آلریڈی بہت چھٹیاں کر چکا ہے باس نے نکال دینا ہے تجھے آفس سے "سلیمان نے اس کی توجہ اس کی پہلی چھٹیاں کی طرف دلائی تھی "نکال دیا تو میں کوئی نئی جاب ڈھونڈ لوں گا آپ ٹینشن نہ لیں "اس کے اطمینان میں زرا برابر کمی نہیں آئی تھی "تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ بابا سائیں کی زمینیں سنبھالے گا "سلیمان نے اک انکھ ونک کرتے اسے چھیڑا تھا "نہ وہ سیٹ ز عیم بھاکا ہے مجھے یقین ہے بابا سائیں اس سے بھی زیادہ کر لیں ز عیم بھاکے ساتھ وہ کبھی بابا سائیں سے ناراض نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر بابا سائیں نے انہیں بیٹا سمجھا ہے تو ز عیم بھاکے نے بھی انہیں ہمیشہ باپ کا درجہ دیا ہے "پچھے کرسی سے ٹیک لگاتے اس نے کہا تھا اس کی بات سن کر چودھری حشمت کے اندر پچھتاؤں نے سراٹھایا تھا کیسے انہوں نے پل میں ہی ز عیم کو چورمان لیا تھا جیسے وہ اسے جانتے نہ ہوں

اس بات کو گزرے دو تین دن ہو چکے تھے اور ان دونوں کی بات چیت پھر سے بند ہو چکی تھی زعیم بس اسے یونی
چھوڑ آتا اور پک کر لیتا تھا ان دو تین دنوں میں وہ اک دفعہ بھی ڈیرے نہیں گیا تھا گھر پہ رہ کے بس یہی سوچتا تھا کہ
آخر ایسا کون کر سکتا ہے اماں اور انوشہ کو بھی اس بات کا پتہ چل چکا تھا اور انہیں بھی چودھری حشمت کے زعیم کو
چور مان لینے پہ دکھ ہوا تھا دوسری طرف احواد فائز سے نکاح کی بات کرنے کے لیے اتا ولی ہو رہی تھی لیکن وہ تھا
کہ یونیورسٹی آکر ہی نہیں دے رہا تھا اور نہ ہی اس کے میسج اور کال کا رسیپ لائے دے رہا تھا اور نجانے کیوں احواد کا

Posted On Kitab Nagri

دل بیٹھا جا رہا تھا اک فائز کا پتہ نہیں چل رہا تھا دوسرا آج کل اسے شدت سے اپنے ماں باپ کی یاد آرہی تھی جس کی وجہ سے بات بات پہ اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں آج بھی معمول کے مطابق زعمیم اسے یونی چھوڑ کے گیا تھا وہ تھکے تھکے قدم اٹھاتے یونی میں داخل ہوئی تھی اور اک آس لیے اپنی مخصوص جگہ پہ نظر دوڑائی تھی کہ شاید آج فائز آیا ہو لیکن اسے پھر سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ سر جھٹکتے کلاس کی طرف بڑھ گئی تھی پھر پورا دن کلاسز میں بزی رہنے کے بعد آخری کلاس میں گراؤنڈ میں اپنی مخصوص جگہ کی طرف آئی تو وہاں بیٹھے فائز کو دیکھتے اسے جھٹکا لگا تھا اس نے اپنی آنکھیں مسل کے دوبارہ سامنے دیکھا کہ کہی اس کی نظر کا دھوکا نہ ہو لیکن آنکھیں مسلنے کے بعد بھی وہ غائب نہ ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ سچ میں وہی ہے اس نے جلدی سے قدم اس کی طرف بڑھائے تھے "فائز کہاں تھے تم میں کتنے دن سے تمہیں کال اور میسج کر رہی ہوں نہ تم میسج کا جواب دیتے ہو نہ کال اور نہ ہی یونی آتے ہو کہاں غائب تھے؟" اس کے سر پہ پہنچتے احواد نان سٹاپ شروع ہو گئی تھی لیکن اس کی سرخ اور سو جھی آنکھیں اور اس کا حد درجہ سنجیدہ چہرہ دیکھ کر وہ ٹھٹھکی تھی "ک فائز کیا ہوا ہے؟" اس کے سامنے بیٹھتے احواد نے تشویش سے پوچھا تھا "بابا کی ڈیوٹی ہو گئی" فائز مختصر جواب دیتے چپ ہو گیا تھا جبکہ احواد کا دل دکھ سے بھر گیا تھا "اوہ ایم سوری بہت دکھ ہوا اللہ پاک تمہارے بابا کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تم لوگوں کو صبر دے آمین" احواد نے افسردگی سے کہا تھا جس پہ فائز نے بھی بس سر ہلایا تھا اور پھر دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی تھی "فائز یہ وقت تو نہیں ہے یہ بات کرنے کا لیکن کرنی بھی ضروری ہے" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد احواد نے جھجھکتے ہوئے کہا تو فائز کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں "وہ،،، وہ،،،" احواد کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات کیسے شروع کرے "وہ دراصل بات یہ ہے کہ وہ زعمیم پوچھ رہا تھا کہ ہم کب تک شادی کریں گے کیونکہ ہم جتنا لیٹ ہوں گے اس کے لیے اور ہمارے لیے مشکلات ہی بڑھیں گی"

Posted On Kitab Nagri

احواد نے ہاتھوں کو مسلتے بمشکل اپنی بات اس تک پہنچائی تھی جس کے جواب اسے جامد خاموشی ملی تھی "فائز؟" کافی دیر کی خاموشی کے بعد احواد نے پریشانی سے اس کا نام پکارا تھا "تم تو ہمارے گھر کے حالات جانتی ہو نا جب تک بابا تھے ان کی پینشن سے گھر کا نظام چل ہی جاتا تھا لیکن اب وہ بھی نہیں رہے تو ساری ذمہ داریاں میرے کندھوں پہ ہی ہیں دو جوان بہنیں ہیں ان کی شادی کا فرض بھی میرے کندھوں پہ ہے اگر ایسے میں، میں شادی کر لوں تو لوگ کیا کہیں کتنا خود غرض ہے باپ کو مرے ابھی کچھ عرصہ ہی ہوا ہے اور اس نے شادی رچالی ہے" فائز اپنے ہاتھوں کو دیکھتے بول رہا تھا "فائز تم کہنا کیا چاہ رہے ہو کھل کے بولو" احواد نے خوفزدہ ہو کر پوچھا تھا وہ جو کہنا چاہ رہا تھا وہ بالکل سادہ اور آسان تھا لیکن وہ سمجھ کے بھی سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی "کھل کے بولو تو میری باتوں کا یہ مطلب ہے کہ میں ابھی شادی کی پوزیشن میں نہیں ہوں گھر کی اور بہنوں کی ذمہ داریاں میرے کندھے پہ ہیں تو میں پہلے باہر جاؤں گا بابا کے اک دوست ویزہ لے کر دے رہیں ہیں سارا خرچا وہ ہی کر رہے ہیں جو بعد میں مجھے ان کو سارے پیسے واپس لٹانے ہیں گھر کے حالات ٹھیک ہونے کے بعد بہنوں کی شادی کروں گا اور پھر اپنا سوچوں گا" اس کے سپاٹ لہجے پہ احواد نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا جس کے لیے اس نے ماں باپ کا دل دکھا کے اک شخص سے کنٹریکٹ میرج کی تھی اور اب وہی شخص اپنی مجبوریوں کا رونا رو کے اپنا دامن چھڑا کے اسے بچ منجھدار اکیلا چھوڑ رہا تھا جہاں سے نہ وہ آگے جاسکتی تھی نہ پیچھے "دیکھو فائز یہ تو بس تم مجھ سے فرار حاصل کر رہے ہو یہ بھی تو ہو سکتا ہے نہ شادی کے بعد ہم دونوں مل کر ساری ذمہ داریاں پوری کریں ویسے بھی اتنا پڑھنے کا کوئی توفائدہ ہو گا نا" احواد نے بدحواس ہوتے اسے قائل کرنے کی کوشش کی تھی "ایسا کچھ نہیں ہو گا احواد تم جانتی تو ہو اس ملک کا نظام کتنے ڈگری ہو لڈر روز نو کری کے لیے دھکے کھا رہے ہوتے ہیں اور ہماری تو ابھی ڈگری بھی کمپلیٹ نہیں ہوئی تو ہمیں کہاں سے جاب مل جائے گی" فائز نے اس کی دلیل رد کی تھی "تم

Posted On Kitab Nagri

میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے "احواد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا گریباں پکڑ کے اسے جھنجھوڑتی لیکن ارد گرد کے سٹوڈنٹس کے جمع ہونے کا خدشہ تھا اور وہ اپنی عزت کا کوئی تماشا نہیں لگا سکتی تھی "احواد میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو یا اگر میں تمہارے ساتھ ٹائم پاس کر رہا ہوتا تو اب تک میں تمہارا یوز کر چکا ہوتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہے مگر میں اپنے ساتھ تمہیں بھی کانٹوں پہ نہیں گھسیٹ سکتا میرا مستقبل کیا ہے مجھے ابھی خود نہیں پتہ "فائز نے دھیمے لہجے میں اسے سمجھانا چاہا تھا "تو یہ بات تمہیں تب سوچنی تھی نہ جب تم مجھے اس راہ پہ لے کر آئے تھے تمہارے لیے میں نے اپنی زندگی داؤ پہ لگا دی ہے اور تم کہہ رہے ہو میں واپس پلٹ جاؤں کیسے واپس پلٹ جاؤں کیا رستہ بچا ہے میرے پاس اگر میں جاؤں گی واپس تو کیا میرے ماں باپ مجھے قبول کر لیں گے؟ اور اگر کر بھی لیں تو کیا مجھے وقاص سے شادی کرنی ہوگی جس سے کب سے میں بھاگ رہی ہوں؟" احواد اس کے سامنے سراپا سوال بنی کھڑی تھی "تم اک دفعہ ٹرائے کرو اگر تمہارے ماں باپ مان جاتے ہیں تو ان کے پاس چلی جاؤ ورنہ زعمیم تو ہے ہی مجھے یقین ہے وہ تمہیں زندگی میں کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا" اس کی بے حسی پہ احواد اسے دیکھتے رہ گئی تھی "میں جانتا ہوں اس وقت میں تمہیں بے حس، بے وفا اور اس دنیا کا سب سے برا انسان لگ رہا ہوں لیکن میرا یقین کرو احواد میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے ساتھ تمہیں بھی کانٹوں پہ گھسیٹوں تمہیں آسائشات میں پلٹی بڑھی لڑکی ہو ان حالات میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکو گی مجھے اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہے میں خود نہیں جانتا تم سب کچھ بھول کے زعمیم کے ساتھ اپنی اک نئی زندگی کا آغاز کرو دیکھنا تم بہت جلد بھول جاؤ گی کہ کوئی فائز بھی تھا اب چلتا ہوں بس یہی سب سمجھانے آیا تھا اللہ حافظ "فائز اک الوداعی نظر اس پہ ڈالتا تیزی سے قدم اٹھاتا یونی سے نکل گیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا اس کے آنسو سب کے سامنے گریں اور اس کا بھرم ٹوٹ جائے اس کے جانے کے بعد کئی لمحے احواد وہی بے حس و حرکت خالی دماغ کے ساتھ وہاں بیٹھی رہی تھی کچھ دیر بعد وہ

Posted On Kitab Nagri

اٹھی تھی اور بالکل گم سم انداز میں یونی کا گیٹ کراس کر گئی تھی اور بغیر ادھر ادھر دیکھے سڑک پہ اک طرف کو چلنے لگی تھی

سلیمان واپس جاچکا تھا اور اس کے ساتھ ہی غزل بھی کیونکہ اس کے فرینڈز اپنی بیگمات کے ساتھ اس سے اک زبردست قسم کی پارٹی لینا چاہتے تھے جس میں غزل کی بھی موجودگی ہو اس لیے وہ غزل کو بھی ساتھ لے گیا تھا جبکہ زین گاؤں میں ہی تھا اور حشمت صاحب کے ساتھ ڈیرے بھی جاتا تھا اس نے ہر طرف گہری نظر رکھی ہوئی تھی کہ کہی کوئی اور بھی تو وقاص کے ساتھ ملوث نہیں لیکن اسے کسی کی کوئی حرکت مشکوک نہیں لگی تھی جس سے وہ ان سب سے مطمئن ہو گیا تھا اب بس اس آدمی کو پکڑنا تھا جو کہ دودن سے غائب تھا اور ڈیرے کھلوا کے بھیجا تھا کہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک چودھری حشمت نے کہا تھا کہ وہ سے گھر سے اٹھلاتے ہیں لیکن زین نے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وقاص ان کی طرف سے زرا بھی مشکوک ہو اس لیے اس نے دودن سکون سے اس کا انتظار کیا تھا اور تیسرے دن وہ خود ہی آگیا تھا اس بات سے انجان کہ ڈیرے آتے ہی اسے سب سے پہلے دھر لیا جائے گا وہ تو اپنی طرف سے بالکل مطمئن تھا کہ اس کی طرف کسی کا شک جائے گا ہی نہیں کبھی کبھی انسان خود کو کچھ زیادہ ہی طرم خان سمجھ بیٹھتا ہے وہ سمجھتا ہے جو اس نے چلا جی سے کیا ہے کوئی اس نہج پہ سوچ ہی نہیں سکتا اس لیے وہ ہر طرف سے مطمئن ہوتا ہے بلکہ اوور کنفیڈنس ہوتا ہے اور یہی اوور کنفیڈنس اسے لے ڈوبتا ہے اور یہی اس شخص کے ساتھ ہونے والا تھا اس کے ڈیرے آتے ہی زین نے اسے کمرے میں طلب کر لیا تھا کمرے میں اس کے ساتھ چودھری حشمت بھی موجود تھے "چودھری صاحب آپ نے بلایا؟" کمرے میں آتے

Posted On Kitab Nagri

اس نے ہاتھ باندھتے مودبانہ لہجے میں کہا تھا "ہاں میں آپ سے کچھ سوال کروں گا جس کے ٹھیک ٹھیک جواب دینے ہیں آپ نے سمجھ گئے نا؟" زین نے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اور اس کے ارد گرد چکر لگانے شروع کیے تھے اور سرد لہجے میں اسے کہا تھا جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا اس کے اس انداز پہ اس آدمی کا ماتھا ٹھنکا تھا اور اس کے دل پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تھی یہ انسانی فطرت ہے کہ جب آپ کے دل میں چور ہو تو کسی کی عام انداز میں کہی بات بھی آپ کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتی ہے اور یہاں تو پھر اس کا لہجہ صاف صاف بتا رہا تھا کہ کیا بات ہو سکتی ہے "ہوں تو مجھے اچھے بچوں کی طرح سیدھی طرح بتائیں اس دن بابا سائیں کی بیہوشی کے دوران کس نے لا کر کھول کے اس میں سے پیسے نکالے ہیں؟" زین نے بغیر کسی لگی لپٹی کے سیدھا مین سوال پوچھا تھا اس کا سوال سنتے ہی اس آدمی کا رنگ اڑا تھا جو زین اور چودھری حشمت نے بخوبی نوٹ کیا تھا "چھوٹے چودھری جی ہم تو چودھری صاحب کے بیہوش ہوتے ہی انہیں حویلی لے گئے تھے تو ان کی بیہوشی میں کس نے اور کیوں پیسے نکالنے تھے؟" اس نے اپنی گھبراہٹ پہ قابو پاتے کہا تھا "دیکھیں آپ مجھے سیدھی طرح بتادیں آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اس لیے آپ کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ مجھے سچ اگلوانے کے بہت سے طریقے آتے ہیں" زین کے لہجے کے سرد پن میں مزید اضافہ ہوا جسے محسوس کرتے وہ آدمی کپکپاتا تھا "چھوٹے چودھری جی میں سچ کہہ رہا ہوں آپ چاہیں تو مجھ سے قسم،،،،، "شٹ اپ یہاں سچی بات کے لیے بھی قسم نہیں اٹھانی چاہیے اور آپ یہاں جھوٹی قسم کھائیں گے" زین اس آدمی کی بات کاٹتے دھاڑا تھا "چھوٹے چودھری جی میں سچ کہہ رہا ہوں یہاں سے کسی نے پیسے چوری نہیں کیے زعم کے علاوہ اس کمرے میں کوئی آتا جاتا نہیں ہے اور تالا بھی اس کی انگلی سے کھلتا ہے آپ اس سے پوچھیں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ ابھی بھی اپنی بات پہ قائم تھا "ٹھیک ہے مت بولیں سچ اب میں اپنے طریقے سے بلواؤں گا عزت را اس نہیں آئی آپ کو" زین نے کہا اور آگے بڑھ کے

Posted On Kitab Nagri

چودھری حشمت کی قمیض کی فرنٹ جیب سے پین نکالا تھا پین نکالتے وہ اس آدمی کی طرف بڑھتا تھا جو اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا چودھری حشمت بھی حیرانگی سے اسے دیکھ رہے تھے زین نے اس کے پاس پہنچتے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی انگلیوں کے درمیان پینسل پھنسا کے پیچھے کی طرف دباؤ ڈالا تھا جس سے اس کا پورا ہاتھ پیچھے مڑ گیا تھا درد اپنے ہاتھ میں درد محسوس کرتے وہ چیخا تھا "اب سیدھی طرح بتائیں کس نے پیسے چوری کیے ہیں اور کیوں کیے ہیں ورنہ یہ ٹارچر کرنے کا سب سے نچلے درجہ ہے اس سے زیادہ ٹرکس بھی ہیں آپ کا منہ کھلوانے کے لیے مگر وہ آپ برداشت نہیں کر سکیں گے "زین نے پینسل پہ مزید دباؤ ڈالا تھا جس سے درد مزید بڑھتا تھا "میں نہیں بتا سکتا وہ میرے گھر والوں کا نقصان پہنچائے گا" بالآخر اس نے ہار مان ہی لی تھی اس کی بات سے یہ تو ثابت ہو گیا تھا کہ چوری زعیم نے نہیں کی اس کی بات سن کے زین نے اپنی نظریں چودھری حشمت کی طرف گھمائی تھیں جو بے یقینی سے اس آدمی کو دیکھ رہے تھے اک نظر ان پہ ڈالنے کے بعد زین نے اپنی نظریں واپس اسی شخص پہ گاڑ ہی تھیں "اگر آپ نہیں بتائیں گے تو میں نقصان پہنچاؤں گا" زین نے کہا تو اس نے بے بس نظروں سے اسے دیکھا تھا "اگر آپ بتا دیتے ہیں یہ کس کا کام ہے تو میں آپ کو اور آپ کی فیملی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور نہ کسی اور سے پہنچیں دوں گا یہ گریٹی ہے میری لیکن اگر آپ نہیں بتائیں گے تو آپ کے ساتھ ساتھ آپ کی فیملی کو بھی اتنا ٹارچر کروں گا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے "زین نے ڈرایا اور وہ ڈر بھی گیا تھا "چھوٹے چودھری جی یہ سب وقاص صاحب نے کرنے کا کہا تھا اور مجھے پیسے دیے تھے میں یہاں کی پل پل کی خبر انہیں دیتا تھا اس دن زعیم کا ڈیرے سے جانے کا بھی میں ہی انہیں بتایا تھا اور چودھری صاحب کو پانی میں بیہوشی کی دواملا کے پلائی تھی وقاص صاحب کا ارادہ رجسٹر غائب کرنے کا تھا تاکہ چودھری صاحب زعیم کو بے عزت کر کے نکال دیں اور وہ ان کی نظروں میں اچھا بن جائیں چھوٹے چودھری مجھے معاف کر دیں میں بس

Posted On Kitab Nagri

پیسوں کے لالچ میں آگیا تھا "جب اپنی فیملی کی بات آئی تو اس نے فر فر سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا زین تو بالکل نہیں چونکا تھا کیونکہ اسے پہلے ہی یقین تھا کہ ان سب کے پیچھے وقاص کا ہی ہاتھ ہوگا لیکن چودھری حشمت کو تو صدمہ لگا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے وقاص زعیم کو ان کی نظروں سے گرانے کے لیے اس حد تک جاسکتا ہے "تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور آئندہ مجھے اپنی شکل مت دیکھنا چند پیسوں کے لیے غداری کی ہے تم نے میرے ساتھ "چودھری حشمت اپنا ضبط کھوتے چیخے تھے "نہیں بابا سائیں ابھی نہیں نکال سکتے ہم اسے اک دفعہ جو آدمی وقاص کے پیچھے چھوڑا ہوا ہے وہ اس کی حرکات و سکنات بتا دے پھر انہیں بھی نکال دیں گے اور اس وقاص کو بھی سبق سکھائیں گے "زین نے انہیں ان کے اس قدم سے روکا تھا "اور آپ بھی سن لیں وقاص کو پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ ہمیں پتہ چل چکا ہے پیسے اس نے چوری کیے ہیں ورنہ انجام بہت برا ہوگا "زین نے اسے بھی وارننگ دی تھی جو چودھری حشمت کے سامنے روتے گڑ گڑاتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا اس نے تیزی سے سر ہلایا تو زین نے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور خود چودھری حشمت کی طرف بڑھا جو سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھے تھے

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

احواد یونیورسٹی سے نکل کے سڑک کے اک کونے میں سر جھکائے چلی جا رہی تھی اس نے باہر رکتے زعیم کو دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ یہاں ہے بھی یا نہیں اس کا دماغ فلحال کچھ اور سوچنے میں مصروف تھا اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی رواں تھے اس کے دماغ میں اس وقت وہ ساری باتیں گھوم رہی تھیں جو اس نے کبھی سب سے بہت غرور سے کہی تھیں کہ وہ حویلی کی قید سے نکل جائے گی اپنے من پسند جیون سا تھی کے ساتھ

Posted On Kitab Nagri

اپنی من پسند زندگی گزارے گی لیکن یہاں تو اس زندگی کی شروعات ہونے سے پہلے ہی اس کا اختتام ہو گیا تھا اور وہ بس خالی ہاتھ رہ گئی تھی اور شاید وہ رو بھی اسی لیے رہی تھی ناکہ فائز کے چھوڑ جانے کے لیے آج کل کے دور میں محبت عام ہو چکی ہے وقتی پسندیدگی اور اٹرکیشن کو محبت کا نام دے کر ہم بہت آگے بڑھ جاتے ہیں اور جب دونوں میں سے کوئی اک چھوڑ دیتا ہے تو دوسرا کچھ دن اسے کو سنے دیتا ہے اور پھر سب کچھ بھلا کے آگے بڑھ جاتا ہے احواد کو بھی فائز کے ساتھ اٹرکیشن تھی اس کی لکس کو لے کر نہیں بلکہ اس بات کو لے کر فائز کے ساتھ شادی کر کے وہ حویلی کی چار دیواری سے نکل سکتی اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتی ہے مگر اب جب فائز اپنی مجبوریاں بتا کے اسے چھوڑ کے جا چکا تھا تو وہ اسے بے وفالگ رہا تھا "ارے اداس بلبل اکیلی کہاں جا رہی ہے؟ عاشق چھوڑ گیا کیا اس کیے رو رہی ہے؟ چل کوئی نہیں اگر وہ نہیں ہے ہم تو ہیں نا اس کی کمی ہم پوری کر دیتے ہیں" احواد جو اپنی سوچوں میں مگن بس چلی جا رہی تھی اپنے پاس سے آتی آواز پہ اس نے چونک کے سراٹھایا تو اک طرف دولڑکے کھڑے خباثت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے اپنی سوچوں میں مگن وہ یونیورسٹی سے بہت آگے نکل آئی تھی اور اب جہاں وہ تھی وہ بالکل سنسان روڈ تھا احواد نے بے ساختہ خود کو کوسہ تھا وہ کیوں سوچوں میں اتنی ڈوب گئی تھی کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کہاں آگئی ہے یقیناً زعمیم اسے لینے نہیں آیا تھا ورنہ وہ یونی سے نکلتے اسے دیکھ لیتا احواد نے سر پہ اوڑھی چادر مزید آگے کھینچی تھی اور ان دونوں کو انور کرتے اس نے تیزی سے اپنے قدم آگے بڑھائے تھے اسے آگے بڑھتے دیکھ کر ان دونوں نے بھی اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیا تھا یقیناً سنسان روڈ پہ اکیلی لڑکی کو دیکھ کر وہ شیر ہو رہے تھے "یہ تو بتا دو کہاں جا رہی ہو ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں اپنے پیروں کو اتنی زحمت کیوں دے رہی ہو؟" ان میں سے اک نے گھٹیا پن سے کہا تھا اور پھر دونوں اک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہنس دیے تھے ان کی باتیں سن کے احواد کے پہلے سے بہتے آنسوؤں میں مزید

Posted On Kitab Nagri

اضافہ ہوا ساتھ ہی اس نے اپنی رفتار پہلے سے تیز کی تھی اور دل ہی دل میں زعیم کے آنے کی دعا کی تھی ان کو بھی سپیڈ بڑھاتے دیکھ کر احواد نے بھاگنا شروع کر دیا تھا اسے بھاگتے دیکھ کر ان دونوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا تھا اور جلد ہی اسے جالیا تھا اور اب اس کے ارد گرد چکر لگاتے اسے ہوس بھری نظروں سے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہے تھے دیکھنے کو وہ بالکل دبلے پتلے لگ رہے تھے لیکن اک کمزور لڑکی کو دیکھ کر شیر لگ رہے تھے ہر کوئی کمزور پہ ہی تو اپنا رعب جماتا ہے جیسے چوہے کو دیکھ کر بلی شیر ہوتی ہے اور بلی کو دیکھ کر کتا اور کتے کو دیکھ کر شیر اپنے آپ کو طاقتور سمجھتا ہے بالکل ویسے ہی وہ بھی اک لڑکی کو دیکھ کر شیر ہو رہے تھے "چھمک چھلواویں اپنی بھی اور ہماری بھی انرجی ضائع کی ہے پکڑی تو تم گئی ہو پھر کیا فائدہ ہوا بھاگنے کا؟" ان میں سے اک نے احواد کی چادر کا کونہ پکڑتے دانت نکوستے کہا تھا "دیکھو مجھے جانے دو ابھی میرا شوہر آگیا نا تو تم لوگ بچو گے نہیں" احواد نے انگلی اٹھا کے کانپتی آواز میں انہیں دھمکی دی تھی "ارے ہم تو ڈر گئے ہا ہا ہا ہا" انہوں نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی اور ساتھ ہی قہقہہ لگایا تھا "وہ کیا ہے نا چھمک چھلو جب تک تمہارا شوہر آئے گا ہم تو اپنا کام کر چکے ہوں گے" اس کی گھٹیا بات پہ احواد کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں مزید اضافہ ہوا تھا آج بیچ روڈ میں دو گھٹیا مردوں کے درمیان لگڑے ان کی گھٹیا باتیں سنتے اسے اس چار دیواری کی اہمیت کی سمجھ آئی تھی جس سے وہ چھٹکارا پانا چاہتی تھی جو اسے قید خانہ لگتا تھا آج اسے سمجھ آیا تھا بابا سائیں ہر جگہ اس کے ساتھ زعیم کو یاد دونوں بھائیوں میں سے کسی اک کو کیوں بھیجتے تھے "چل پکڑ اسے اس پہلے کہ کوئی یہاں آئے" ان میں سے اک نے دوسرے کو کہا اور پھر دونوں اسے بازوؤں سے پکڑتے سڑک کے اطراف اُگی جھاڑیوں کی طرف گھسیٹنا شروع کیا تھسان کی اس حرکت پہ احواد زور زور سے چیخنے لگی تھی اور شدید مزاحمت شروع کر دی تھی اس دوران اس کا بیگ روڈ پہ گر گیا تھا وہ اسے آگے گھسیٹ رہے تھے لیکن احواد اپنا پورا زور لگا کے خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی تبھی ان کے پاس آکر اک بانیکر کی

Posted On Kitab Nagri

تھی ٹائرز کی چرچراہٹ پہ احواد کے ساتھ اسے گھسیٹتے ان دونوں نے بھی نظریں گھما کے بایک کو دیکھا تھا بایک پہ موجود زعمیم کو دیکھتے اس نے تشکر بھر اسانس خارج کیا تھا زعمیم بایک کھڑی کرتا اس سے اترتا تھا اس کی آنکھیں لال ہو چکی تھیں آج اس کی ناجانے کیسے آنکھ لگ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ لیٹ ہو گیا تھا ابھی وہ بایک فل سپیڈ پہ چھوڑتے یونی کی طرف جارہا تھا جب اسے کسی کے چیخنے کی آواز اسے ایسا لگا تھا جیسے آواز احواد کی ہو لیکن اس نے خود ہی اپنی بات کی تردید کی تھی کہ وہ یہاں کیسے ہو سکتی یونی میں ہی کھڑے ہو کر اس کا انتظار کر رہی ہو گئی پھر مسلسل چیخوں کی آواز سن کے اس نے سپیڈ اور بڑھائی تھوڑی آگے جا کر ہی اس دو آدمی اک لڑکی کو جھاڑیوں کی طرف گھسیٹتے نظر آئے احواد کی چادر کو پہچانتے زعمیم کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلی تھیں اس کی چادر وہ اچھی طرح پہچانتا تھا جواب سر سے اتر کے کندھوں پہ ڈھلکی ہوئی تھی زعمیم خود پہ ضبط کھوتا بجلی کی رفتار سے ان تک پہنچا تھا اپنے پاس بایک رکے ان تینوں بھی چونک کے اسے دیکھا تھا احواد کی کندھوں پہ ڈھلکے چادر اور آنکھوں سے نکلتے آنسو دیکھ کر زعمیم کے اندر اک لاوا لگا تھا "چھوڑو اسے" زعمیم نے سرد آواز میں ان آدمیوں سے کہا تھا "کیوں چھوڑیں بھئی تیری بہن لگتی ہے کیا؟" ان میں سے اک نے بد تمیزی سے کہا تو زعمیم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اک مکاپورے زور سے اس کے ناک پہ مارا تھا اس نے چیختے ہوئے احواد کا بازو چھوڑا تھا اک بازو آزاد ہوتے احواد نے دوسرے آدمی کے بازو میں پوری قوت سے اپنے دانت گھاڑے تھے اور اس کی گرفت ہلکی ہوتے ہی اسے دھکا دے کر وہ بھاگتی ہوئی زعمیم کے سینے سے جا کر لگی تھی اور اس کے پیچھے ہاتھ باندھتے زار و قطار رونا شروع کیا تھا اس کی اس حرکت پہ زعمیم اک پل کو ساکت ہوا مگر اگلے ہی پل اسے خود سے علیحدہ کرتے آہستگی سے اس کے سر پہ چادر ٹھیک کرتے اسے اک طرف کیا تھا اور ان کی طرف متوجہ ہوا تھا جن میں سے اک بھاگتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا جبکہ دوسرا ابھی تک اپنا ناک لے کر بیٹھا ہوا تھا اس نے قریب آتے مکا بنا کر زعمیم کو مارنا چاہا تھا زعمیم نے اس

Posted On Kitab Nagri

کامکا ہوا میں ہی روکتے دوسرے ہاتھ سے اس کے بھی ناک پہ اک پنچر سید کیا تھا اور پھر ان دونوں کو موقع دیے بغیر ان دونوں کو ٹھوکروں کی زد میں رکھ لیا تھا وہ دونوں بمشکل اس سے جان بچا کے وہاں سے بھاگے تھے ان کے جاتے زعیم نے آنکھیں بند کر کے دو تین گہرے سانس بھرتے خود کو ریلیکس کیا تھا اور پھر اک نظر روتی احواد پہ ڈالی تھی اسے اس پہ غصہ تو انتہائی شدید آرہا تھا لیکن وہ یہاں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے گھر جا کر اس کی کلاس لیتا زعیم نے تھوڑا سا آگے بڑھ اس کا بیگ روڈ سے پکڑ کے اسے تھمایا اور بایک سٹارٹ کر کے اس کے پاس لایا تھا "بیٹھیں" اس کے پاس بایک کھڑی کرتے اس نے سرد لہجے میں کہا تھا احواد بھی بغیر کچھ کہے خاموشی سے بیٹھ گئی تھی اور یہ خاموشی گھر آنے تک قائم رہی تھی گھر پہنچتے احواد تو سر جھکائے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ زعیم اماں اور انوشہ کے ساتھ بیٹھا تھا تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو احواد بغیر چلنچ کیے بیڈ پہ ہی بیٹھی ہوئی تھی جبکہ آنسو اب تھم چکے تھے زعیم دروازہ بند کرتے بیڈ کی طرف بڑھا تھا "ایسی کون سے ایمر جنسی آن پڑی تھی جو آپ نے میرا انتظار بھی نہیں کیا اور خود ہی منہ اٹھا کے نکل پڑیں یونی سے؟" اس کے پاس پہنچتے زعیم نے اس کے جھکے سر پہ نظریں جمائے سرد مہری سے پوچھا تھا مگر جواب میں وہ خاموش ہی رہی تھی "میں کچھ پوچھ رہا ہوں" اسے بازو سے پکڑ کے اک جھٹکے سے کھڑا کرتے وہ دبے دبے لہجے میں چلایا تھا مگر اب بھی جواب دینے کی بجائے اس نے رونا شروع کر دیا تھا "احواد میں کچھ بکواس کر رہا ہوں مجھے غصہ مت دلائیں بولیں یونی سے کیوں نکلی تھیں باہر اگر مجھے پہنچنے میں تھوڑی بھی دیر ہو جاتی تو آپ جانتی ہیں کیا ہو سکتا تھا" اس کا دوسرا بازو بھی اپنی گرفت میں لیتے زعیم نے اسے جھنجھوڑا تھا "فائز کہتا ہے وہ مجھ سے شادی نہیں کرے گا" احواد نے روتے ہوئے کہا تو زعیم کو جھٹکا لگا تھا وہ پوچھ کچھ رہا تھا اور وہ جواب کچھ دے رہی تھی "آپ کا دماغ تو نہیں کھسک گیا میں کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ کیا جواب دے رہے ہیں" زعیم نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں "وہ

Posted On Kitab Nagri

کہہ رہا تھا،،،،، "اس کی بات کو نظر انداز کرتے احواد نے روتے ہوئے اپنی اور فائز کی ساری گفتگو اس کے گوش گزاری تھی ز عیم گنگ سا سے بولتے ہوئے سن رہا تھا احواد کے بازوؤں پہ بھی اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھے اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اللہ نے اس کی وہ دعائیں بھی قبول کر لی ہیں جو اس نے مانگی ہی نہیں تھی کتنی ہی دیر وہ اسے دیکھتا رہا تھا "زیادہ خوش فہم مت ہو مسٹر ز عیم وہ اب بھی تمہیں نہیں چنے گی" ز عیم نے خود ہی اپنا مذاق اڑایا تھا اور گہرا سانس بھرتے خود کو کمپوز کیا تھا "اگر آپ کہیں تو میں فائز سے بات کروں؟" ز عیم نے دل کڑا کے کہا تھا ورنہ تو اس کی غیرت اس کے اندر سر پٹخ رہی تھی کہ خود ہی اپنی بیوی کے لیے کسی غیر مرد کو راضی کرنے کا بول رہا تھا "یہی سزا ہے میری اپنے ماں باپ کا دل دکھایا ہے میں نے اور ماں باپ کا دل دکھا کے کون خوش رہ سکتا ہے" احواد نے تو جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی اور رونا شروع کر دیا تھا "احواد پلینز چپ کر جائیں اگر اس سے نہیں تو میں آپ کے بابا سائیں سے بات کرتا ہوں کوئی بھی فرضی کہانی بنا کے سنا دوں گا اور مجھے یقین ہے وہ آپ سے اپنی ناراضگی بھی ختم کر دیں گے" ز عیم نے کہا تو احواد نے بس روتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا تھا ز عیم کے پاس کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں تھا ورنہ سمجھ آ رہا تھا کیا کرے بس بے بسی سے اسے روتا ہوا دیکھ رہا تھا

www.kitabnagri.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پبلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

Posted On Kitab Nagri

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp 0335 7500595

غزل اور سلیمان کو شہر آئے تین چار دن ہو چکے تھے سلیمان اپنے سارے دوستوں کو ٹریٹ بھی دے چکا تھا آج سٹرڈے تھا اور اس نے آفس سے چھٹی لی تھی تاکہ اسے شاپنگ کروا سکے اور پھر گاؤں کے لیے نکلتے غزل کو یہاں آکر اپنی یہاں گزری ساری زندگی یاد آگئی تھی اک تو اس کا دل کیا تھا کہ وہ جائے اور انہیں جا کر بتائے کہ جسے انہوں نے بوجھ سمجھ کے اتار پھینکا تھا کیسے کسی نے اسے اپنی گھر کی رانی بنایا ہوا تھا مگر اس میں دوبارہ وہی طعنے اور باتیں سننے کا حوصلہ نہیں تھا سلیمان اسے لیے مال آیا تھا پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے خود اتر کے اس نے غزل کے لیے دروازہ خود کھولا تھا اور اسے اپنے حصار میں لیے مال کے اندر چلا گیا تھا جبکہ وہی تھوڑی دور سڑک پہ موجود دو آنکھوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا تھا اور پھر تب تک وہی کھڑی رہی تھی جب تک وہ دونوں باہر نہیں آگئے تھے مال میں جانے کے بعد وہ دونوں کافی دیر بعد مال سے باہر نکل تھے اور دونوں کے ہاتھ شاپنگ بیگز سے بھرے تھے اور دونوں کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی انہیں دیکھتی دو آنکھوں میں رشک کے ساتھ حسرت

Posted On Kitab Nagri

بھی سمائی تھی شاپنگ بیگز رکھنے کے بعد گاڑی سٹارٹ کرتے اس نے روڈ پہ ڈالی تھی اور سڑک پہ کھڑی وہ عورت بھی اک رکشہ روک کے اس میں بیٹھی تھی اور رکشے والے کو ان کا پیچھا کرنے کا کہا تھا وہ گاڑی جہاں جہاں جا رہی تھی رکشہ بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اک گاؤں میں پہنچے تھے اس عورت نے حیرت سے گاؤں کو دیکھا تھا اور پھر سر جھٹکاتا تھا تھوڑی دیر بعد گاڑی اک حویلی کے سامنے رکی تھی اور دروازہ کھلتے ہی زن سے گاڑی اندر داخل ہو گئی تھی وہ عورت بھی رکشے سے اتری تھی اور رشک بھری نگاہوں سے اس عالیشان حویلی کو دیکھا تھا اس رکشے والے کو وہی کھڑے رہنے کا کہہ کے وہ خود آگے بڑھی تھی اور حویلی کا دروازہ کھٹکایا تھا چوکیدار کے پوچھنے پہ اس نے بتایا کہ وہ غزل کی ممانی ہے چوکیدار اسے وہی کھڑا کر کے خود اندر گیا تھا اور غزل کی ممانی کی آمد کا بتایا تھا جس پہ غزل سمیت سب چونک گئے تھے اک پل کو تو غزل ڈر گئی تھی کہ وہ یہاں کیا کرنے آئی ہیں لیکن پھر چودھری حشمت نے اسے اندر بلانے کا کہا تو اس نے خود پہ قابو پایا تھا "غزل میری بچی" غزل کو دیکھتے ہی اس کی ممانی نے اسے خود سے لپٹایا تو غزل سمیت سب ہکا بکارہ گئے تھے کہ غزل نے تو کہا تو وہ اچھے نہیں ہیں لیکن یہاں تو وہ والہانہ پن سے اسے گلے لگا رہی تھیں "تُو تو شادی کر کے ماموں ممانی کو بھول ہی گئی ہے اک دفعہ نہیں پیچھے مڑ کے دیکھا" ممانی نے خفگی سے کہا تو حیرت سے غزل کی آنکھیں ابل گئی تھیں "ایکسیوز می مامی جی اگر آپ کو یاد ہو تو آپ نے خود ہی نکاح کے بعد اسے دھکے مار کے میرے ساتھ بھیجا تھا اور واپس نہ آنے کا کہا تھا" غزل کو چپ دیکھ کر سلیمان بولا تھا "ہاں تو تب مجھے کہاں پتہ تھا تو اتنا میر ہے اس کلمو ہی کو نکالنے کے چکر میں تیری گاڑی پہ دھیان نہیں دیا تھا" وہ بڑبڑائی تھیں "بس بیٹا محلے والوں کی باتوں میں آگئے تھے ہم" ممانی نے لہجہ دکھی بنانے کی پوری کوشش کی تھی "تو اب کیسے نکل آئی ان کی باتوں سے؟" سلیمان نے طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا ممانی کو غصہ تو بہت آیا لیکن خود پہ کنٹرول کیا تھا "بس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی غلطی کا احساس

Posted On Kitab Nagri

ہو گیا ہے آج تم دونوں کو شاپنگ مال سے نکلنے دیکھا رہا نہ گیا تو پیچھا کرتے ہوئے یہاں آگئی ماشاء اللہ ہماری بیٹی تو یہاں راج کر رہی ہے "مممانی نے اک نظر ارد گرد ڈالتے خوش آمدی لہجے میں کہا تھا اور ان کی اس نظر سے سلیمان کی الجھن بھی دور ہو گئی تھی جو کب سے ان کی آمد کی وجہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا "ہاں جی میں سوچا مامی نے تو بچپن سے بہت ظلم کے پہاڑ توڑ لیے ہیں میں تو اسے رانیوں کی طرح رکھوں "سلیمان نے انہیں غصہ دلانے کی کوشش کی تھی اور اپنی کوشش میں کامیاب بھی رہا تھا "ایسے بھی کون سے ظلم کے پہاڑ توڑیں اب ہم نے پالا پوسا ہے تو ڈانٹنے کا تھوڑا بہت حق تو رکھتے ہیں ہم "مممانی نے بمشکل غصہ دبایا تھا وہ دونوں بول رہے تھے باقی سب باری باری ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہے تھے "ہاں ڈانٹنے کا حق ذلیل کرنے کا نہیں غزل نے مجھے سب کچھ بتایا ہوا ہے اس لیے زیادہ بھولا بننے کا نالٹک مت کریں "سلیمان بغیر کسی لگی لپٹی کے بولا تھا "اولٹ کے میرے منہ مت لگ اپنی جس بیوی کو طرفداری میں اتنا بول رہا ہے جانتا کیا ہے اس کے بارے میں تجھے کیا پتہ تجھ سے پہلے یہ کتنے لڑکوں کے ساتھ منہ کالا کر چکی ہے "سلیمان کو کسی طرح بھی اپنی باتوں میں آتنا نہ دیکھ کر وہ اپنی اصلیت پہ آئی تھیں غزل نے بے یقینی سے اپنی مممانی کو دیکھا تھا جو سب کے سامنے اس کے کردار کو مشکوک کر رہی تھیں ان کی گھٹیا بات پہ باقی سب نے بھی غصے سے انہیں دیکھا تھا "بس چپ کریں مجھے اپنی بیوی کا کریکٹر سرٹیفکیٹ کسی سے نہیں چاہیے آپ سے تو بالکل بھی نہیں اس لیے اپنا رستہ ناپیے یہاں سے اور دوبارہ کبھی ادھر کا رخ بھی مت کرے گا ورنہ نتائج بہت برے ہوں گے "سلیمان نے صاف اور سیدھے لفظوں میں انہیں جانے کا کہا تھا مممانی ان دونوں کو کوسی وہاں سے چلی گئی تھیں وہ تو یہ سوچ کہ آئی تھیں کہ وہ سب کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسا کے ان سے جان پہچان بنا لے گی اور غزل کے ذریعے پیسے بھی بٹورتی رہیں گی لیکن یہاں تو کسی نے انہیں منہ ہی نہیں لگایا تھا ان کی آمد سے چودھری حشمت اور چودھرائن تھوڑا مطمئن ہو گئے تھے ورنہ ان کے دل میں کہی نہ کہی یہ

Posted On Kitab Nagri

بات تو تھی کہ سلیمان کہی جھوٹ تو نہیں بول رہا مگر آج اس کی ممانی کی آمد سے وہ شک بھی دور ہو گیا تھا ساتھ ہی انہیں ممانی کی سوچ پہ بھی دکھ ہوا تھا جو اپنے شوہر کی سگی بھانجی پہ کیچڑا چھالنے سے باز نہیں آئی تھیں

رات کا وقت تھا سب اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے چودھری حشمت احواد کی تصویر کو لے کر بیٹھے ہوئے تھے اور بس یک ٹک اسے دیکھے جا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ وقاص کے پیچھے چھوڑے گئے جاسوس کی باتیں ان کے دماغ میں گھوم رہی تھیں "چودھری صاحب آپ کے کہنے کے مطابق میں وقاص صاحب پہ نظر رکھی تھی کہ وہ کیا کرتے ہیں کہاں جاتے ہیں اس دوران جو مجھ پہ انکشافات ہوئے ہیں وہ اچھے نہیں ہیں" اس آدمی نے سر جھکائے بتایا تھا "وقاص صاحب کے ڈیرے پہ اک کمرہ ہے جو ان کے لیے مختص ہے وہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں ہے اور جہاں تک مجھے شک ہے وہاں شراب ہے اور اس کے علاوہ رات کے اندھیرے میں اک لڑکی کو ڈیرے لایا گیا تھا اور صبح اندھیرہ چھٹنے سے پہلے وہ چلی گئی تھی وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی اور کیوں آئی تھی یہ نہیں پتہ مجھے" اس کی باتیں سن کے چودھری حشمت سمیت زین اور سلیمان بھی حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے وہ آدمی اک دو اور باتیں بتانے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ زین اور سلیمان بھڑکے ہوئے تھے وقاص سے باز پرس کرنے کے لیے جنہیں چودھری حشمت نے بمشکل ٹھنڈا کیا تھا وہ وقاص کے سارے کرتوت اس کے ماں باپ کے سامنے کھولنا چاہتے تھے اب احواد کی تصویر دیکھتے انہیں شدت سے اس کی یاد آرہی تھی اس نے بارہا کہا تھا کہ اسے وقاص سے شادی نہیں کرنی مگر انہوں نے اس کی اک بھی نہیں سنی تھی اب وہ سوچ رہے تھے اگر احواد یہ قدم نہ اٹھاتی اور وہ اس کی شادی وقاص کے ساتھ کروادیتے اور اس کے بعد وقاص کی

Posted On Kitab Nagri

اصلیت کھلتی تو وہ کیا کرتے پھر احواد سے ان کا دھیان ہٹتا زعمیم کی طرف چلا گیا تھا انہوں نے ہمیشہ اسے بیٹا کہا تھا لیکن اب انہیں لگ رہا تھا انہوں نے اسے بس بیٹا سمجھا تھا مانا نہیں تھا اس نے دس سالوں سے ان کی زمینوں کا سارا نظام سنبھالا ہوا تھا اور کبھی اک پیسہ بھی ادھر ادھر نہیں ہوا تھا مگر پھر کیسے اک لمحے میں ہی اسے بے اعتبار بنا دیا تھا "کیا سوچ رہے ہیں؟" وہ اپنی سوچوں میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ چودھرائن کب کمرے میں آئی تھیں اب ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھنے پہ وہ چونکے تھے "کچھ خاص نہیں" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے دوبارہ نظریں احواد کی تصویر پہ جمادی تھیں ان کی نظروں کے تعاقب میں چودھرائن نے بھی ان کے ہاتھ میں پکڑی تصویر کو دیکھا تھا "نیک بخت آج مجھے تمہاری ساری باتوں میں سچائی نظر آرہی ہے آج جب وقاص کی حقیقت سامنے آئی تو میں اپنی نظروں میں ہی گر گیا ہم ماں باپ سوچتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اپنی اولاد کا بھلا چاہتے ہیں ہم ماں باپ ہیں ان کا براتو نہیں سوچ سکتے نا لیکن شاید ہم بھول جاتے ہم نے مستقبل میں جھانک کے نہیں دیکھا ہوا اگر بچوں کے فیصلے غلط ہو سکتے ہیں تو بعض اوقات ماں باپ کے بھی غلط ہو سکتے ہیں" تصویر پہ ہی نظریں جمائے وہ بول رہے تھے "اور زعمیم اسے تو میں نے ہمیشہ بیٹا کہا اور ہمیشہ یہی کہا کہ وہ مجھے اپنے بیٹوں سے بھڑکے ہے لیکن غلط تھا میں میرے دل میں کہی نہ کہی یہ تھا کہ وہ بس ہمارا ملازم ہے اسی لیے میں نے جھٹ اسے چورمان لیا اگر میرے سگے بیٹوں پہ کوئی ایسا الزام لگاتا تو یقیناً میں فٹ سے اس کی بات کی تردید کرتا کہ میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا مگر زعمیم کے لیے میں نے یہ نہیں کہا "ان کی آنکھ سے اک آنسو نکلا تھا "جب ان دونوں نے نکاح کیا تھا تب میں دونوں کو مارنے سے بھی گریز نہ کرتا مگر عزت آڑے گئی تھی اب مجھے سمجھ آیا کہ ہمیں اپنی اولاد سے زیادہ اپنی عزت پیاری ہوتی ہے زیادہ تر ہم ہی اولاد پہ اپنے فیصلے تھوپتے ہیں تاکہ خاندان جڑے رہیں اس دوران چاہے ہماری اولاد ٹوٹ جائے ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی" وہ بولتے جا رہے تھے چودھرائن نے بھی انہیں

Posted On Kitab Nagri

نہیں ٹوکا تھا تاکہ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں "لیکن اولاد کو بھی تو ایسا نہیں کرنا چاہیے نا اپنی آخری حد تک زور لگانا چاہیے ماں باپ کا دل پسچ ہی جاتا ہے شاید میں بھی مان جاتا لیکن احواد نے تو میرا مان ہی توڑ دیا "اپنی غلطی ماننے کے ساتھ انہوں نے شکوہ بھی کیا تھا "ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ لیکن زیادہ تر ماں باپ کے دل نہیں پسجتے وہ اپنی پرورش اپنے پیار محبت کا واسطہ دے کر اپنی اولاد کو منا ہی لیتے ہیں "چودھرائن نے نرمی سے کہا تو چودھری حشمت نے کچھ کہے بغیر احواد کی تصویر کو سینے سے لگا لیا تھا

بہت زیادہ رونے اور ٹینشن کی وجہ سے اگلے دن احواد کو بخار نے آن گھیرا تھا اس کے رونے پہ زعیم مسلسل کڑھتا رہا تھا بارہا اس کا دل کیا کہ وہ احواد کو ٹوک دے وہ کیوں اس کے لیے رورہی ہے مگر ہمیشہ کی طرح چپ ہی رہا تھا زعیم کو لگ رہا تھا کہ وہ فائز کے لیے رورہی ہے جبکہ وہ اس بات کو لے کر رورہی تھی جب چودھری حشمت کو اصل بات کا پتہ چلے گا تو اسے کتنی شرمندگی ہوگی جس شخص اور جس زندگی کے لیے اس نے ماں باپ کو چھوڑ دیا وہ دونوں ہی اس کے ہاتھ نہیں آئے تھے ٹھنڈے پانی کی پٹیوں اور میڈیسن سے بخار کا زور ٹوٹ چکا تھا مگر نقاہت ابھی باقی تھی شام کو زعیم اس کے لیے پرہیزی کھانا لے کر آیا تو احواد آنکھیں موندے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے نیم دراز تھی "یہ کھانا کھالیں "زعیم کی آواز پہ اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی زعیم کھانے کی ٹرے تھا مے کھڑا تھا "مجھے کھانا نہیں کھانا مجھے بابا سائیں اور اماں سائیں سے ملنا ہے وہ بھی ابھی "زعیم اس کی بے وقت کی فرمائش پہ حیران ہوا تھا "یہ آپ کو بیٹھے بیٹھائے وہاں جانے کی کیا سوچی؟ اور ویسے بھی اس گھر کے دروازے ہم پہ بند ہیں "زعیم نے کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی تھی اور اسے یاد دلایا کہ ان دونوں کا حویلی جانا ممنوع

Posted On Kitab Nagri

ہے "میں معافی مانگ لوں گی چاہے ان کے قدموں میں ہی کیوں نہ گرنا پڑے مجھے میں گروں گی مگر مجھے بابا سائیں اور سائیں سے ابھی کہ ابھی ہی ملنا ہے" اس کے لہجے میں ضد کا عنصر شامل تھا زعیم حیران ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے نارمل تھی اور اب اچانک سے حویلی جانے کی ضد لگا کے بیٹھ گئی تھی "پہلے تو فائز کے ساتھ جانا تھا اسی لیے یہاں رہ رہی تھیں اب تو یہاں رہنے کا کوئی جواز ہی نہیں بچا تو حویلی جانے کی ضد کریں گی ہی" زعیم کے دماغ میں یہ سوچ آئی تو اس نے لب بھینچے تھے "آپ کھانا کھا کے میڈیسن لیں پھر لے چلتا ہوں" زعیم کی سنجیدگی سے بھرپور آواز گونجی تھی جسے سن کے احواد نے جھٹکے سے اسے دیکھا تھا کہ کبھی جھوٹ تو نہیں بول رہا مگر اس کے چہرے پہ بس سنجیدگی چھائی ہوئی تھی جس سے وہ کچھ بھی اخذ نہیں کر سکی تھی مگر پھر بھی خاموشی سے سائیڈ ٹیبل سے ٹرے اٹھا کر سامنے کی اور کھانا کھانے لگی کھانے کے بعد زعیم نے اسے میڈیسن دی اور اور ٹرے اٹھا کے خود ہی کچن میں رکھ آیا تھا انوشہ کے گرنے کے بعد وہ اسے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا تھا اور اماں کو آواز دینا اچھا نہیں لگا تھا اسی لیے وہ خود ٹرے رکھ آیا تھا واپس آ کر اس نے الماری سے چادر نکال کے احواد کو پکڑائی تھی اس دوران احواد بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اماں کو بتا کے وہ حویلی کے لیے نکل گئے تھے پی جانے کی بجائے زعیم اسے بایک پہ لے گیا تھا حویلی کے سامنے رکتے دونوں کی دھڑکنیں اک دم تیز ہوئی تھیں زعیم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو چوکیدار نے کھولا تھا پہلے تو اس نے حیرانگی سے دونوں کو دیکھا تھا کیونکہ وہ شادی کے بعد پہلی دفعہ آئے تھے پھر جلد ہی حیرت پہ قابو پاتے اک طرف ہوتے انہیں اندر آنے کا رستہ دیا تھا وہ دونوں اندر گئے تو سبھی برآمدے میں بیٹھے نظر آ گئے تھے "احواد میری بچی" سب سے پہلے چودھرائن کی نظر ان پہ پڑی تھی اور والہانہ انداز میں ان کی طرف بڑھی تھیں باقی سب نے بھی چونک کے انہیں دیکھا تھا چودھرائن احواد کو گلے لگا کے رو دی تھیں احواد بھی رو رہی تھی زعیم صحن میں ہی کھڑا ہو گیا تھا اور سر جھکائے پاؤں سے ہلکے ہلکے

Posted On Kitab Nagri

فرش پہ ٹھو کریں رسید کر رہا تھا چودھری حشمت انہیں دیکھ کے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے ان سے الگ ہو کے احواد اپنے بھائیوں کی طرف بڑھی تھی "زعیم تم کیوں وہاں کھڑے ہو اندر آؤنا" چودھرائن اسے وہی سر جھکائے کھڑا دیکھ کر نرمی سے بولی تھیں "میں سمجھا شاید اک چور کے کیے آپ کے گھر میں جگہ نہ ہو اس لیے میں پیچھے ہی رک گیا" زعیم نے سراٹھا کے اک زخمی مسکراہٹ چہرے پہ لیے کہا تھا اس نے کوئی طنز نہیں کیا تھا مگر وہ سب شرمندہ ہو گئے تھے سلیمان احواد کو چھوڑ کے اس کی طرف بڑھا تھا اور پیچھے زین بھی جبکہ زعیم خاموشی سے ان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھ رہا تھا انہیں زعیم کی طرف بڑھتے دیکھ کر احواد بھی پریشان ہوئی تھی کہ جانے وہ کیا کرتے "بھئی غلطیاں انسان سے ہی ہوتی ہیں نا ہم سے بھی ہو گئی کہ بنا تحقیق کے اتنا بڑا الزام لگا دیا تم پہ ہم شرمندہ ہیں اور معافی بھی مانگ لیں اور تم نے بھی ہماری سب سے قیمتی شے چوری کی ہے لیکن ہمیں منانے کے لیے سوری ابھی تک نہیں بولا" سلیمان کے شرارتی انداز میں کہنے پہ احواد اور زعیم نے حیرانگی سے پہلے اک دوسرے کو دیکھا اور پھر سلیمان کو دیکھا تھا وقاص کی اصلیت جاننے کے بعد سلیمان کا زعیم کے لیے غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا تھا جیسے بھی تھا زعیم نے ان کی بہن کو وقاص سے بچا ہی لیا تھا نہیں تو وہ اس کی زندگی جہنم بنا دیتا "اس طرح حیرانگی سے دیکھ کے شرمندہ مت کرو ہمیں پتہ چل چکا ہے وقاص کس قماش کا ہے اور پیسے بھی اسی نے ہی چرائے ہیں" اس کی حیرانگی دیکھتے سلیمان نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو اک طنزیہ ہنسی اس لے لبوں پہ آئی تھی یعنی انہیں گواہیوں پہ یقین تھا لیکن اس پہ نہیں تھا "اماں سائیں بابا سائیں؟" اس کے کچھ کہنے سے پہلے احواد کی روہانسی آواز وہاں گونجی تھی "اپنے کمرے میں گئے ہوں تم دونوں وہی جاؤ شاہاش کچھ نہیں کہیں گے وہ" چودھرائن نے انہیں پکارتے ہوئے اندر جانے کا کہا تو وہ دونوں دھڑکتے دل کے ساتھ چودھری حشمت کے کمرے کی طرف بڑھے تھے وہ دونوں کمرے میں آئے تو چودھری حشمت سر جھکائے بیڈ پہ بیٹھے ہوئے تھے

Posted On Kitab Nagri

انہیں اس طرح بیٹھے دیکھ کر دونوں کے دل دکھے تھے زعیم تو دروازے کے نزدیک ہی کھڑا ہو گیا جبکہ احواد تقریباً بھاگتے ہوئے ان کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئی تھی ان تینوں کے سوا کوئی کمرے میں نہیں تھا "بابا سائیں مجھے معاف کر دیں پلیز بابا سائیں میں مانتی ہوں میں آپ کی اچھی بیٹی نہیں ہوں مگر پھر بھی مجھے معاف کر دیں پلیز" ان گٹھنے پہ سر رکھتے احواد نے روتے ہوئے کہا تھا "نہیں تم معافی مت مانگو معافی تو مجھے مانگنی چاہیے میں نے تم دونوں کے ساتھ غلط کیا ہے تمہاری بات نہ مان کے اور زعیم پہ اعتبار نہ کر کے "چودھری حشمت نے اپنا کانپٹا ہوا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا تو احواد نے بے یقینی سے سر اٹھا کے انہیں دیکھا تھا اور ان کی آنکھوں میں موجود آنسو دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی تھی "میں پہلے سوچتا تھا اگر تم دونوں نے شادی کرنی بھی ہے تو مجھے بتاتے میں کچھ دیر ناراض رہتا مگر پھر مان جاتا بس تم لوگ میرا مان نہ توڑتے مگر اب اس بات کا احساس ہوا میں تب بھی نہ مانتا اور شاید غصے میں تمہارا نکاح وقاص سے کروا دیتا "چودھری حشمت کے معافی مانگنے پہ وہ دونوں تڑپ اٹھے تھے "نہیں بابا سائیں آپ معافی مت مانگیں اور زعیم کا تو کوئی قصور بھی نہیں ہے ان سب میں بس میں اپنے سواد کے لیے بے حس ہو گئی تھی جو اپنے مان باپ کی بھی پرواہ نہیں کی اور اسی بات کی سزا ملی ہے مجھے "اس کی بات پہ چودھری حشمت نے چونک کے اسے دیکھا تھا "احواد نہیں "زعیم نے سختی سے اسے کچھ بھی بتانے سے منع کیا تھا مگر احواد نے اس کی بات کو نظر انداز کیا تھا کیونکہ بقول اس کے آج تک جو بھی کیا تھا زعیم نے کیا تھا اسے بھی اس کے احسانوں کا کچھ بدلنا چکانا چاہیے اس لیے وہ اس کی پوزیشن کلیئر کرنا چاہتی تھی "میں اور زعیم اک دوسرے کو پسند نہیں کرتے بلکہ میں اپنے کلاس فیلو کو پسند کرتی تھی میں نے بہت دفعہ آپ سے کہا تھا کہ مجھے وقاص سے شادی نہیں کرنی مگر آپ نہیں مانے تھے تبھی اک دن میں نے زعیم کو کسی کے ساتھ بات کرتے سنا تھا کہ اسے اپنی بہن کے علاج کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے تو میرے دماغ میں آئیڈیا آیا کہ زعیم کو پیسے میں

Posted On Kitab Nagri

دیتی ہوں اور بدلے وہ مجھ سے نکاح کرے گا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے جبکہ فائز کو آپ مارنے سے بھی گریزنہ کرتے نکاح اس شرط پہ ہوا تھا کہ میں اسے پیسوں دوں گی بدلے میں وہ مجھ سے نکاح کر کے کچھ عرصہ مجھے ساتھ رکھے گا "احواد سانس لینے کے لیے رکی تھی جبکہ چودھری حشمت کی بے یقین نظریں اس پہ جمی تھیں "کیونکہ اس کی جاب نہیں تھی اور تب تک میں زعیم کے ساتھ ہی رہتی لیکن کل وہ مجھے چھوڑ گیا یہ کہہ کے اس کے باپ کے مرنے کے بعد ساری ذمہ داری میری ہے اور میں پہلے باہر جا کر اپنے پیروں پہ کھڑا ہوں گا پھر اپنی بہنوں کی شادی کروں گا پھر اپنا سوچوں گا اور تم اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاؤ اور یہی ہونا چاہیے تھا میرے ساتھ کیونکہ ماں باپ کا دل دکھا کے کبھی کوئی خوش نہیں رہ سکتا "اپنی بات کے اختتام پہ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی "احواد کا تو مجھے پتہ تھا کہ وہ نادان ہے لیکن زعیم مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی اگر تم مجھے سے مانگتے پیسے میں نے تمہیں نہیں دینے تھے؟ "ان کے سوال پہ زعیم کا سر جھکا تھا "اور تم احواد میں تمہیں میں کیا کہوں غلط بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ کہی کہ کہی ہماری بھی غلطی ہے تمہیں دنیا کے سرد و گرم سے بچانے کے لیے ہم نے تم پہ کچھ زیادہ ہی سختی کر دی اس بات سے انجان کہ یہی چیز تمہیں ہم سے دور کر دے گی اور تم یہاں سے جانے کے لیے ہر حد پار کر جاؤ گی "چودھری حشمت کے تھکے تھکے لہجے میں کہنے پہ احواد کے آنسوؤں میں مزید اضافہ ہوا تھا "اچھا چلو اب رونا بند کرو جو ہونا تھا ہو گیا اسے بار بار دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے اور ہوتا ہی ہے جو اس رب کی ذات چاہتی تھی تم دونوں کا ملنا ایسے ہی لکھا تھا اور ہمارے سامنے وقاص کی اصلیت بھی ایسے ہی آئی تھی اس لیے کچھ بھی فضول سوچ کے تم لوگ خود کو دکھی مت کرو "احواد کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرتے انہوں نے نرمی سے کہا تھا "سائیں میں چاہتا ہوں یہ بات ہمارے درمیان رہے نہ آپ کے گھر والوں کو پتہ چلے نہ میرے گھر والوں کو "زعیم نے درخواست کی تو چودھری حشمت نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا

Posted On Kitab Nagri

تھا پھر جھک کے احواد کے بال چومے تھے "آپ دونوں باتیں کریں میں باہر ہوں" زعیم انہیں اکیلا چھوڑتے باہر نکلاتھا "بابا سائیں مجھے زعیم کے ساتھ نہیں رہنا" دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اندر سے آتی احواد کی آواز پہ اس کے قدم تھمے تھے یقیناً زعیم کی غیر موجودگی کا یقین ہوتے ہی اس نے یہ کہا تھا "دماغ درست ہے تمہارا احواد" چودھری حشمت کی غصے سے بھرپور آواز گونجی تھی زعیم کے چہرے پہ کئی رنگ آ جا رہے تھے اس سے پہلے کے اس کی ذات مزید ازاں ہوتی وہ بغیر کچھ سنے اور آگے بڑھ گیا تھا اور پھر وہاں رکنے کی بجائے بایک بھگا کے لے گیا تھا "درست ہے دماغ بابا سائیں مگر اس کے پہلے ہی بہت سے احسانات ہیں مجھ پہ اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ ہمیشہ میرے نام کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کے بجائے اس کے اپنے بھی تو کوئی ارمان ہوں گے نا" بولتے ہوئے اس کا لہجہ بالکل پست تھا "اس بات کا پہلے تو نہیں خیال آیا" چودھری حشمت نے کہا تو گہرا سانس بھرتے اس نے آنکھیں موندتے سر دوبارہ ان کے گھٹنوں پہ رکھا تھا "اسی بات کا تو افسوس ہے میں نے اپنی خواہشات کی تکمیل میں اس شخص کے ساتھ بہت نا انصافی کی ہے وہ بہت اچھا انسان ہے میں اس کے لائق نہیں ہوں اس کے لیے تو کوئی بالکل اس جیسی ہونی چاہیے" بولتے ہوئے اس کی آنکھوں سے بے شمار آنسو ٹوٹ کے گرے تھے "ہاں بالکل وہ بہت نایاب ہے مگر جیسی باتیں تم نے اب کی ہیں اس کے سامنے نہ کر دینا یقیناً اللہ تم دونوں کی جوڑی ہی بنائی ہے اسی لیے تو نکاح کے اسباب بنائے اس نے اور اس لڑکے کا بھی تم لوگوں کی زندگیوں سے نکل جانا اسی سلسلے کی کڑی ہے اس لیے ساری باتیں بھلا کے اک نئی شروعات کرو" چودھری حشمت نے اس کا سر تھپتھپایا تو اس نے بس سر ہلایا تھا "زعیم کو کہنا کہ کل صبح تمہیں لے کر آئے وقاص کے کرتوت کھولنے ہیں اور تم دونوں اس کی گھٹیا حرکت کے گواہ ہو اس لیے تم لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے" چودھری حشمت نے اسے کل زعیم کے ساتھ آنے کی تاکید تھی "اچھا چلو اب باقی سب کے ساتھ بھی تھوڑی دیر بیٹھ لو پھر تم

Posted On Kitab Nagri

لوگوں کو گھر بھی جانا ہوگا "چودھری حشمت نے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر وہ دونوں باہر آئے تو انہیں زعیم کہی نہیں دکھا تھا پوچھنے پہ پتہ چلا کہ وہ جاچکا ہے احواد مزید کچھ دیر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھی تھی پھر چودھری حشمت کے کہنے پہ زین اسے گھر چھوڑنے گیا تھا چودھراؤ تو دوبارہ اپنی بیٹی کو حویلی میں چلتے پھرتے دیکھ کر اور دونوں باپ بیٹی کے درمیان اب کچھ ٹھیک ہونے پہ بے تحاشا خوش تھیں پورے رستے زین اسے ستاتا ہوا آیا تھا گھر پہنچ کے دروازہ بجانے پہ زعیم نے ہی دروازہ کھولا تھا اور زین کے ساتھ احواد کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی جس پہ جلد قابو پاتے اس سے بالکل لا تعلق ہوا تھا اور زین کو زبردستی اندر بلایا تھا جو گیٹ سے ہی باہر جا رہا تھا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد زین واپس چلا گیا تھا زعیم نے انوشہ کو میڈیسن دے کر اسے سلا یا تھا اور اماں کو بھی سونے کی تاکید کرتے وہ اپنے کمرے میں آیا تھا جہاں آج اسے کا آنے کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا وہ کمرے میں آیا تو احواد سونے کے لیے بیڈ پہ تکیہ سیٹ کر رہی تھی "آپ صوفے پہ سوئیں گی آج سے کیونکہ اب میں مزید صوفے پہ نہیں سو سکتا" زعیم کی آواز پہ اس کا تکیہ درست کرتا ہاتھ تھما تھا اور اس نے گردن گھما کے زعیم کو دیکھا تھا جس کے چہرے پہ خطرناک حد تک سنجیدگی چھائی ہوئی تھی احواد کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس نے کبھی اسے صوفے پہ سونے کا نہیں کہا تھا آج تو اس کی طبیعت بھی خراب تھی مگر پھر بھی وہ اسے صوفے پہ جانے کا بول رہا تھا وہ بھی خاموشی سے تکیہ اٹھاتی صوفے پہ آئی تھی زعیم بغیر کچھ کہے بیڈ کی طرف بڑھا تھا "بابا سائیں کہہ رہے تھے کہ کل ہم دونوں نے حویلی آنا ہے تاکہ وقاص کو ایکسپوز کیا جاسکے اور اگر وہ مکر جائے تو ہم اسے اس کی اس رات والی حرکت یاد دلائیں "احواد نے چودھری حشمت کا پیغام اسے دیا تھا "چلے جائیں گے" مختصر جواب دیتے پہلے سوئچ بورڈ کے پاس آتے لائٹ آف کی تھی پھر بیڈ پہ لیٹتے سر پہ چادر تان لی تھی اس کے ہر انداز سے سرد مہری صاف عیاں تھی "یہ ایسے بیہو کیوں کر رہا ہے؟" کہی اس نے میری بات تو نہیں سن لی "احواد نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب

Posted On Kitab Nagri

دیا مگر یہ جواب اس کو پریشان کر گیا تھا اگر ایسا ہوا ہو گا تو بہت برا ہو گا جس کے لیے اتنا کچھ کیا اگر اس کے منہ سے ہی اپنے لیے سنو کے وہ ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو کتنی انسلٹ فیل ہوئی ہوگی احواد شدید ٹینشن کا شکار ہوئی تھی اور انہی سب سوچوں میں اس کی آنکھ لگ گئی تھی

اگلے ہی دن چودھری حشمت نے وقاص سمیت اس کے سارے گھر والوں کو اپنے گھر بلایا تھا وہ سارے چودھری حشمت کے یوں اچانک بلانے پہ حیران تھے اس وقت برآمدے میں چودھری حشمت اور چودھری شجاعت دونوں کی ساری فیملی بیٹھی ہوئی تھی احواد اور زعمیم بھی تھے مگر وہ برآمدے کی بجائے روم میں تھے "بھائی صاحب آپ نے بتایا نہیں آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟" اپنے سارے گھر والوں کے دلوں میں میں مچلتا سوال چودھری شجاعت نے پوچھ ہی لیا تھا "تمہیں تمہارے بیٹے کے کر توت بتانے کے لیے بلایا ہے یہاں" چودھری حشمت نے اطمینان سے کہتے وقاص کو بے چینیاں سوہنی تھی "بھائی صاحب اگر آپ کی اولاد نے آپ کے سر میں خاک ڈالی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سب کی اولاد آپ کی اولاد جیسی ہے" بیگم شجاعت تو بھڑک اٹھی تھیں "میری اولاد نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے میرا سر جھکے اک نے بے سہارا لڑکی کو سہارا دیا ہے اور بیٹی نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے پہلے دکھ ہوا تھا لیکن وقاص کی اصلیت جان لینے کے بعد تو وہ دکھ بھی ختم ہو گیا ہے اب تو میں بھی اس کے فیصلے سے مطمئن ہوں" چودھری حشمت نے انہیں حیرت کا اک اور جھٹکا دیا تھا سب سے بری حالت تو وقاص کی تھی لیکن کنٹرول کر کے بیٹھا ہوا تھا تا کہ اس کی اندرونی حالت کسی پہ عیاں نہ ہو "بتایا سائیں آپ نے اپنی بیٹی اور داماد کو معاف ہی کرنا ہے تو ویسے ہی کر دیں یوں مجھے سب کے سامنے مشکوک تو

Posted On Kitab Nagri

مت بنائیں "وقاص نے معصومیت کا پتہ بنتے ہوئے کہا تھا اس کی اس ایکٹنگ پہ سلیمان اور زین کا خون کھولا تھا مگر چودھری حشمت کی وجہ سے چپ ہو گئے تھے "اچھا میں مشکوک بنا رہا ہوں تو کیا تم نے میرے لاکر میں سے پیسے نہیں چرائے؟ کیا تم نے رات کے اندھیرے میں زعیم اور احواد پہ حملہ نہیں کیا؟ کیارات کو تمہارے ڈیرے پہ لڑکیاں نہیں آتیں؟ کیا ڈیرے میں موجود اس کمرے میں شراب نہیں ہے جس میں تمہارے علاوہ کوئی نہیں جا سکتا؟" چودھری حشمت کے سوالوں پہ وقاص کا رنگ اڑا تھا جو کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہا تھا "وقاص یہ بھائی صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟" چودھری حشمت نے کڑے تیوروں سے اسے دیکھتے پوچھا تھا "نہیں بابا سائیں تایا سائیں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" وقاص نے اپنے ماتھے پہ چمکتا پسینا صاف کیا تھا بیگم شجاعت ان سب کو کچا چبا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھیں "اچھا غلط فہمی ہوئی ہے زین تم اس آدمی کو لے کر آؤ اور سلیمان تم جاؤ احواد اور زعیم کو بلاؤ" چودھری حشمت نے دونوں بھائیوں کو حکم دیا تو وہ دونوں سر ہلاتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے زین باہر چلا گیا جبکہ سلیمان اندر کی طرف بڑھ گیا تھا تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ احواد اور زعیم بھی تھے پنکھے کے نیچے بیٹھنے کے باوجود وقاص پسینے میں نہایا ہوا تھا "احواد بیٹا زرا اپنے تایا سائیں کو بتانا کہ اس رات کیا ہوا تھا" وقاص پہ نظریں جمائے انہوں نے احواد کو کہا تھا "کچھ دن پہلے کا ہی واقعہ ہے یہ زعیم کی بہن طبعیت خراب تھی ہم اسے لے کر ہسپتال گئے تھے اس کی بہن کو ایڈمٹ کر لیا گیا تھا اس لیے رات کو ہم دونوں ہسپتال سے واپس آ رہے تھے تو یہ اپنے آدمیوں کے ساتھ گاؤں کے داخلی رستے پہ کھڑا تھا اور اس سے پہلے اس نے مجھے میسج بھی کیا تھا کہ تمہارے لیے اک سر پرانز ہے یہ دیکھیں "احواد نے اپنے موبائل سے اس کا میسج نکال کے سب کے سامنے کیا تھا "اس کا ارادہ اپنے ہی خاندان کی عزت کو تار تار کرنا تھا مگر زعیم نے اس کا ارادہ ملیا میٹ کرتے گاڑی ریورس کی تھی اور اس نے ہمارا پیچھا کیا تھا ہم نے بمشکل چھپ کے اس سے اپنی عزت اور جان بچائی تھی" اس

Posted On Kitab Nagri

نے اک نفرت بھری نگاہ وقاص پہ ڈالی تھی چودھری شجاعت تو صدمے کی حالت میں یہ سب سن رہے تھے باقی سب کی بھی حالت ان سے مختلف نہ تھی اتنے میں زین بھی اک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا "بتاؤ انہیں کہ میرے لاکر سے دو لاکھ کس نے چرائے ہیں؟" چودھری حشمت نے اس آدمی کو ایچ بتانے کا کہا تھا "مجھے وقاص صاحب نے پیسے دیے تھے کہ میں چودھری حشمت اور زعیم کی پل پل کی خبر انہیں دوں اور میں نے ایسا ہی کیا پھر اک دن زعیم طبیعت خرابی کی وجہ سے گھر چلا گیا تو میں نے وقاص صاحب کو کال کی انہوں نے مجھے چودھری حشمت کو بیہوشی کی دوا پلانے کا کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا پھر جب وہ ڈیرے آئے تو ان کے آنے کے کچھ دیر بعد ہی چودھری صاحب بیہوش ہو گئے تھے پھر میں اور وقاص صاحب انہیں پکڑ کے لاکر تک لے گئے تھے اور ان کے انگوٹھے سے لاک کھول کے اس میں موجود دو لاکھ نکالا اور پھر چودھری صاحب کو حویلی لے آئے تھے یہ سب انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ زعیم چودھری صاحب کی نظروں سے گرسکے "اس آدمی نے سر جھکائے ساری بات ان کے گوش گزار دی تھی اس کے بات مکمل کرتے چودھری حشمت نے اسے جانے کا اشارہ کیا تھا فحال اسے کچھ عرصے کے لیے روپوش کیا جا رہا تھا کہ وقاص اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے "یہ آدمی جھوٹ بول رہا ہے یقیناً تائیا سائیں نے اسے پیسے دے کر یہ سب کرنے کا بولا ہے" وقاص چیخا تھا "ٹھیک ہے یہ ثبوت تھوڑے ہیں تو چلو ڈیرے جا کر اس کمرے کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہاں کیا ہے پھر دیکھتا ہوں میں تم کتنے ثبوت جھٹلاتے ہو" چودھری حشمت اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ساتھ ہی چودھری شجاعت کو بھی اٹھنے کا کہا تھا اور وقاص کو لیے وہ ڈیرے چلے گئے تھے اس دوران اسے اتنا بھی موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے آدمی کو کال کر کے وہ سب ہٹانے کا بولتا وہ سب ڈیرے پہنچے تو وہاں موجود تمام مزارعوں نے انہیں حیرت سے دیکھا مگر اپنے کام سے کام رکھا تھا ان کے معاملات میں وہ کیسے بول سکتے تھے چودھری شجاعت نے وقاص کے آدمی کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا تھا جسے وہ رد

Posted On Kitab Nagri

بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے بے بس نظروں سے اسے دیکھتے دروازہ کھول دیا تھا چودھری حشمت اور چودھری شجاعت اندر داخل ہوئے تو کمرے میں موجود دیوار گیر الماریوں میں شراب کی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں دیواروں پہ کچھ عریاں پوسٹرز چسپاں تھے چودھری شجاعت گنگ سے سب کچھ دیکھ رہے تھے وقاص نے یہ کہہ کے کمرہ ہمیشہ بند رکھا تھا کہ اکثر اس کے یار دوست آتے رہتے ہیں تو وہ انہیں لے کر حویلی تو جانا نہیں سکتا اس لیے یہاں اک روم بنایا تھا اور وہ ڈسٹ سے گندہ نہ ہو جائے اس لیے کمرہ بند رکھا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ بھی ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے چودھری شجاعت نے غصے سے بے قابو ہوتے وقاص کے چہرے پہ اک تھپڑ جڑا تھا اور غصے سے باہر نکل گئے تھے وقاص نے اک غصے بھری نظر چودھری حشمت پہ ڈالی اور ان کے پیچھے نکل گیا تھا ان دونوں کے نکلتے چودھری حشمت بھی باہر آ گئے تھے اور پھر دوبارہ حویلی واپس گئے تھے "یہ سب کیوں کیا تم نے وقاص؟" حویلی پہنچتے ہی چودھری شجاعت سر اپا سوال بنے کھڑی تھے "آپ کی وجہ سے آپ کے ہمیشہ مجھے نکما نکارہ سمجھا آپ کو تایا کے بیٹے اور وقار ہی مجھ سے قابل لگتے تھے آپ ہمیشہ میرا موازنہ دوسروں سے کرتے تھے تبھی میں نے غصے میں سوچا کہ برا تو آپ لوگ مجھے ویسے ہی سمجھتے ہیں تو اب میں اصل میں آپ کو برا بن کے دکھاؤ گا اک دن میرا دوست مجھے کوٹھے پہ لے گیا تبھی پہلی دفعہ میں نے شراب اور شباب کا نشہ کیا اور تب سے اب تک یہ دونوں چیزیں میرے ساتھ چل رہی ہیں" اس نے چودھری شجاعت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بغیر کسی خوف کے کہا تھا جبکہ چودھری شجاعت دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے "میں سوچتا تھا کہ میں اپنے سارے بدلے ان کی بیٹی کے ذریعے لوں گا مگر یہاں یہ کمیں بازی لے گیا اور میرے سارے ارادوں پہ پانی پھیرتے ان کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور یہ جو ہر وقت غیرت کا پرچار کرتے رہتے تھے انہوں نے بھی بغیر اسے کوئی سزا دیے اس کمیں کے ساتھ رخصت کر دیا" اس نے چودھری حشمت اور زعمیم کو نفرت بھری

Posted On Kitab Nagri

نظروں سے دیکھا تھا "تبھی میں نے اسے سب کی نظروں میں گرانے کے لیے پیسے چوری کیے اور اسی رات ان دونوں پہ حملہ کیا میں نے اچھی طرح سبق سکھاتا مگر یہ دونوں میرے ہاتھ سے بچ نکلے مگر کب تک اک نہ اک دن یہ میرے ہاتھ ضرور آئیں تب اپنا ہر بدلہ لوں گا" اپنی ساری نفرت ان پہ انڈیلنے وقاص وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ باقی سب اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے

وقاص کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی مگر ابھی تک ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پہ ساکت کھڑا تھا سب سے پہلے چودھری حشمت کا سکتہ ٹوٹا تھا اور انہوں نے آگے بڑھ کے چودھری شجاعت کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا جس پہ چودھری شجاعت نے خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھا تھا "تم بیٹھو یہاں اور غزل بیٹا جاؤ پانی لے کر آؤ" چودھری حشمت نے پہلے چودھری شجاعت کو بیٹھایا اور پھر غزل کو پانی لانے کا کہا وہ سر ہلاتے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا بیٹا اس حد تک چلا جائے گا "چودھری شجاعت کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی ان کو یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وقاص کا کوئی ایسا بھی روپ بھی ہے اتنے میں غزل پانی لے آئی تھی چودھری شجاعت نے خاموشی سے گلاس پکڑا اور پانی پی کے گلاس واپس پکڑا دیا تھا "دیکھو شجاعت اگر دیکھا جائے تو اسے یہاں تک پہنچانے میں تمہارا بھی ہاتھ ہے تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس کا موازنہ دوسروں بچوں کے ساتھ کرو" چودھری حشمت نے نرمی سے کہا "مجھے کیا پتہ تھا وہ ایسا ہو جائے گا مجھے لگا تھا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو شاید ان جیسا بننے کے چکروں میں وہ سدھر جائے" چودھری حشمت نے ان کے نقطہ نظر پہ افسوس بھری نظروں سے انہیں دیکھا تھا "ہر بچہ اپنی فطرت پہ پیدا ہوتا ہے وہ سب کچھ اپنی ماں کے پیٹ سے سیکھ کے نہیں آتا اگر وہ کچھ غلط

Posted On Kitab Nagri

کر رہا ہو تو اسے اس طرح سمجھانا چاہیے کہ اسے محسوس ہی نہ ہو کہ آپ اس کے مطلق بات کر رہے ہیں مگر اک بچے کا موازنہ دوسرے بچے کے ساتھ کرنا اس کی شخصیت تباہ کرنا ہی ہوتا ہے اور دیکھیں ہو گئی وقاص کی شخصیت تباہ اسے لگتا ہے کہ ہر کوئی اس سے بہتر ہے اس لیے وہ اپنے آپ کو کور کرنے کے لیے ایسے کام کرتا ہے "جوں جوں چودھری حشمت بولتے جا رہے تھے توں توں چودھری شجاعت کا سر جھکتا جا رہا تھا" اور بھر جائی آپ اسے ایسا بنانے میں آپ بھی برابر کی شریک ہیں جب اس کے سامنے دوسرے کے بچوں کی برائیاں کریں گی تو اسے یہی لگے گا کہ وہ ٹھیک ہے اور باقی سب غلط ہیں خدا اس بات کو سمجھیں بچپن اک نہایت ہی حساس دور ہے جس میں بچوں کی شخصیت بنتی اور سنورتی ہے اور ہم بے دھیانی میں اس شخصیت کو تباہ کر دیتے ہیں "بیگم شجاعت جو ہر موقع پہ بھڑچڑھ کے بولتی تھیں آج وہ بالکل خاموش تھیں "خیر اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں بس ہم وقاص کی راہ راست پہ آنے کی دعا ہی کر سکتے ہیں" چودھری حشمت نے اک افسوس بھری نگاہ چودھری شجاعت اور بیگم شجاعت کے جھکے سر پہ ڈالی تھی تھوڑی دیر اور بیٹھنے کے بعد چودھری شجاعت اپنی فیملی کے ساتھ واپس چلے گئے تھے ان کے جاتے ہی زعیم نے بھی جانا چاہا تھا "زعیم تم کچھ دنوں کے لیے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ یہی آ جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہماری وجہ سے وقاص تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے" چودھری حشمت نے اسے روکتے ہوئے کہا تھا "لیکن سائیں،،،،،" اس نے کچھ کہنا چاہا تھا "لیکن ویکن کچھ نہیں سلام جاؤ اور انہیں لے کر آؤ" چودھری حشمت اس دفعہ سختی سے بولے تھے جس پہ زعیم سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا تھا گھر جا کے اماں اور انوشہ کو مختصر بات بتا کے انہیں اپنے ساتھ چلنے کا کہا کہ وہ کچھ دن حویلی رکیں گے وہ دونوں بھی ہچکچائی تھیں مگر زعیم نے کہا کہ چودھری حشمت نے سخت تاکید کی ہے پھر ان دونوں کو حویلی چھوڑتے فوراً ہی کہا چلا گیا تھا انہیں چھوڑنے کے بعد جوں وہ نکلا رات گئے واپس آیا تھا احواد جو اس سے بات کرنے کا موقع تلاش

Posted On Kitab Nagri

کر رہی تھی دیکھتی رہ گئی تھی مگر رات اس نے کے آنے تک وہ جاگتی ہی رہی تھی کیونکہ اس نے ٹھان لیا تھا کہ بات تو لازمی کرے گی اماں اور انوشہ کو اس روم میں ٹھہرایا گیا تھا جو مہمانوں کے لیے مختص تھا جبکہ زعیم کا قیام احواد کے روم میں ہی تھا یہ حویلی اس کے لیے نئی نہیں تھا اس نے لڑکپن سے جوانی کا سفر اسی حویلی میں طے کیا تھا لیکن وہ کبھی یہاں رکا نہیں تھا مگر آج اس حویلی میں داماد کی حیثیت سے رکتے جھجک اڑے آرہی تھی حویلی آکر پہلے وہ اماں اور انوشہ کو اک نظر دیکھنے گیا تھا انوشہ تو سو گئی تھی مگر اماں اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں ان کی طرف سے مطمئن ہوتے اماں کو دروازہ لاک کر کے سو جانے کی تلقین کرتے وہ احواد کے روم کی طرف بڑھا تھا دروازے پہ پہنچتے کچھ لمحے وہ ویسے ہی کھڑا رہا تھا احساسات عجیب ہو رہے تھے مگر اندر تو جانا تھا اس نے گہری سانس بھرتے خود کو پرسکون کیا تھا اور دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا مگر سامنے ہی احواد کو بیڈ پہ نیم دراز کتاب پڑتے دیکھ کر وہ چونکا تھا کیونکہ اسے لگا تھا کہ وہ تو سو گئی ہوگی یہ چونکنا بھی اک پل کے لیے ہی تھا اگلے ہی پل اسے نظر انداز کرتے وہ اس بیگ کی طرف بڑھا جو اماں اس کے لیے پیک کر کے لائی تھیں ورنہ وہ تو اپنے کپڑے بھول ہی گیا تھا اور احواد کے کچھ کپڑے یہاں موجود تھے تو اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا کپڑے نکال کے وہ واش روم گیا تھا فریش ہو کے واپس آیا تو بغیر اس کی طرف دیکھے صوفے پہ جا کر لیٹ گیا تھا "زعیم مجھے تم سے بات کرنی ہے" احواد کو اپنا آپ اس طرح نظر انداز ہوتا دیکھ کر غصہ تو بہت آیا تھا مگر غصے کو دباتی زعیم سے مخاطب ہوئی تھی "میں اس وقت بہت تھک چکا ہوں اور سونا چاہتا ہوں اس لیے برائے مہربانی آپ بھی چپ کر کے سو جائیں" زعیم اس دو ٹوک جواب دیتا آنکھوں پہ بازو رکھ گیا تھا "تم مجھے اس طرح انکور نہیں کر سکتے" احواد شدید طیش میں آئی تھی اس نے ہمیشہ زعیم کو اپنے کاموں کے لیے تیار دیکھا تھا اس کی جلی کٹی جیسی بھی بات ہوتی تھی وہ چپ چاپ سن لیتا تھا لیکن اب اس کا نظر انداز کرنا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا یہ نہیں تھا کہ اسے

Posted On Kitab Nagri

زعیم سے محبت تھی بلکہ اسے اس کی اسٹینشن کی عادت ہو گئی تھی اور اب وہ عادت کے برخلاف کام کر رہا تھا تو احواد کو تھوڑا نہیں بہت زیادہ عجیب لگ رہا تھا اور ساتھ ہی غصہ بھی آرہا تھا "کیوں انور کرنے کا لائنسنس بس آپ کے پاس ہے؟" زعیم نے آنکھوں سے بازو ہٹاتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا "نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے" اس کے براہ راست اپنی آنکھوں میں دیکھنے سے وہ گڑ بڑائی تھی "آپ کا جو بھی مطلب ہے وہ بعد میں دیکھ لیں گے فلحال لائٹ آف کریں خود بھی سوئیں اور مجھے بھی سونے دیں ورنہ جو ہو گا وہ آپ کو پسند نہیں آئے گا" زعیم کا لہجہ انتہا درجے کا سرد تھا اس کی دھمکی پہ احواد نے جھٹ لائٹ آف کی تھی "جانتا ہوں میری قربت بہت ناگوار ہے آپ کے لیے اب سب کچھ ٹھیک ہونے کے بعد بھی پتہ نہیں کیوں مجھے برداشت کر رہی ہیں" زعیم نے لب بھینچتے سوچا تھا پھر سر جھٹکتے سونے کی کوشش کی تھی

اسلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Posted On Kitab Nagri

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

وقاص بڑی حویلی سے نکل کے سیدھا اپنے ڈیرے گیا تھا وہاں جا کر سب سے پہلے اس نے اپنا غصہ اپنے آدمی پہ نکالا تھا کہ وہ سب کچھ وہاں سے ہٹا نہیں سکتا تھا اسے بولنے کی اجازت نہیں تھی ورنہ وہ ضرور بتاتا کہ اسے الہام نہیں ہوتے کہ سب آنے والے ہیں ورنہ ہٹا دیتا غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اس نے آگے کالائے عمل سوچا کہ اسے کیا کرنا ہے سب سے پہلے وہ اس آدمی کے گھر گیا تھا جسے اس نے پیسے دے کر خریدا تھا مگر وہاں پہنچ کے گیٹ پہ لگے تالے نے اس کا منہ چڑایا تھا غصے سے وہاں سے نکل کے وہ زعیم کے گھر گیا تھا تاکہ وہ ان کی بھی عقل ٹھکانے لگا سکے مگر اس کی بری قسمت کے وہاں پہ بھی تالا لگا ہوا تھا وہ غصے سے پاگل ہوتا دو بار ڈیرے پہ آیا تھا وہاں آکر چیخنے چلانے کے بعد بھی اس کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا "ٹھیک کہتے تھے بابا سائیں میں ہوں ہی نکما میں ہوں ہی نکار اسب میرے ہاتھوں سے نکل گیا سب" دیوار پہ مکامارتے وہ بڑبڑائے تھا اتنے میں اس کے آدمی نے چودھری شجاعت کے ڈیرے آنے کی اطلاع دی تھی جس سے اس کا موڈ اور خراب ہوا تھا اس نے اسے وہاں سے جانے کا کہا اور خود کمرے لاک کر کے بیٹھ گیا تھا چودھری شجاعت نے دکھ سے بند دروازے کو دیکھا تھا اور دروازہ کھٹکھٹایا تھا "وقاص دروازہ کھولو میری بات تو سن لو میں بس تمہیں سدھارنے کے لیے وہ سب بولتا تھا ورنہ کس کو اپنی اولاد سے بڑھ کے کوئی اور ہوتا ہے" انہوں نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اسے مخاطب بھی کیا تھا مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا "وقاص" کوئی بھی جواب نہ پا کر انہوں نے بے بسی سے دروازہ پیٹا تھا کافی دیر

Posted On Kitab Nagri

دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا تھک ہار کے وہ پیچھے ہو گئے تھے لیکن ڈیرے سے واپس نہیں گئے تھے وہی بیٹھے رہے تھے انہیں وہاں بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی تھی لیکن وقاص نے دروازہ نہیں کھولا تھا آخر کار وہ اس کے جانے کا یقین کر کے اس نے دروازہ کھولا تھا تھوڑی دیر وہ وہی تازہ ہوا میں واک کرتا رہا تھا تاکہ تھوڑا فریش ہو جائے پورا دن اک کمرے میں بند رہ رہ کے اس کی تو جیسے سانس ہی بند ہو گئی تھی پھر جیسے ہی رات کا اندھیرہ چھایا اس نے گاڑی نکالی اس کا ارادہ شہر اپنی پسندیدہ جگہ جانے کا تھا جہاں وہ کب سے گیا نہیں تھا گاڑی اس نے فل سپیڈ پہ چھوڑی ہوئی تھی تاکہ جلد از جلد شہر پہنچ سکے گاڑی میں لگا میوزک انجوائے کرتے وہ اپنے آپ میں مگن ڈرائیور کر رہا تھا کہ اچانک گاؤں کی آخری حدود میں موڑ کاٹتے ہوئے اس سے گاڑی بے قابو ہوئی تھی اور برے طریقے سے جا کر سامنے لگے درخت سے ٹکرائی تھی یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وقاص کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور اس کا سر سٹیرنگ سے ٹکرایا تھا اور بے تحاشہ خون نکلنا شروع ہو گیا تھا اور گاڑی کے شیشے ٹوٹ کے اس کے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست ہوئے تھے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چوٹیں لگی تھیں وہ نیم بیہوش تھا اس وقت گاؤں کی بالکل سنسان جگہ پہ تھا جہاں دن میں بھی بہت کم لوگ آتے تھے اور اب تو رات ہو چکی تھی وہ بے بسی سے وہاں پڑا خود کو لمحہ بالمحہ موت کی طرف جاتے دیکھ رہا تھا "یا اللہ" جب کوئی امید نہ رہی تھی اس کے لبوں نے بے آواز اللہ کو پکارا تھا یہ تو انسانی فطرت ہے خوشی کے موقع پہ اللہ یاد آئے نہ آئے مگر غم اور مشکلات میں اللہ ضرور یاد آتا ہے اور انسان بے ساختہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اسے سننے کے لیے پہلے ہی تیار ہوتا ہے اللہ کے بعد اسے اپنے سارے گناہ یاد آئے تھے اپنے باپ کو آج دن بھر کروایا انتظار یاد آیا تھا ان سب کی یاد آتے اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا تھا "اے اللہ مجھے معاف کر دے میں اپنے سارے گناہوں سے توبہ کرتے ہوں مجھے بس اک موقع دے دے میرے اللہ مجھے سدھرنے کا اک موقع،،،،،"

Posted On Kitab Nagri

بولتے بولتے اس کا دماغ تاریکی میں ڈوبتا جا رہا تھا اور بات مکمل بھی نہیں ہوئی کہ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور دماغ مکمل تاریک ہو گیا تھا رب کی صفات ہیں کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ کریم ہے جو ہر دم اپنے بندے کی توبہ کا انتظار کر رہا ہوتا ہے جو گناہوں کے باوجود بھی اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے جب اک ماں اپنے بچے کو تکلیف میں دیکھ کر اس کا بڑے سے بڑا گناہ معاف کر سکتی ہے تو پھر وہ رب جو ستر ماؤں سے بڑھ کر چاہتا ہے وہ کیوں نہیں تبھی وہاں سے اک موٹر سائیکل گزری تھی جس پہ سوار دو آدمی گاؤں کے ہی تھے شاید کسی کام سے شہر گئے تھے اور رات کو واپسی ہوئی تھی وہاں سے گزرتے موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں درخت کے ساتھ اک گاڑی نظر آئی جس کے بونٹ سے دھواں اٹھ رہا تھا وہ دونوں بے ساختہ آگے بڑھے اور اس میں موجود آدمی کو دیکھا تھا جسے وہ اچھی طرح جانتے تھے وہ چودھری شجاعت کا بڑا بیٹا و قاص تھا ان میں سے اک نے جھٹ موبائل نکالتے وقار چودھری کا نمبر ملا یا تھا اکثر زمینوں کے مسئلوں کی وجہ سے وہ اک دوسرے سے رابطے میں رہتے تھے اس لیے ان کے پاس اس کا نمبر تھا کال پک ہوتے ہی انہوں نے اسے صورتحال بتاتے جلد از جلد پہنچنے کا کہا تھا کال کرنے کے کچھ ہی دیر بعد حواس باختہ سے چودھری شجاعت اور وقار وہ آئے تھے گاڑی کی حالت اور خون میں لت پت وقاص کو دیکھتے چودھری شجاعت تو ڈھسے ہی گئے تھے دکھ میں تو وقار بھی تھا مگر ابھی وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا اس لیے ان دونوں آدمیوں کی مدد سے وقاص کو اس کی گاڑی سے نکال اپنی گاڑی میں ڈالا تھا چودھری شجاعت بھی اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پہ بیٹھے تھے وقار ان دونوں آدمیوں کا شکریہ ادا کرتا زن سے گاڑی بھگا کے لے گیا تھا ریش ڈرائیونگ کرتا وہ جلد ہی شہر کی حدود میں پہنچ گیا تھا ہاسپٹل پہنچے ہی اسے آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا چودھری شجاعت غم سے نڈھال کر سی پہ گرے تھے اور ان کے لب مسلسل اس کی سلامتی کے لیے ورد کر رہے تھے ہاسپٹل لانے تک اس کا بہت خون بہہ چکا تھا وقار اور چودھری

Posted On Kitab Nagri

حشمت دونوں کے کپڑے خون سے رنگے ہوئے تھے ان کے اس طرح اچانک کہی چلے جانے سے گھر سے کال پہ کال آرہی تھی مگر وقار ابھی فون اٹھانا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے فون سائلینٹ پہ کر دیا تھا کچھ دیر بعد اک نرس باہر آئی تھی اور خون دینے کے لیے کہا تھا وقار نے سب سے پہلے اپنا چیک کروایا تھا جو کہ میچ ہو گیا تھا پھر اسی نے ہی خون دیا تھا پھر کافی دیر کے صبر آزما انتظار کے بعد ڈاکٹر باہر آئے تھے اور اس کے خطرے سے باہر ہونے کی خبر دی ہاں البتہ ابھی تک اسے ہوش نہیں آیا تھا ڈاکٹر کی بات سن کے چودھری شجاعت وہی سجدے میں گر گئے تھے اگر آج اسے کچھ ہو جاتا تو ان کے لیے عمر بھر کا اک پچھتاوا اچھوڑ جاتا

صبح وقار گھر آیا تھا اپنے کپڑے چنچ کرنے اور چودھری شجاعت کے کپڑے لینے جو وقاص کے سرہانے سے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا وہ ابھی تک بیہوش تھا بیچ میں اک دفعہ اسے تھوڑا بہت ہوش آیا تھا مگر ڈاکٹر نے اسے پھر نیند کا انجیکشن دے دیا تھا تاکہ وہ کچھ دیر اور پرسکون رہ سکے اس نے چودھری حشمت کو بھی اس کے ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا تو وہ اور چودھرائن بھی ہاسپٹل جانے کو تیار ہو گئے تھے وقار کے ساتھ اس کی ساری فیملی تھی جبکہ چودھری حشمت اور چودھرائن سلیمان کے ساتھ اپنی گاڑی میں تھے ہاسپٹل پہنچتے ہی بیگم شجاعت نے وقاص کو دیکھتے رونا شروع کر دیا تھا جس کے سر پہ سفید پٹی بندھی ہوئی تھی ہاتھوں بازو اور منہ خراشیں بھی تھیں جس کی وجہ سے منہ سو جھا ہوا تھا اپنے لاڈلے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر بیگم شجاعت کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا تقریباً سبھی اس کی حالت دیکھ کر دکھی تھے مگر اس بیچ جانے پہ خدا کا شکر ادا کر رہے تھے تبھی وقاص کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی بیگم شجاعت اور چودھری شجاعت تیزی سے اس کی طرف جھکے تھے وقاص آنکھیں کھول کے بار بار انہیں

Posted On Kitab Nagri

جھپک رہا تھا شاید سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کہاں ہے آہستہ آہستہ اسے سب یاد آتا گیا سب کے سامنے اس کی سچائی آنا پھر اس کا ڈیرے میں خود کو بند کرنا درخت کے ساتھ گاڑی ٹکرانا خود کا بے یار و مددگار پڑے رہنا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا "کیا میں بچ گیا؟ کیا واقعی ہی خدا نے مجھے سدھرنے کا اک موقع دیا ہے؟" حیرت سے پلکیں جھپکتے اپنے اوپر سارے چہروں کو جھکے دیکھ کر اس نے سوچا تھا جبکہ وہ سب اس کے اس طرح دیکھنے پہ پریشان ہو گئے تھے انہیں لگ رہا تھا کہ خدا نخواستہ سر پہ چوٹ لگنے کی وجہ سے اس کی یادداشت چلی گئی ہے "یا اللہ! میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں کہ تُو نے مجھ جیسے گمنگار کی بھی دعا قبول کر کے اسے اک نئی زندگی بخشی ہے" اس کی آنکھ سے اک آنسو نکل کے تکیے میں جذب ہوا تھا "کیا ہوا ہے؟ کہی درد ہو رہا ہے ڈاکٹر کو بلائیں؟" اس کا آنسو دیکھ نے انہیں لگا تھا کہ اسے کہی درد ہو رہا ہے مگر وہ یہ کہاں جانتے تھے کہ وہ آنسو درد کا نہیں تشکر کا ہے شرمندگی کا ہے اپنے گناہوں سے توبہ کا ہے "اماں سائیں" اس کے لب بمشکل ہلے تھے منہ پہ لگے شیشوں کے زخموں کی وجہ سے منہ کھولتے اسے تکلیف کا احساس ہوا تھا "ماں صدقے جائے اپنے بچے کے" بیگم شجاعت نے روتے ہوئے کہا تو وقاص نے زبردستی مسکرا نے کی کوشش کی تھی "میں ٹھیک ہوں آپ روئیں مت" اس نے آہستہ آہستہ اپنا جملہ مکمل کیا تھا اس کے تسلی دینے پہ سب کے لب مسکرائے تھے "بھئی وقاص اگر تم نے خدمت ہی کروانی تھی تو کوئی اور طریقہ ڈھونڈتے یہ کیا ہسپتال آکر پڑ گئے ہو" ماحول پہ چھائی اداسی دور کرنے کے لیے چودھری حشمت نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو وقاص سمیت سب مسکرا دیے تھے پھر کافی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد چودھری حشمت چودھرائن اور سلیمان اسے جلد ٹھیک ہونے کی دعا دیتے وہاں سے اٹھ آئے تھے وہ گھر پہنچے تو زعیم لوگ اپنے گھر جانے کے لیے تیار کھڑے تھے "مجھے لگتا ہے ہماری حویلی پسند نہیں آئی تم لوگوں کو" چودھری حشمت نے اک نظر زعیم کو دیکھتے کہا تھا "نہیں سائیں ایسی کوئی بات نہیں جتنا عرصہ بھی کسی کے گھر

Posted On Kitab Nagri

رہو جانا تو اپنے گھر ہی ہوتا ہے اور ویسے بھی امید ہے اتنے بڑے ایکسپڈنٹ کے بعد وقاص صاحب سدھر گئے ہوں گے ان سے اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا اس لیے ہمیں چلے جانا چاہیے بعد میں کچھ ہوا بھی تو دیکھا جائے گا" زعیم نے سنجیدگی سے انہیں جانے کی وضاحت دی تھی "چلو جیسے تمہاری مرضی مگر جانے سے پہلے میں اک بات کرنا چاہتا ہوں جو کافی دنوں سے سوچ رہا تھا میں "چودھری حشمت کے کہنے پہ سب کی سوالیہ نظریں ان کی سمت اٹھی تھیں "یہ ذات پات اونچ نیچ کا اللہ کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے یہ سب قاعدے قانون ہمارے بنائے ہوئے ہیں کہی نا کہی میرے دماغ میں بھی یہ بات تھی کہ تم ہم سے کمتر ہو اسی لیے تو میں نے تم پہ لگے چوری کے الزام کو جھٹ سچ مان لیا تھا مگر آج میں اس سب کو ختم کرنے کے لیے تم سے اور بہن جی سے آپ لوگوں کی بیٹی کا ہاتھ مانگتا ہوں میں اسے اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں "چودھری حشمت کے منہ سے نکلی غیر متوقع بات سن کے سب کو بے یقینی کا جھٹکا لگا تھا سوائے چودھرائن کے انہیں اپنے شوہر کی سوچ کا علم تھا اور وہ اس فیصلے سے مطمئن بھی تھے جبکہ زعیم انوشہ اور اماں کا ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھے انہیں لگ رہا تھا یہ ان کے کانوں کا دھوکا ہے انوشہ نے ہوش میں آتے اپنی نظریں اپنے بائیں طرف کھڑے زین کو دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا جس پہ انوشہ نے سرعت سے اپنی نظروں کا رخ بدلہ یہ سب دیکھ کے زین کے ہونٹوں پہ اک خوبصورت سی مسکراہٹ چمکی تھی "مگر سائیں،،، یہ کیسے؟" حیرت کے مارے اس کے منہ سے بے ربط سے جملے نکلے تھے "کیوں نہیں ہو سکتا اگر تم میرے داماد بن سکتے ہو تو یہ میری بہو کیوں نہیں؟" انہوں نے انوشہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے نرمی سے کہا تھا داماد لفظ پہ احواد نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا جو آج کل اگنور موڈ پہ تھا "اور ویسے بھی یہ تو ویسے تم لوگوں کے کان میں بات ڈالنے کے لیے کہا گیا ہے باقی جب وقاص تھوڑا بہتر ہوا تو ہمارے سمیت شجاعت اور بھر جانی بھی آئیں گے آپ کی بیٹی کو اپنی بیٹی بنانے کی التجا لے کر "چودھری حشمت نے دو ٹوک لہجے میں کہا تو زعیم کو سمجھ نہیں آیا

Posted On Kitab Nagri

تھا کہ وہ کیا کہے "ابھی تم زیادہ سوچو مت گھر جاؤ جس دن تمہارے گھر آئیں گے تب تفصیلی بات ہوگی" چودھری حشمت نے اس کا کندھا تھپتھپایا تو زعیم نے سر ہلایا پھر احواد کو دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو جانا ہے یا نہیں؟ احواد نے بھی نامحسوس انداز میں سر ہلایا اور اپنے کمرے میں جا کر چادر اوڑھتی ان کے ساتھ ہولی تھی

دن تیزی سے گزرتے گئے تھے وقاص بھی ڈسچارج ہو کے گھر واپس آ گیا تھا گو کہ وہ ابھی تک بالکل ٹھیک نہیں ہوا تھا مگر گھر پہ بہتر دیکھ بھال رکھنے کی ہدایت دیتے اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا اس دوران وہ بالکل بدل گیا تھا دن رات روتے ہوئے اس نے اپنے رب سے معافی مانگی تھی اور ساتھ لی باقی سب سے بھی اور سب نے انہیں کھلے دل سے معاف کر دیا تھا اس کا ماضی اس کا اور اللہ کا معاملہ تھا کوئی بھی اسے اس کا ماضی دلانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا اس کے ڈسچارج ہو کے آنے کے کچھ دن بعد ہی چودھری حشمت، چودھرائن، چودھری شجاعت، بیگم شجاعت، غزل اور سلیمان زعیم کے گھر پہنچ گئے تھے انوشہ کا رشتہ مانگنے کے لیے انہوں نے اپنی اسی دن والی بات ان کے سامنے رکھی تھی "مجھے تو کوئی اعتراض نہیں زین اچھا اور سلجھا ہوا بچہ ہے اس سے زیادہ اور کیا چاہیے ہمیں آپ زعیم سے پوچھ لیں" اماں نے اپنی رضامندی ظاہر کرتے بال زعیم کی کوٹ میں ڈالی تھی جو سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا "ہاں بھئی زعیم تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟" چودھری حشمت نے زعیم کو دیکھا تھا "میں نے ہمیشہ آپ کو باپ سے بھی بڑھ کر عزت دی ہے آپ کی ہر بات میرے سر آنکھوں پہ ہے مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے آج سے انوشہ ہمارے پاس آپ کی امانت ہے" زعیم نے کہا تو سب کے اندر خوشی کی اک لہر دوڑ گئی تھی "چلو پھر دیر کس بات کی ہے ہم اسی مہینے کے آخر میں اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جاتے ہیں آپ لوگوں کا خیال ہے؟"

Posted On Kitab Nagri

چودھری حشمت نے تو ہتھیلی پہ سر سوں جمایا تھا "اتنی جلدی؟ ابھی تو اس کا علاج چل رہا ہے اور اس کی پڑھائی بھی ادھوری ہے" زعیم اور اماں کے چہروں سے پریشانی چھلکی تھی "ارے بھئی وہ ہماری بیٹی ہے ہم خود ہی اس کا علاج کروالیں گے اور اسے پڑھائیں گے بھی آپ لوگ فکر مت کریں بس شادی کی تیاری کریں" چودھری نے حشمت نے انہیں منا کے ہی دم لیا تھا تاریخ طے ہوتے ہی ہر طرف مبارک سلامت کا شور اٹھاتا تھا احواد نے چودھری حشمت کا لایا گیا مٹھائی کا ٹوکرا کھولا اور پلیٹ میں مٹھائی نکال کے سب کا منہ میٹھا کروایا تھا اس نے پلیٹ زعیم کے آگے کی تو اس نے بغیر اسے دیکھے گلاب جامن کا تھوڑا سا پیس توڑ کے منہ میں رکھا تھا احواد نے اسے گھوری سے نوازا تھا اور کر بھی کیا کر سکتی تھی کیونکہ صاحب بہادر آج کل منہ سو جائے گھوم رہے تھے اور اس کے رعب میں بھی نہیں آتا تھا اور وہ کڑھنے کے علاوہ کچھ نہیں کر پار ہی تھی

پھر شادی کی تیاریوں میں دن کیسے گزرے کچھ پتہ ہی نہیں چلا تھا زعیم نے خود کو اتنا مصروف کر لیا تھا کہ احواد کو چاہ کر بھی اس سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے مہندی کا دن آن پہنچا تھا رات کو مہندی کے فنکشن سے پہلے نکاح تھا حویلی سے انوشہ کا جوڑا اور باقی مہندی کا سارا سامان آچکا تھا ڈریس چینج کرنے کے بعد احواد نے اسے میک اپ کرنے کے لیے فورس کیا تھا مگر اس نے منع کر دیا تو احواد نے بھی بس اس کے بالوں کا سٹائل بناتے دوپٹہ سیٹ کیا اور زبردستی لپ سٹک لگادی اور پھر خود تیار ہونے چلی گئی تھی اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی زعیم کمرے میں داخل ہوا تھا گرین اور سیلو فراک پا جامے میں سادگی میں وہ جاذبِ نظر لگ رہی تھی زعیم یک ٹک اسے دیکھے گیا تھا انوشہ بھی پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہی تھی یہاں تک کے دونوں کی

Posted On Kitab Nagri

آنکھوں میں آنسو آگئے تھے زعیم آہستگی سے چلتا ہوا اس کے پاس آکر بیٹھا تھا "میرا بچہ اتنا بڑا ہو گیا اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا ابھی مجھے کل کی ہی بات لگتی ہو جب میں نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے تمہیں تھاماتھا اور وہ لمحہ میرے لیے بہت خاص تھا جسے میں آج تک نہیں بھلا سکا اور نہ کبھی بھلا سکوں گا اور وقت اتنی تیزی سے گزر گیا کہ اب تمہیں کل انہی ہاتھوں سے رخصت بھی کر دوں گا" زعیم نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا دونوں کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے "ابا کے جانے کے بعد میں پوری کوشش کی تھی کہ تمہیں ان کی کمی محسوس نہ ہو بھائی نہیں باپ بن کر پالا ہے میں نے تمہیں لیکن اگر پھر بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف کر دینا" زعیم نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تو وہ بھائی کہتے اس کے ساتھ لگ لے پھوٹ پھوٹ کے رودی تھی زعیم نے اس کے سر سے ہاتھ ہٹاتے اس کا سر چوما اور اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کیے تھے جو رکنے کی بجائے مسلسل بھی جاریے تھے احواد تیار ہو کر وہاں آئی تو دونوں بہن بھائی کو روتا دیکھ کر اس نے اپنا سر پیٹا تھا "یہاں پہ کون سادریا بہایا جا رہا ہے؟ تم دونوں تو ایسے رو رہے ہو جیسے میرا بھائی اور گھر والے آدم خور ہیں جو اسے کھا جائیں گے" احواد نے ان دونوں کو زبردستی الگ کرتے کہا تو زعیم نے اسے ناگواری سے اک نظر اسے دیکھا تھا مگر وہ نظر اسی پہ تھم سی گئی تھی وہ اپنے روزمرہ کے حلیے سے ہٹ کر تھی اور اس کی نگاہ کو بہت بھار ہی تھی مگر وہ جلد ہی اپنے آپ پہ قابو پاتے اس سے نظریں ہٹا گیا تھا اور اٹھ کے وہاں سے چلا گیا تھا پھر تھوڑی دیر تک دلہے سمیت سب آگئے تھے اور سب سے پہلے نکاح کی بابرکت رسم ادا کی گئی تھی اور نکاح ہوتے ہی اماں، انوشہ اور زعیم جذباتی سے ہو گئے تھے جنہیں بمشکل سنبھالا گیا تھا پھر دوبارہ حویلی جانے کی بجائے انہوں نے وہی مہندی کی رسم ادا کر لی گئی تھی زین کی نگاہ بار بار بھٹک کے انوشہ پہ ہی جا رہی تھی جسے وہ چاہ کر بھی ہٹا نہیں پارہا تھا "احواد میری بات سننا" احواد ابھی رسم کر کے ہٹی ہی تھی کہ وقاص کے مخاطب کرنے پہ اس کے قدم تھمے تھے اور اس

Posted On Kitab Nagri

نے اپنا رخ اس کی طرف کیا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا "وہ مجھے تم سے معافی مانگنی تھی میں اپنے ان سارے اعمال سے شرمندہ ہوں جن کی وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی" اس کے سر جھکا کے معافی مانگنی پہ احواد نے حیرے سے اس کا پلٹ کو دیکھا تھا "کوئی بات نہیں میں نے معاف کیا تمہیں" اسے جب کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے یہی کہہ دیا تھا "یہاں کیا ہو رہا ہے؟" وقاص کے کچھ بولنے سے پہلے وہاں زعیم کی آواز گونجی تھی جو ان اکھٹے کھڑا دیکھ کے وہاں آیا تھا "کچھ نہیں میں بس احواد سے معافی مانگ رہا تھا تم سے بھی مانگتا ہوں میں نے تمہیں بدنام کرنے کی کوشش کی ہو سکے تو اس کے مجھے معاف کر دینا" اس کے معافی مانگنے پہ زعیم کی حالت بھی احواد جیسی ہوئی تھی مگر پھر کندھے اچکاتے اس کا ایکسیوز کرنے قبول کر لیا تھا جس پہ وقاص شکریہ کہتے وہاں سے چلا گیا تھا اسے اکیلا دیکھ کر احواد نے اس سے بات کرنی چاہی تاکہ وہ جان سکے کہ وہ کون سی بدگمانی پالے بیٹھا ہے جو اس سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا مگر وہ اس کے سوچنے میں ہی وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی تھی پھر رات گئے تھے تقریب چلتی رہی تھی چودھری حشمت نے ہی انہیں یاد دلایا کہ انہیں واپس بھی جانا ہے تب سب کو خیال آیا اور ان کی واپس ہوئی تھی

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

اگلے دن کا آغاز افراتفری سے ہوا تھا چونکہ گاؤں میں زیادہ تر شادیاں دن میں ہوتی ہیں اس لیے ہر کسی کو اپنی تیاری کی پڑی تھی کہ کبھی کسی کی تیاری ادھوری نہ رہ جائے دلہن کو تیار کرنے کے لیے شہر سے بیوٹیشن بلائی گئی تھی جو کہ حویلی والوں نے ہی منگوائی تھی زعیم نے بہت منع کیا تھا کہ وہ خود یہ سب کر لے گا مگر چودھری حشمت نے اس کی کسی بات پہ کان نہیں دھرے تھے بارات والے دن کا جوڑا زعیم نے اپنی طرف سے ہی خریدا

Posted On Kitab Nagri

تھا اس معاملے میں اس نے بھی چودھری حشمت کی کوئی بات نہیں سنی تھی جوڑا انوشہ کی پسند کا ہی تھا مگر اس نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ دوپٹہ زیادہ ہیوی نہ ہوتا کہ انوشہ ایزی رہ سکے اور سر میں کہی درد نہ ہو سارا سیٹ اپ گاؤں کے پنڈال میں ہی کیا گیا تھا شادی کے سارے اخراجات پورے کرنے کے لیے کچھ سیونگنز تھی اس کے پاس اور کچھ اس نے قرض لیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن کی شادی میں کوئی بھی کمی آئے اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع باپ نہیں تو بھائی کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے زعیم پنڈال میں سارے انتظامات دیکھ رہا تھا جبکہ انوشہ کو بیوٹیشن گھر ہی تیار کر رہی تھی ساتھ احواد بھی تھی تیار ہونے کے بعد اس نے کال کرنی تھی تو زعیم نے انہیں پک کرنے جانا تھا ان کی طرف سے تقریباً سبھی مہمان آگئے تھے بس بارات کا ہی انتظار تھا اتنے میں اسے احواد کا میسج موصول ہوا تھا کہ وہ تیار ہیں زعیم سب کچھ اپنے دوست کے حوالے کرتے خود گھر گیا تھا اس نے شادی کے دنوں کے کیے اک کاررینٹ پہ ہار کی ہوئی تھی جسے وہ چلاتا خود تھا زعیم نے گھر کے سامنے رکتے گاڑی کا ہارن بجایا تو بیوٹیشن کے ساتھ وہ دونوں بھی باہر آئی تھیں احواد نے بیوٹیشن کو انوشہ کو کار میں بیٹھانے کا کہا اور خود گیٹ پہ تالا لگاتے گاڑی کی طرف آئی تھی وہ بیوٹیشن اور انوشہ پیچھے بیٹھی تھیں بیوٹیشن نے بھی شادی اٹینڈ کر کے ہی واپس جانا تھا انہیں پیچھے بیٹھے دیکھ کر مجبوراً احواد کو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھانا پڑا تھا اس کے بیٹھتے ہی زعیم نے اک سرسری سی نگاہ اس پہ ڈالی لیکن سرسری نگاہ کب تفصیلی نگاہ میں بدلی اسے پتہ ہی نہیں چلا وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا جو سفید پیروں کو چھوتی فراک زیب تن کیے پارٹی میک اپ اور جیولری میں اسے ہیپنوٹائز کر گئی تھی بیوٹیشن کے گلہ صاف کرنے پہ وہ ہوش میں آیا تھا اور سرعت سے اس کے چہرے سے نظریں اٹھائی تھیں جو شرم اور غصے سے سرخ ہو چکا تھا "ہنسہ اتنے دنوں سے انگور کر رہا ہے اور اب ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا" اس کے گاڑی سٹارٹ کرنے پہ وہ بڑبڑائی تھی پھر پنڈال پہنچنے تک زعیم نے اسے بھول کے بھی نہیں دیکھا تھا پنڈال کے سامنے

Posted On Kitab Nagri

رکتے احواد انوشہ کو لے کر پنڈال میں چلی گئی اور زعیم بھی مردوں والی سائیڈ پہ آگیا تھا تقریباً ساڑھے تین یا چار کے درمیان بارات بھی آگئی تھی جس کا استقبال پھول کی پتیاں نچھاور کر کے کیا گیا تھا بارات کے ساتھ آئے مرد مردوں والی سائیڈ پہ چلے گئے تھے اور عورتیں عورتوں والی سائیڈ پہ انوشہ کو سٹیج پہ بیٹھایا ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی برائیڈل روم تو تھا نہیں جہاں اسے بیٹھایا جاسکے چودھرائن سٹیج پہ آتے ہی انوشہ کے واری صدقے جارہی تھی غزل بھی اس سے محبت سے ملی تھی انوشہ ان سب کا والہانہ انداز دیکھ کر کنفیوز ہو رہی تھی نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے بارات آنے کے کچھ ہی دیر بعد کھانا دے دیا گیا تھا کھانے کے بعد دلہا کو بھی دلہن والی سائیڈ لایا گیا تھا انوشہ کی کوئی بہن نہیں تھی اور نہ ہی کوئی خاص فرینڈ تھی اس لیے دودھ پلائی کی رسم احواد نے ہی کی تھی اس دوران دونوں بہن بھائی نے اک دوسرے کی خوب ٹانگ کھینچی تھی پھر کچھ اور رسموں کے بعد تقریباً مغرب کے وقت رخصتی کا شور اٹھا تھا اور رخصتی کے وقت جو انوشہ نے زعیم کے گلے لگ کے رونا شروع کیا کسی سے سننے کے نام ہی نہیں لے رہی تھی زعیم نے خود کو سنبھالتے اسے زبردستی خود سے الگ کیا تھا اور اس کے آنسو صاف کر کے اس کی پیشانی چومی پھر اپنے حصار میں لے کر گاڑی میں بیٹھایا تھا "زین میں اپنے دل کا ٹکڑا تمہیں دے رہا ہوں پلیز اس کا ہمیشہ خیال رکھنا اسے زرا سی بھی تکلیف ہو تو میرا دل برداشت نہیں کر پاتا یہ اک بھائی کی نہیں باپ کی التجا سمجھنا" زعیم نے زین کو گلے لگاتے کہا تو اس نے زعیم کو پورا یقین دلایا تھا کہ وہ ہمیشہ انوشہ کو خوش رکھے گا احواد بھی ان لوگوں کے ساتھ جانا چاہتی تھی مگر اسے آج اپنے اور زعیم کے درمیان موجود غلط فہمی کو دور کرنا تھا وہ تھک چکی تھی اک عجیب سی زندگی گزارتے ہوئے دلہن کو لے کر جب وہ حویلی پہنچے تو اس کا شاندار استقبال کیا گیا تھا جو جو رسمیں احواد نے کرنی تھیں زین نے وہ سب غزل کو کرنے کا بولا تھا اس نے کہا تھا وہ یہی سمجھے اس کے دیور کی نہیں اس کے بھائی کی شادی ہے ان سب کی اتنی محبتوں پہ وہ آبدیدہ ہو گئی تھی زین نے

Posted On Kitab Nagri

غزل اور احواد دونوں کے لیے گولڈ کی انگوٹھیاں بنوائی تھیں ایز آگفٹ غزل کو تو اس نے دے دی تھی احواد کو دینا باقی تھی پھر کچھ رسموں کے بعد انوشہ کو زین کے روم میں پہنچا دیا گیا تھا اور زین اپنے دوستوں کے ساتھ حویلی کی بیٹھک میں بیٹھ کے گپے ہانک رہا تھا کیونکہ اسے پتہ تھا بھی رات دیر تک دلہن کو دیکھنے والوں کی لائن لگی رہے گی اس کے بعد ہی کہی اس کا نمبر آئے گا اور ایسا ہی ہوا تھا رات کافی دیر تک لوگ دلہن دیکھنے آتے رہے تھے ان کی آمد کی روک تھام کے بعد ہی کہی زین کو اپنے روم میں جانے کا موقع ملا تھا وہ روم میں آیا تو انوشہ پیچھے بیڈ کراؤن کے ساتھ سر ٹکائے اونگھ رہی تھی شاید بہت زیادہ تھک گئی تھی اس لیے آنکھ لگ گئی تھی زین اسے دیکھ کر مسکرا دیا اور بیڈ پہ اس کے سامنے بیٹھتے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے گلہ صاف کیا تھا جس سے وہ ہڑبڑا کے اٹھی تھی اور سر پیچھے لگتے لگتے بچا تھا "ارے ارے دھیان سے کیوں مجھے زعمیم بھا کے سامنے شرمندہ کروانا ہے کہ میں نے آپ کا بلکل دھیان نہیں رکھا" اس کے ہڑبڑاہٹ کو دیکھتے زین نے اسے ٹوکا تو وہ شرمندہ ہو گئی تھی "آپ کو اپنی بیوی کے روپ میں دیکھ کر سمجھ نہیں آرہی کیا کہوں اور کیا نہ کہوں اتنا کنفیوز تو لڑکیاں بھی نہیں ہوتیں جتنا کنفیوز میں ہو رہا ہوں" زین کی بات پہ انوشہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تھا جو شکل سے واقعی ہی کنفیوز لگ رہا تھا اس کی شکل دیکھ کر انوشہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی جو زین کی نظروں سے چھپی نہیں رہ سکی تھی "ہاں ہنس لیں ہنس لیں آپ" زین نے ناراضگی بھری نظروں سے اسے دیکھتے کہا تو اس دفعہ انوشہ کھلکھلا کے ہنس دی تھی اسے اس طرح ہنستے دیکھ کر زین بھی مسکرا دیا تھا "پتہ ہے جب پہلی بار میں نے آپ کو دیکھا تھا مجھے آپ بہت اچھی لگی تھیں کچھ شوخ کچھ چنچل پھر جب بھائی نے شادی کی بات کی تو نا جانے کیوں آپ کی شبیہ میرے ذہن کے پردے پہ چمکی تھی لیکن جب احواد اور زعمیم بھانے شادی کی اور بابا سائیں نے اب دونوں کے لیے حویلی کے دروازے بند کر دیے تو میرے دل میں اگر کہی آپ کا خیال تھا بھی تو وہ اپنی موت آپ مر گیا تھا

Posted On Kitab Nagri

مگر ہم انسان اس رب کی مصلحتوں تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ اس کے فیصلوں سے انحراف کر سکتے ہیں اس نے ہمارے نصیب اک دوسرے کے ساتھ جوڑے تھے تو کسی بہانے سے ملا بھی دیا ہمیں "زین اس کی جھکی پلکوں کو دیکھ کر بول رہا تھا" تو مسز زین چوہدری کیا آپ کو یہ ناچیز عمر بھر کے لیے ہر دکھ ہر سکھ اور زندگی کے ہر دور میں اپنے ساتھ قبول ہے؟ "زین نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے پوچھا تو انوشہ نے بھی اک شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اس کی شرمیلی مسکان کو دیکھ کر زین کے لبوں پہ بھی اک آسودہ سی مسکراہٹ چھائی تھی۔۔۔۔۔ سب کاموں سے فارغ ہو کر سلیمان کمرے میں داخل ہوا تو غزل ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی جیولری اتار رہی تھی وہ مسکراتے ہوئے دروازہ بند کرتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا اور اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا تھا "کیا بات ہے آج تو کچھ لوگ بہت خوش نظر آ رہے ہیں؟" سلیمان نے شیشے میں نظر آتے اس کے چمکتے چہرے کو اک نظر دیکھتے پوچھا تھا "ہاں آج میں واقعی ہی بہت خوش ہوں" اس کی طرف رخ کرتے غزل نے ڈریسنگ سے ٹیک لگائی تھی "ارے واہ پھر اپنے شوہر نامدار کو بھی وہ وجہ بتا دیں جس کی بنا پہ آپ اتنا خوش ہیں؟" سلیمان نے دلچسپی سے اسے دیکھتے اس کے ہاتھ پکڑے تھے جب سے ان دونوں کا نکاح ہوا تھا یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس سے اس طرح فری ہو کے بات کر رہی تھی "میں ہمیشہ رشتوں کے لیے ترسی ہوں بچپن میں اللہ تعالیٰ سے شکوے بھی بہت کیے تھے مگر دعا کرنا نہیں چھوڑا تھا اور دیکھیں آج میری ساری دعائیں پوری ہو گئی ہیں آپ سے شادی کے بعد مجھے ماں باپ ملے بہن اور بھائی ملے آج جس طرح زین مجھے ہر رسم میں آگے آگے رکھ رہا تھا مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ میرا سگا بھائی ہوا اگر میرا کوئی بھائی ہوتا وہ بالکل زین کی طرح ہوتا" وہ سلیمان کے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے بول رہی تھی "بھئی سب کے پیار کو گنوا دیا اگر کسی کو بھول گئی تو وہ اپنے شوہر کو یعنی شوہر کی تو کوئی ویلیو ہی نہیں ہے" سلیمان کے شکوے پہ وہ کھلکھلا کے ہنس

Posted On Kitab Nagri

دی تھی "ارے میرے شوہر نامدار آپ تو سب سے پہلے ہیں آپ کی مرہونِ منت ہی تو مجھے یہ سارے رشتے ملے ہیں اگر آپ نہ آتے میری زندگی میں تو شاید یہ سب رشتے ملتے ہی نہ "اس کے ہر انداز میں سلیمان کے لیے احترام اور محبت جھلک رہی تھی "یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ میں آپ کی زندگی میں نہ آتا یہ سب رب کے فیصلے ہیں اور وہ اپنی بندے کی دعاؤں کو انتظار ضرور کرواتا ہے مگر رد نہیں کرتا اور اس نے آپ کی دعائیں بھی رد نہیں کی " سلیمان نے محبت سے کہا تھا "اچھا سنیں باقی سب تو بول دیا لیکن وہ نہیں بولا جو میں سننا چاہتا ہوں "سلیمان نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو غزل کے چہرے پہ اک پیاری سی شرمیلی مسکراہٹ آئی تھی "نہیں اس معاملے میں لڑکیاں پہل کرتیں اچھی نہیں لگتی "اس کے شرما کے کہنے پہ سلیمان مدھم سا ہنس دیا تھا "تو چلو میں کر لیتا ہوں پہل "سلیمان کہتے ہوئے اس کے تھوڑے اور نزدیک ہوا تھا "میری زوجہ محترمہ، میری نصف بہتر آپ میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہیں جس سے میں اپنی آخری سانس تک وفا نبھاؤں گا کیا آپ اس وفا کے رستے میں میرا ساتھ دیں گی؟ "اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے ہولے ہولے اپنی بات مکمل کی تو غزل نے ہاں میں سر ہلاتے اس کے سینے میں منہ چھپایا تھا اس کے اقرار پہ سلیمان نے بھی طمانیت سے اس کے گرد اپنے بازو لپیٹے تھے

www.kitabnagri.com

احواد کا ارادہ پھر ملیا میٹ ہوا تھا جب زعیم انہیں گھر چھوڑنے کے بعد خود پھر کہی چلا گیا تھا مگر احواد نے بھی آج ٹھانی ہوئی تھی کہ وہ اس سے بات کر کے رہے گی اسی غصے میں اسے چینج کرنے کا بھی خیال نہیں آیا تھا زعیم تقریباً دس بجے گھر آیا تو احواد اسے اپنے انتظار میں کھڑی نظر آئی تھی لیکن اپنی روٹین کے مطابق اسے نظر انداز

Posted On Kitab Nagri

کرتے وہ الماری کی طرف بڑھ گیا تھا "اگر چھپ چھپ کے کسی کی باتیں سنو تو پھر لازم ہے کہ پوری سنو ورنہ آدھی ادھوری باتیں سن کے لوگ خود بھی افیت میں رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی رکھتے ہیں "احواد کی بات پہ زعیم کے کپڑے نکالتے ساکت ہوئے تھے اور اس نے زراسی گردن موڑ کے احواد کو دیکھا تھا "لیکن اگر اگلی باتیں آپ کے وجود کی دھجیاں بکھرانے کے لیے ہوں تو نہیں سننی چاہیے "سنجیدگی سے کہتے اس نے کپڑے نکال کے الماری بند کی تھی "غلط سوچ رہے ہو تم میں نے وہ اس لیے کہا تھا کہ مجھے اپنا آپ تمہارے قابل نہیں لگ رہا تھا اور میرا سوچنا یہ تھا کہ تمہیں کوئی بالکل تمہاری جسے ملی "احواد کی باتوں نے اسے اک دفعہ پھر مڑنے پہ مجبور کر دیا تھا اس نے مڑ کے بغور احواد کو دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھتے اپنے ہاتھ مسل رہی تھی "تو اب آپ کو لگ گیا اپنا آپ میرے قابل؟" کپڑے صوفے پہ پھینک کے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے زعیم نے جس انداز میں پوچھا تھا بے اختیار احواد کی آنکھوں سے آنسو نکلے تھے اور سر نفی میں ہلایا تھا "کون کس کے قابل ہے یا کون کس قابل نہیں ہے یہ فیصلہ کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں؟ اک ہستی اوپر بھی بیٹھی ہے جسے یہ سب معلوم ہے اور وہ کچھ ایسے چکر چلاتی ہے جو جس کا نصیب ہوتا ہے وہ اسے مل جاتا ہے اور انسان کی عقل دھنگ رہ جاتی ہے "زعیم اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھ رہا تھا "آپ سوچ رہی ہوں گی میں یہ سب کیوں کہہ رہا ہوں تو چلیں میں آپ کو اک کہانی سناتا ہوں "اس کے کہانی سنانے کی آفر پہ احواد نے حیرت سے اسے دیکھا تھا "یہ کہانی اک لڑکے کی ہے وہ اتنا امیر نہیں تھا جب وہ انٹر میں تھا اس کے والد کی وفات ہو گئی تھی تب اسے اپنی ماں اور بہن کا سہارا بننے کے لیے اپنے باپ کی جگہ وہاں جانا پڑا جہاں اس کے والد کام کرتے تھے وہ حساب کتاب جانتا تھا تو مالک نے اسے اپنی زمینوں کے حساب کتاب کے لیے رکھ لیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مالک اسے اپنے بیٹوں کی طرح چاہنے لگا مالک کی اک بیٹی بھی تھی نک چڑھی سی جسے وہ لڑکا بلکل پسند نہیں آیا اور اس نے اس لڑکے کو بلکل

Posted On Kitab Nagri

حقیر سمجھا اور اس کے اس رویے سے اس لڑکے کو بھی اس سے چڑھو گئی تھی اتنی چڑکے وہ دن رات اسی کے بارے میں سوچتا رہتا تھا اور دن رات اسی کے بارے میں سوچتے کب وہ لڑکی اس کے دل میں بس گئی سے پتہ ہی نہیں چلا "شروع میں احواد کے چہرے پہ الجھن تھی لیکن جوں جوں اسے سمجھ آرہی تھی توں توں اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا اور آخری بات تو اس کے لیے بہت بڑا دھماکا تھا "جب اس لڑکے کو اپنے بدلتے جذبات کا احساس ہوا تو اس نے خود پہ لگائیں ڈالنے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا اس کا دل چاند کی تمنا کر رہا تھا اور چاند کسی زمین والے کو مل جائے یہ تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو ہمیشہ فلک پہ چمکتا ہے پھر وقت تھوڑا اور سر کا تھا اس لڑکے نے اپنے سارے جذبات دل کے کونے میں قید کر دیے تھے پھر اک دن اس لڑکے کی بہن بیمار ہو گئی تھی اور اسے پیسے چاہیے تھے اور اس کی یہ بات اس لڑکی نے سن لی تھی اور اس نے اس کی مجبوری کا سودا کرتے ہوئے اسے کنٹریکٹ میرج کرنے کا کہا اور اس کے بدلے وہ اس لڑکے کی بہن کا علاج کرواتی چونکہ وہ لڑکی کسی اور سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر اس کے گھر والے اس لڑکے کو مار دیتے اس لیے اس نے اس مجبور لڑکے کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا تھا "احواد کی حالت تو ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ہے وہ یک ٹک اسے دیکھی جا رہی تھی "اس لڑکے پاس بھی کوئی اور آپشن نہیں تھا اس لیے وہ بھی مان گیا جیسے بھی صحیح اس کی چاہت اس نے نکاح میں آگئی تھی اور یہ بھی قسمت کی اک چال تھی جسے ہم سمجھ نہ سکے اس لڑکی نے تب تک اس لڑکے کے ساتھ رہنا تھا جب تک جسے وہ پسند کرتی تھی اس کی جاب نہ لگ جاتی اس کی جاب لگنے کی بجائے اس کے والد کا انتقال ہو گیا اور ساری ذمہ داریاں اس کے کندھے پہ آگئی اور وہ اس لڑکی کو آگے بڑھنے کا کہہ کے خود چلا گیا تھا "زعیم سانس لینے کے لیے رکا تھا "وہ لڑکا خدا کے اس کرشمے پہ حیران ہوا تھا اور اس کے دل میں تھوڑی سی امید جاگی تھی جس پہ اس لڑکی نے اک دفعہ پھر پانی پھیر دیا اپنے باپ کے سامنے یہ کہہ کے وہ اس لڑکے کے ساتھ نہیں

Posted On Kitab Nagri

رہنا چاہتی یہ کہنے کے بعد بھی وہ چاہتی ہے کہ وہ لڑکا صرف اسی کی سنے جیسے وہ کوئی انسان نہیں رو بٹ ہے " بولتے بولتے وہ تھک گیا تھا اور کہانی بھی ختم ہو گئی تھی اس لیے وہ پیچھے صوفے پہ بیٹھ گیا تھا "اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے محبت کرتا تھا تو اسے کسی اور کے لیے چھوڑنے پہ کیسے راضی ہو گیا؟" احواد کے لبوں سے بمشکل یہ الفاظ نکلے تھے جسے سن کے زعیم لے لبوں پہ اک مسکراہٹ چمکی تھی "محبت میں صرف محبوب کی خوشی دیکھی جاتی ہے اسے زبردستی خود سے جوڑا نہیں جاتا کیونکہ محبت کسی کو زبردستی قید کرنے کا نام نہیں ہے "زعیم کے جواب پہ وہ زمین پہ بلکل گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی "مجھے ہمیشہ سوچتا تھا میں کیسے بتا پاؤں گا کہ میں آپ کو کتنا چاہتا ہوں بتا پاؤں گا بھی یا نہیں کیونکہ آپ تو اس بارے میں جانتی ہی نہیں تھیں میری آنکھیں جو کہتی تھیں آپ نے تو وہ بھی کبھی نہیں پڑا تھا اس لیے خاموشی ہی بہتر تھی "اسے دیکھتے زعیم نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا "ان الجھنوں میں ہم نے بہت سا وقت گنوا دیا ہے مزید نہیں گنونا چاہتا اس لیے ابھی پوچھنے لگا ہوں کیا آپ میرے ساتھ اپنی ساری زندگی بتائیں گی؟" زعیم صوفے سے اٹھ کے اس کے سامنے سر اپا سوال بن کے بیٹھا تھا "مگر تم کیسے ایسی لڑکی کے ساتھ زندگی گزارو گے جو تم سے محبت ہی نہ کرتی ہو؟" احواد نے حیرت سے پوچھا تھا "میں کرتا ہوں نہ اور میری ہی محبت ہم دونوں کے لیے کافی ہوگی اور جس رب نے ہمارا نصیب جوڑا ہے کیا وہ رب آپ کے دل میں میرے لیے محبت نہیں ڈال سکتا؟" زعیم نے اسے لا جواب کیا تھا "کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں وہ ابھی بھی میرے دل میں ہے یا نہیں؟ یا کبھی تم زندگی میں مجھے اس شخص کا طعنہ نہیں دو گے؟" احواد نے اک اور سوال پوچھا تھا "وہ شخص آپ کا ماضی تھا اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے مجھے تب سروکار ہوتا اگر آپ مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے بعد مجھ سے بے وفائی کرتیں جبکہ ایسا کچھ نہیں ہے ہاں اب اگر میرے ساتھ رہنے کا اقرار کریں گی تو آپ کو یہ بھی عہد کرنا ہو گا کہ مجھے چاہے آپ اپنے دل میں جگہ دیں یا نہ دیں مگر اس شخص کی ہلکی سی

Posted On Kitab Nagri

پر چھائی بھی آپ کے دل و دماغ میں نہیں آنی چاہیے اور رہی بات طعنہ دینے کی تو اس کے لیے میں اتنا کہوں گا
محبت انسان کو اعلیٰ ظرف بناتی ہے کم ظرف نہیں اور محبت میں تو انسان اپنے محبوب کو تمام اچھائیوں اور برائیوں
سمیت اپناتا ہے "زعیم نے اسے اک دفعہ پھر لاجواب کیا تھا "مگر میں تمہارے قابل،،،،" زعیم نے اس کے
ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے خاموش کروایا تھا "میں نے پہلے بھی کہا ہے یہ صرف رب کی ذات جانتی ہے کون کس
قابل ہے کس کے قابل نہیں آپ بس بتائیں آپ میرے ساتھ بوڑھا ہونا پسند کریں گی؟" زعیم نے گھمبیر لہجے
میں کہا تو وہ روتے ہوئے ہنس دی تھی اور ساتھ ہی اثبات میں سر ہلادیا تھا اگر قسمت نے اس کی قسمت میں اتنا اچھا
ہمسفر لکھ ہی دیا تھا تو وہ کیوں ناشکری کرتی اور ساتھ ہی اس نے عہد کیا تھا وہ ہمیشہ اس کے ساتھ وفادار رہے گی
زعیم نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور اس کے ماتھے پہ اپنا پہلا لمس چھوڑا تھا اور اپنی پیشانی
اس کی پیشانی کے ساتھ جوڑی تھی اس لمحے فضا میں بس محبت ہی محبت اور سکون رقص کر رہا تھا جسے دونوں
آنکھیں موندے پوری شدت سے محسوس کر رہے تھے

کچھ دنوں بعد چودھری حشمت نے زین اور انوشہ کا ولیمہ پوری دھوم دھام سے کیا تھا اس کے بعد دعوتوں کے سلسلے کو انوشہ کی طبیعت کی وجہ سے روک دیا گیا تھا زین اسے اپنے ساتھ شہر ہی لے گیا تھا جب تک اس کا علاج ختم نہیں ہونا تھا اس نے وہی رہنا تھا سلیمان اور غزل کے ہاں بھی خوشخبری تھی جس نے پوری حویلی میں خوشیوں کی لہر دوڑادی تھی اور وقاص بھی اب لائن پہ تھا سب اس کی کایا پلٹ پہ حیران تھے جواب اپنے ذمے لگے تمام کام ذمہ داری سے نبھاتا تھا اور نہ کسی سے بدتمیزی کرتا تھا بیگم شجاعت آج کل اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ

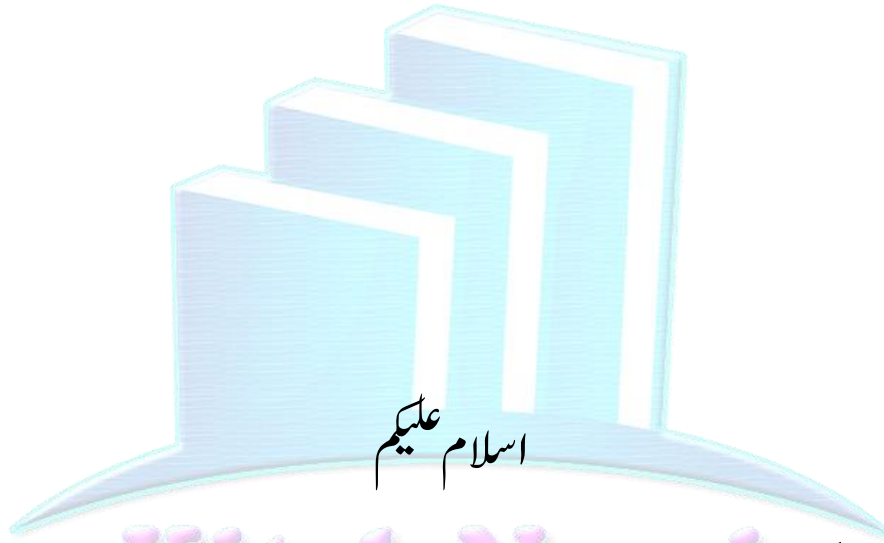
Posted On Kitab Nagri

مہم سٹارٹ کر چکی تھیں احواد کچن کے کام سیکھنے میں مصروف تھی کیونکہ انوشہ کے بعد اماں اکیلی لگی رہیں اس طرح اچھا نہیں لگتا تھا اس لیے وہ روز کچھ نہ کچھ ٹرائے کرتی تھی تاکہ جلد از جلد ایکسپریٹ ہو سکے زعیم کو اس کی پوسٹ پہ دوبارہ بحال کر دیا گیا تھا پہلے پہل اس نے بہت انکار کیا تھا مگر چودھری حشمت، زین اور سلیمان نے اس کی اک نہیں سنی تھی اسے ہار ماننا پڑی تھی چودھری حشمت نے کہا تھا کہ جو پرافٹ ہو گا اس کا آدھا حصہ زعیم کو دیا جائے گا مگر اس نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا جیسے پہلے تنخواہ ملتی تھی اب بھی ویسے ہی ملے گی ساتھ ہی اس نے لائحہ عمل طے کیا تھا کہ سیونگنز کرنا سٹارٹ کرے گا تاکہ پہلے انوشہ کی شادی کے لیے لیا گیا قرض اتارے گا پھر احواد کا اس کے لیے جتنا بھی عرصہ لگے گا وہ احواد کے پیسے واپس ضرور کرے گا "دیکھو زعیم میں تمہارے لیے ناشتہ بنا کے لائی ہوں" زعیم جو ابھی نہا کے آیا تھا اب بالوں میں برش کر رہا تھا تاکہ جلدی سے ڈیرے جاسکے تھے تبھی احواد ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی زعیم جانتا تو تھا کیسا ناشتہ ہو گا مگر بھی ایکسپریٹ ہو کے آگے بڑھا تھا "یہ کیا ہے؟" اس نے جلے ہوئے پڑاٹھے اور جلے ہی ہوئے آلیٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا "ناشتہ ہے اور کیا ہے" احواد نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں "مانا کہ میں آپ کے عشق میں پاگل ہوں مگر اتنا بھی پاگل نہیں ہے کہ یہ جلا ہوا ناشتا کروں جائیں یہ اپنا شاہکار لے جائیں اور اماں سے کہیں میرے لیے ناشتہ بنائیں دیر ہو رہی ہے مجھے" زعیم نے بے مروتی کی حد کی تو احواد اسے گھورتے اور بڑبڑاتے ہوئے ٹرے اٹھا کے لے گئی تھی زعیم نے مسکرا کے اس کی پشت کو دیکھا تھا اس کا یقین رائیگاں نہیں گیا تھا اس نے کہا تھا کہ جس اللہ نے ان کا نصیب جوڑا ہے وہ احواد کے دل میں زعیم کے لیے محبت بھی ڈال سکتا ہے اور زعیم کو اس کے انداز سے لگتا تھا کہ یہ عمل شروع ہو چکا ہے اک دن ضرور آئے گا جب وہ خود اپنی زبان سے محبت کا اظہار کرے گی آج ہر کوئی اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھا مگر ضروری نہیں ہے یہ ہمیشہ رہے کہی نہ کہی دکھ کے بادل چھائیں گے مگر جب ڈٹ کے

Posted On Kitab Nagri

ان کا مقابلہ کریں گے تو وہ چھٹ جائیں گے کیونکہ زندگی نہ ہی صرف خوشی کا نام ہے اور نہ ہی صرف غمی کا نام ہے یہ زندگی دونوں چیزوں کا مسکچر ہے اور جب السلیہ یقین کامل ہو تو زندگی کا ہر دور آسانی سے گزر جاتا ہے

ختم شد □ ♥



اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، اسٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

kitabnagri@gmail.com

Posted On Kitab Nagri

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Pg/Kitab Nagri

kitabnagri@gmail.com

whatsapp _ 0335 7500595

